روحِ ایمان

علامہ محمود احمد رضوی

مکتبہ رضوان گنج بخش روڈ
لاہور

روحِ ایمان

اِس کتاب میں حضور سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم
کے فضائل و مناقب اور مرتبہ و مقام کی عظمت کو کتاب و سنت کی
روشنی میں بیان کیا گیا ہے

تحریر

علامہ سید محمود احمد رضوی

مکتبۂ رضوان گنج بخش روڈ لاہور

marfat.com

۱ مصطفٰے جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

۲ جس کے آگے کھنچی گردنیں جھک گئیں
اس خدا داد شوکت پہ لاکھوں سلام

۳ شہر یارِ ارم تاجدارِ حرم
نوبہارِ شفاعت پہ لاکھوں سلام

۴ وہ دہن جس کی ہر بات وحیِ خدا
چشمۂ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام

۵ فتحِ بابِ نبوت پہ بے حد درود
ختمِ دورِ رسالت پہ لاکھوں سلام

۶ شبِ اسریٰ کے دولہا پہ دائم درود
نوشۂ بزمِ جنت پہ لاکھوں سلام

۷ وہ زباں جس کو سب کُن کی کنجی کہیں
اُس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

۸ ان کے مولیٰ کے ان پر کروروں درود
ان کے اصحاب و عترت پہ لاکھوں سلام

۹ پارہائے صحف غنچہائے قدس
اہلِ بیتِ نبوت پہ لاکھوں سلام

۱۰ اہلِ اسلام کی مادرانِ شفیق
بانوانِ طہارت پہ لاکھوں سلام

۱۱ جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

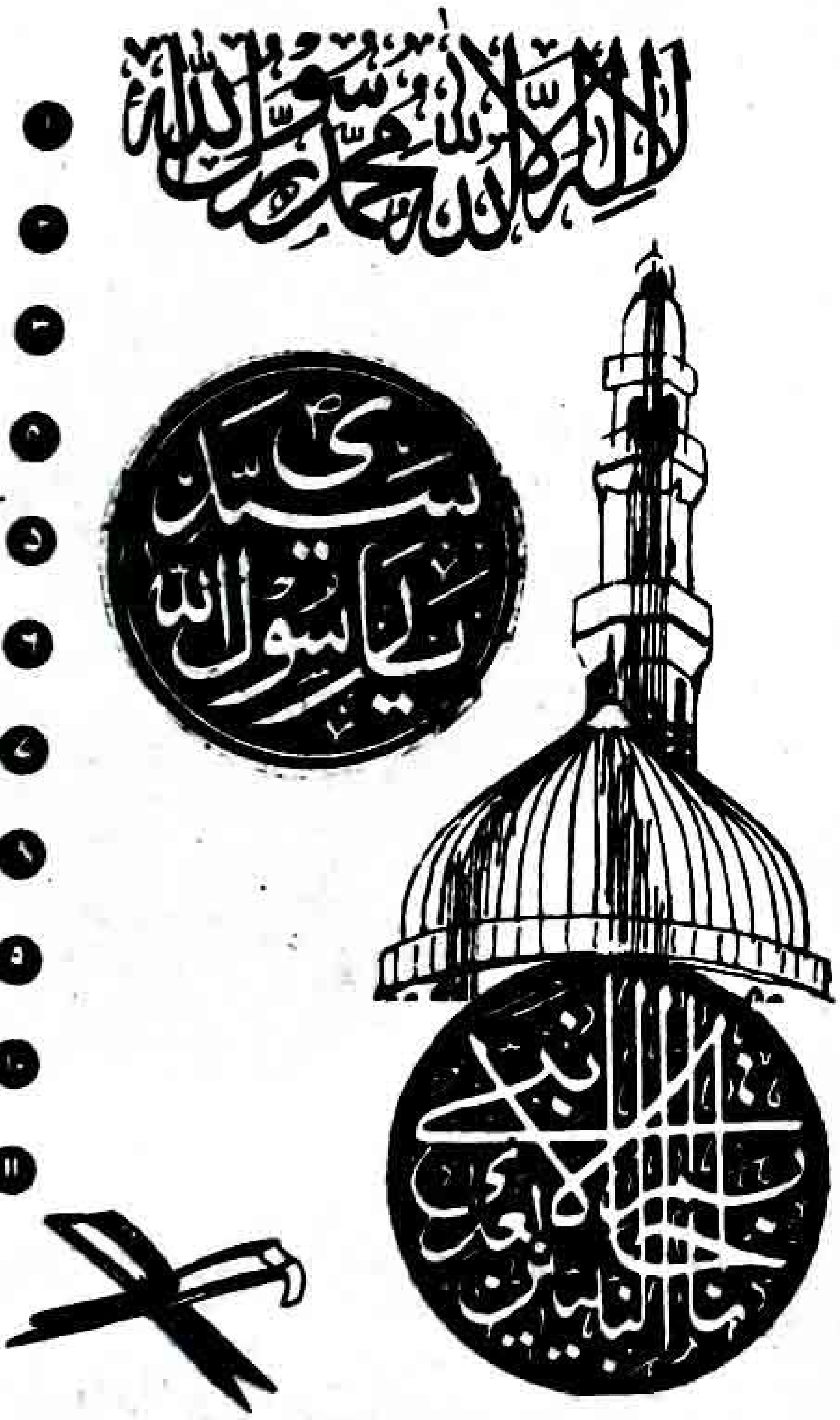

نام کتاب -------- رُوحِ ایمان

تالیف -------- علامہ سید محمود احمد رضوی

صفحات --------

مطبوعہ --------

تاریخِ اشاعت -------- جنوری ۱۹۸۶ء

قیمت --------

ناشر -------- مکتبۂ رضوان لاہور

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

marfat.com

فہرسِ کتاب رُوحِ ایمان

فہرس
ابتدائیہ ۷
ورفعنالک ذکرک ۸
درود و سلام کی اہمیت ۱۳
و فضیلت
نگاہِ عشق و مستی میں ۱۹
وہی اوّل وہی آخر
خیر البشر خیر الورٰی ۳۶

ثنائے سرکار ہے وظیفہ ۴۵

حضور سے محبّت ،،
نُوری شمعیں ۴۶
جنّت کا چشمہ ۴۷
حضور مالکِ جنّت ہیں ۴۸
شرحِ صدر ۴۹
حضور کے علم کی وسعت ۵۱
حضور کی ذاتِ اقدس سراپا اعجاز ۵۹
تیرے آنے سے رونق آگئی ۶۲
گلزارِ ہستی میں

تفسیر آیات سُورہ مدثر ۶۶

تفسیر وربک فکبر ۶۸
نماز میں تکبیرِ تحریمہ فرض ہے ۶۹
تفسیر وثیابک فطہر ۷۰
تفسیر والرجز فاھجر ۷۲

درُود و سلام کے برکات وحسنات ۷۴

درُود شریف کے فضائل ،،
درُود کے معنٰی ۷۷
حضرت سفیان کا ارشاد ۷۹
شہد کی مکھیاں ،،

اسلام میں سُنّتِ رسول کا مقام ۸۲

مُعلّم کتاب ۸۴

marfat.com

تلاوتِ آیات	۸۵
تعلیمِ حکمت	۸۶
رسول کی تشریحی حیثیت	۸۷
وحی متلو و غیر متلو	۹۲
صحابہ کرام کا سنتِ نبوی پر عمل	۹۷
قرآن اور صاحبِ قرآن	**۱۰۰**
نزولِ قرآن کی کیفیت	۱۰۱
قرآن ماہِ رمضان میں نازل ہوا	"
نزولِ قرآن کی مدت	"
وحی الٰہی کا جلال	۱۰۲
سب سے پہلی وحی	۱۰۳
حضور کا علم نسیان سے پاک ہے	۱۰۴
حضور کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کے اسرار و رموز کی تعلیم دی	"
قرآن حضور کا لازوال معجزہ	۱۰۵
قرآن کی مثل لانا ناممکن ہے	۱۰۶
قرآن ایک محفوظ کتاب	۱۰۸
قرآن اللہ کی حفاظت میں ہے	۱۱۰
قرآن میں کمی بیشی ناممکن ہے	۱۱۱
علوم قرآن	۱۱۳
قرآن میں ہر چیز کا بیان ہے	۱۱۴
حضور ہی قرآنی علوم و معارف کے عالم ہیں	۱۱۵
قرآن کی تفسیر کا حق صرف حضور کو ہے	۱۱۶
عید میلاد النبی	**۱۱۹**
قرآنِ حکیم اور میلاد	۱۲۰
تمام انبیاء حضور کے میلاد خواں ہیں	۱۲۱
حضور نے خود اپنا میلاد پڑھا	۱۲۳
مجلسِ میلاد کے لیے فرش و منبر کا اہتمام	۱۲۴
حضور کی چادر مبارک	۱۲۸
نبی کریم کے فضائل و مناقب سے متعلق چند احادیث	**۱۲۹**
حضور کی تشریعی حیثیت	۱۳۰
اللہ تعالیٰ نے حضور سے مشورہ فرمایا	۱۳۲

marfat.com

صحابہ کا جی چاہتا تھا کہ حضور ۱۳۳
کو سجدہ کریں
حضور کی ذاتِ اقدس پر ۱۳۴
صحابہ کے ایمان کی کیفیت
حضور کا لباس مبارک بھی ۱۳۴
باعثِ رحمت
صحابہ حضور کے موئے مبارک کو ۱۳۵
دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب
جانتے تھے۔
حضور کے جسم مبارک کا ۱۳۶
سایہ نہ تھا
حضور کا کفِ دستِ ریشم سے ۱۳۷
زیادہ نرم
روضۂ اقدس کی زیارت کرنے ۱۳۸
والے کے لیے حضور کی شفاعت
ضروری ہوگی
حُسنِ نبوی ۱۳۹
حضور کی قانونی حیثیت ۱۴۰
حضور کی انگلیوں سے پانی ۱۴۰
کے چشمے جاری ہوگئے
حضور کے تبسم سے دیواریں ۱۴۰
روشن ہوگئیں
حضور کا پسینہ مبارک خوشبودار ۱۴۱
حضور کے لیے اندھیرا حجاب
نہیں، حضور کی آنکھیں سوتی ۱۴۲
ہیں، دل بیدار رہتا ہے
حضور کا لعاب مبارک خوشبودار ۱۴۳
حضور کا حُسن بے مثال 〃
شیطان خواب میں حضور کی ۱۴۴
صورت اختیار کرکے نہیں آسکتا
حضور جس راستہ سے گزرتے وہ ۱۴۴
خوشبو سے مہک جاتا

بلغ العلےٰ بکمالہ ۱۴۵

حُسنِ محمدی ۱۴۶
ہستی کا نقشِ اوّل ۱۴۷
اختیاراتِ نبوّت ۱۴۸
بے سایہ رسول ۱۴۹
ولادتِ باسعادت ۱۵۰
طلوعِ اجلال ۱۵۱
دُعائے خلیل 〃
حضور کی شانِ علمی ۱۵۳

marfat.com

شاہد و شہید رسول	۱۵۴
حضور کے علم کی وسعت	۱۵۵
دُودھ کا پیالہ اور اصحابِ صفّہ	۱۵۷
حنینِ جذع	۱۵۹
النّبی الامی	۱۶۱
حضور تمام انبیاء کے کمالات کے جامع ہیں	۱۶۳
وہ خدا کا آستانہ یہ نبی کا آستانہ	۱۶۶
مکہ معظمہ کی برکت اور مکہ کے حرم ہونے کا مطلب	۱۶۸
مکہ معظمہ کی حُرمت ابدی ہے	۱۶۹
حضور نے مدینہ کو حرم بنایا	۱۷۰
خلیل و حبیب میں فرق	۱۷۱
حرمِ مدینہ کا احترام	"
فضائلِ مدینہ	۱۷۳

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ

چار رکنِ حریمِ ایمانند
در رہِ شرع چار ارکانند

یارانِ نبی عناصرِ دین — غوّاصِ محیطِ عزّ و تمکین
رضوانِ خدا بہ چار یاران — بوبکر و عمر علی و عثمان

marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

ابتدائیہ

اللہ عزّوجل جل مجدہٗ کے ذکر کے ساتھ ہی اس کے عظیم و جلیل آخری رسول حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بھی ہوتا ہے۔ حدیثِ قُدسی میں اللہ تعالےٰ نے اپنے محبوب رسول سے یہ فرمایا ہے کہ جہاں میرا ذکر ہوگا وہاں تیرا بھی ذکر ہوگا ـــــ کلمہ میں، اذان میں، اقامت میں، خطبہ میں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت نماز میں بھی حضور کا ذکر رکھا گیا ہے۔ جس سے اس امر کی نشاندہی ہوتی ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی ذات وصفات کی پہچان ضروری ہے ایسے ہی اس کے حبیبِ مکرّم حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات وصفات آپ کے مرتبہ ومقام کی عظمت اور آپ کے منصب و درجہ کی رفعت کو جاننا اور ماننا بھی ضروری ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ معرفتِ رسول کے بغیر معرفتِ خدا ناممکن ہے۔ رسول ہی اللہ کی پہچان کا ذریعہ اور وسیلہ ہیں۔ اس لیے یہ نہایت ضروری ہے کہ مُسلمان اپنے مقدس طیّب وطاہر معصوم رسول کی ذات وصفات مرتبہ ومقام کو جانیں اور اس پر ایمان لائیں۔ یہ کتاب جس کا نام رُوحِ ایمان ہے۔ اس کا موضوع حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہے کتاب وسُنّت کی روشنی میں حضور کے فضائل ومناقب مرتبہ ومقام اور آپ کے عظیم وجلیل منصب کو بیان کیا گیا ہے۔ اس موضوع کی کتاب کی ضرورت اور افادیت اس لیے بھی ضروری ہے کہ آج کل ایک گروہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے اوصافِ حمیدہ ومعجزاتِ جمیلہ اور آپ کے مرتبہ ومقام کی عظمت سے انکار کر رہا ہے۔ ہماری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت فرمائے اور ہم سب مسلمانوں کو حضور نبی کریم علیہ السلام کے فضل وشرف کو تسلیم کرنے کی توفیقِ رفیق عطا فرمائے۔ آمین

سیّد محمود احمد رضوی

marfat.com

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ

حضور سرورِ عالم نورِ مجسّم حضرت محمد مصطفٰے علیہ التحیۃ والثناء کے خصائص میں سے ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذکر کو رفعت و بلندی عطا فرمائی ہے آپ کے ذکرِ پاک کی عظمت و رفعت کا یہ عالم ہے کہ جب سے دنیا کی ابتدار ہوئی ہے۔ آپ کا ذکر جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔ وقت کا کوئی لمحہ اور گردشِ لیل و نہار کی کوئی ساعت ایسی نہیں ہے۔ جس میں آپ کا ذکر نہ ہو اور آپ کی ذاتِ اقدس پر صلوٰۃ و سلام کا مبارک عمل نہ جاری ہو ـــــ اللہ تعالٰے نے حضور کے ذکر کو ابدیت بخشی ہے اور ایمان کی تکمیل آپ کے ذکر پر موقوف رکھی ہے اور آپ کے ذکر کو اپنا ذکر قرار دیا ہے۔ اس لیے آپ کا ذکر اللہ کا ذکر ہے اور جہاں ذکرِ خدا ہے وہاں ذکرِ مصطفٰے علیہ السلام بھی ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سیّد عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جبریلِ امین میرے پاس آئے اور کہا آپ کا رب فرماتا ہے۔ اے حبیب تمہیں معلوم ہے کہ میں نے تمہارا ذکر کیسے بلند کیا ہے۔ میں نے کہا اللہ ہی خوب جانتا ہے

قَالَ اِذَا ذُكِرْتُ ذُكِرْتَ مَعِی (زرقانی علی المواہب)

اللہ تعالٰے نے فرمایا۔ جب میرا ذکر ہوگا تو میرے ذکر کے ساتھ تمہارا ذکر بھی ہوگا ـــــ حدیث قدسی میں اللہ تعالٰے فرماتا ہے:۔

جَعَلْتُ تَمَامَ الْاِیْمَانِ بِذِكْرِكَ مَعِی ، جَعَلْتُكَ ذِكْرًا مِنْ ذِكْرِی فَمَنْ ذَكَرَكَ ذَكَرَنِی (شفا ص۱۲، ج ۱)

میں نے ایمان کا مکمل ہونا اس بات پر موقوف کر دیا ہے کہ اے میرے رسول میرے

marfat.com

ذکر کے ساتھ تمہارا ذکر بھی ہو اور میں نے تمہارے ذکر کو اپنا ذکر ٹھہرا دیا ہے تو جس نے تمہارا ذکر کیا اس نے میرا ذکر کیا۔

صحابی رسول حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :۔

رَفَعَ اللّٰہُ ذِکْرَہٗ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ

(خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۹۶)

اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر دنیا و آخرت میں بلند فرمایا ہے۔ کوئی خطیب، کوئی کلمہ پڑھنے والا اور نماز ادا کرنے والا ایسا نہیں ہے جو شہادتِ اُلوہیت کے ساتھ شہادتِ رسالت نہ ادا کرے۔

خطبات میں کلموں میں اقامت میں اذاں میں
ہے نامِ الٰہی سے ملا نام محمّد

سورہ آلِ عمران آیت اِذَا اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ سے واضح ہے کہ سب سے پہلے خود ربِ کائنات نے عالمِ ارواح میں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر فرمایا اور تمام انبیاء کرام سے حضور پر ایمان لائے اور آپ کی مدد کرنے کا پختہ عہد لیا۔ اسی عہد ربانی کے مطابق تمام انبیاء و رسل علیہم السلام حضور کے ذکرِ جمیل سے رطب اللسان رہے اور آپ کے فضائل و مناقب اپنی اپنی امتوں کو سناتے رہے اور آپ کی آمد کی بشارتیں دیتے رہے۔

حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے بیٹے شیث علیہ السلام سے فرمایا۔ میرے بعد تم میرے خلیفہ ہو۔ لہذا خلافت کو تقویٰ اور یقینِ محکم کے ساتھ پکڑے رہو۔

فَکُلَّمَا ذَکَرْتَ اللّٰہَ فَاذْکُرْ اِلٰی جَنْبِہٖ اِسْمَ مُحَمَّدٍ

اور جب تم اللہ کا ذکر کرو تو اس کے ساتھ ہی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر بھی کرنا

marfat.com

کیونکہ جب میں رُوح و مٹی کے درمیان تھا تو میں نے اُن کا نام عرش کے ستونوں پر لکھا ہوا دیکھا۔ میں نے آسمانوں پر نظر کی تو کوئی جگہ ایسی نظر نہ آئی جہاں نام محمد صلے اللہ علیہ وسلم لکھا ہوا نہ ہو۔ جب میرے رب نے مجھے جنّت میں رکھا تو میں نے جنّت کے ہر محل ہر بالاخانے پر برآمدے پر، حُوروں کے سینہ اور جنت کے تمام درختوں اور اُن کے پتوں، شجرِ طوبیٰ اور سدرۃُ المنتہیٰ کے ہر گوشہ پر اور ملائکہ کی آنکھوں پر محمد صلے اللہ علیہ وسلم لکھا ہوا دیکھا ہے۔

فَاَکْثِرْ ذِکْرَہٗ (زرقانی علی المواہب)

لہٰذا تم اُن کا کثرت سے ذِکر کیا کرو

حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام نے تعمیر کعبہ کے موقع پر حضور کی بعثت کی دُعا مانگی۔ اسی طرح تمام انبیاء کرام نے اپنے اپنے دَور میں حضور کی عظمت و رفعت کے خطبے پڑھے۔ حتیٰ کہ آخری مُژدہ رساں حضرت مسیح کلمۃ اللہ علیہ السلام مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُہٗۤ اَحْمَدُ کہتے ہوئے دنیا میں آئے۔ یہ حضور سرورِ عالم نورِ مجسم صلے اللہ علیہ وسلم کا بہت بڑا اعزاز ہے کہ ایک اولوالعزم صاحبِ کتاب اور صاحبِ معجزات رسول حضرت عیسےٰ علیہ السلام آپ کا ذکر کرتے ہوئے دنیا میں قدم رکھ رہے ہیں اور یہ حضور کی بہت ہی عظیم و جلیل خصوصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے فرائضِ نبوت میں سے ایک فرض یہ رکھا کہ وہ یہ اعلان کریں کہ میرے بعد خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تشریف لا رہے ہیں۔ اسی لیے نبی علیہ السلام نے فرمایا۔ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں اور سب سے آخر میں جس نے میری آمد کی بشارت دی وہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام ہیں۔ (ابن عساکر) ۵

ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دعائے خلیل اور نویدِ مسیحا

marfat.com

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر نبوت ختم ہو گئی۔ آپ نبی آخر ہیں۔ آسمانِ نبوت کے نیّرِ اعظم اور ہدایت و موعظت کے ماہِ تاباں ہیں۔ قرآن نے اعلان کیا۔ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ جو شریعت آپ لائے وہ بھی آخری شریعت ہے۔ آپ کے بعد نہ کوئی نبی آئے گا اور نہ شریعت، قیامت تک آپ کا ہی دین باقی رہے گا۔ اس لیے آپ کے ذکرِ جمیل کی محفلیں قائم ہوتی رہیں گی۔ آپ کی سیرتِ طیبہ اور اُسوۂ حسنہ کا ذکر ہوتا رہے گا اور آپ کی ذاتِ مبارک پر درود و سلام کا سلسلہ جاری رہے گا؛ حتیٰ کہ آخرت میں بھی اولین و آخرین آپ کا ذکر اور آپ کی مدح و ثنا کریں گے۔ ارشادِ باری ہے :۔

عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

قریب ہے کہ تیرا رب تجھے اس مقام پر کھڑا کرے گا جہاں سب تیری حمد کریں گے۔

روزِ محشر حضور کو ایک جھنڈا بارگاہِ الٰہی سے مرحمت ہوگا۔ جس کا نام لواء الحمد ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آخر دنیا تک سب اس جھنڈے تلے ہوں گے۔ مقامِ محمود وہ جگہ ہے جہاں روزِ محشر تمام انبیاء، اصفیاء، شہداء، صدیقین اولیاء کرام جن و انسان حضور سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر، آپ کی مدح و ثنا اور آپ کی تعریف و توصیف کریں گے (تفسیرِ خازن ج ۳ ص ۱۹۲)

ذکرِ رسول کی عظمت کا یہ پہلو بھی بہت اہم ہے کہ بارگاہِ الٰہی میں کوئی دُعا آپ کی ذاتِ اقدس پر درود و سلام پڑھے بغیر قبول نہیں ہوتی۔ حضرت امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :۔

اِنَّ الدُّعَاءَ مَوْقُوْفٌ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَا يَصْعَدُ مِنْهُ شَيْءٌ حَتّٰى تُصَلِّيَ عَلٰى نَبِيِّكَ

marfat.com

دُعا زمین و آسمان کے درمیان رُکی رہتی ہے اور پر نہیں جاتی جب تک نبی علیہ السلام پر درود نہ بھیجا جائے۔

نہ صرف یہ بلکہ مرضی الٰہی یہ ہے کہ مسلمانوں کی کوئی نشست اور کوئی مجلس ذکر اللہ اور ذکر الرسول سے خالی نہیں۔ چاہیے اگر زندگی میں ایک نشست بھی ذکرِ الٰہی اور ذکر الرسول سے خالی ہوئی تو قیامت کے دن اس پر باز پرس ہوگی اور اُس وقت سخت حیرت و پشیمانی ہوگی۔ چنانچہ ترمذی شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ جو لوگ کہیں بیٹھے اور انھوں نے اس نشست میں نہ اللہ کو یاد کیا اور نہ ہی اپنے نبی پر درود بھیجا۔

مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا لَمْ يَذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْهِ وَلَمْ يُصَلُّوْا عَلٰى نَبِيِّهِمْ اِلَّا كَانَ عَلَيْهِمْ تِرَةٌ فَاِنْ شَاءَ عَذَّبَهُمْ عَلٰى وَاِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُمْ (ترمذی)

تو قیامت میں ان کے لیے حسرت و خسران کا باعث ہوگی۔ پھر چاہے اللہ ان کو عذاب دے اور چاہے معاف فرما دے اور بخش دے۔

الغرض یہ خصوصیت صرف اور صرف حضور سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم ہی کو حاصل ہے کہ عالمِ ارواح میں بزمِ ملائکہ میں انبیاء و مرسلین کی مجالس میں عبادات و طاعات میں مواعظ و خطبات میں کلمہ طیبہ میں اذان و اقامت میں آپ کا ذکر ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالےٰ کی خالص عبادت نماز میں السلام علیک ایّھا النبیّ کے الفاظِ جمیل کے ساتھ اور حریمِ حق میں اِنَّ اللہ و ملائکتہ یصلون علی النبی کے کلمات طیبات سے آپ کا ذکر ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا اور یہی حضور سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے ذکرِ پاک کی وہ خصوصیت و فضیلت ہے اور آپ کے مرتبہ و

marfat.com

مقام کی وہ عظمت ہے جسے ربِ کائنات نے ورفعنا لک ذکرک سے بیان فرمایا ہے ؎

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا، عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

درود و سلام کی اہمیت و فضیلت

قرآنِ مجید میں ارشادِ باری ہے :۔

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۝ (احزاب)

بیشک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں۔ اس غیب بتانے والے (نبی) پر اے ایمان والو ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

۱۔ اس آیت میں اہلِ ایمان کو مخاطب بنا کر حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ کے مقدس رسول پر صلوٰۃ و سلام عرض کریں اور اس خطاب اور حکم میں وزن پیدا کرنے کے لیے بطور تمہید فرمایا گیا کہ اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ صلوٰۃ علی النبی خداوندِ قدوس اور اس کے معصوم فرشتوں کا معمول و دستور ہے تو یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا اے ایمان والو تم بھی اسے معمول بنا کے اس محبوب و مبارک عمل میں شریک ہو جاؤ۔

۲۔ یہاں یہ امر قابلِ ذکر ہے حکم و خطاب کا یہ انداز قرآنِ مجید میں صرف صلوٰۃ علی النبی

marfat.com

کے لیے ہی اختیار کیا گیا ہے ۔ دوسرے کسی اعلیٰ سے اعلیٰ عمل کے لیے یہ انداز اختیار نہیں کیا گیا کہ خدا اور اس کے معصوم فرشتے بھی یہ کام کرتے ہیں ۔ جس سے صلوٰۃ علی النبی کی عظمت و اہمیت اور حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے مقامِ محبوبیت کا اظہار ہوتا ہے۔

فقہاءِ اُمّت فرماتے ہیں کہ اس آیت کی رُو سے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجنا ہر فردِ اُمّت پر فرض ہے ۔ حضرت امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا ارشاد یہ ہے کہ ہر نماز کے قعدہ اخیرہ میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھنا واجب ہے ۔ اگر درود نہ پڑھا تو ان ائمہ کے نزدیک نماز ہی نہ ہو گی ۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور امام مالک اور اکثر فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ قعدہ میں تشہد تو بے شک واجب ہے ۔ جس میں حضور کی بارگاہِ عالی میں سلام بھی آجاتا ہے لیکن تشہد کے بعد نماز میں مستقلاً درود شریف پڑھنا فرض و واجب تو نہیں بلکہ اہم سُنّت ہے ——— اور اس امر پر سب کا اتفاق ہے کہ آپ کی ذاتِ اقدس پر صلوٰۃ وسلام بھیجنا اسی طرح فرض ہے جیسے آپ کی رسالت یا اللہ تعالےٰ کی وحدانیت پر ایمان لانا ۔ نیز آپ کی ذاتِ اقدس پر درود و سلام کے لیے آیت میں کسی وقت اور تعداد کا تعین نہیں کیا گیا اس لیے درود و سلام عرض کرنا تمام اوقات میں صالح اعمال میں سے افضل ترین عمل ہے اور درود و سلام پڑھنا تمام اوقات میں جائز ہے ۔ اذان کے بعد رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا نام لیتے وقت جمعہ کے دن اور رات کو درود پڑھنا سُنّتِ مؤکدہ ہے ۔

۱ - عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى عَلَیَّ مَرَّةً وَّاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرًا (صحیح مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو بندہ مجھ پر ایک دفعہ صلوٰۃ بھیجے ۔ اللہ تعالےٰ اس پر دس بار صلوٰۃ بھیجتا ہے ۔

marfat.com

۲ - عَنْ اَنَس قَالَ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّ عَلَیَّ صَلٰوۃً وَاحِدَۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ عَشْرَ صَلَوٰتٍ وَحُطَّتْ عَنْہُ عَشْرُ خَطِیْئَاتٍ وَرُفِعَتْ لَہٗ عَشْرُ دَرَجَاتٍ ۔ (نسائی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو بندہ مجھ پر ایک بار درود بھیجے ۔ اللہ تعالیٰ اس پر دس بار صلوٰۃ بھیجتا ہے اور اس کی دس خطائیں معاف کی جاتی ہیں اور اس کے دس درجے بلند کر دیے جاتے ہیں ۔

۳ - عَنْ اَبِیْ بُرْدَۃَ بْنِ نِیَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّ عَلَیَّ مِنْ اُمَّتِیْ صَلٰوۃً مُخْلِصًا مِنْ قَلْبِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ بِھَا عَشْرَ صَلَوٰتٍ وَرَفَعَہٗ بِھَا عَشْرَ دَرَجَاتٍ وَکَتَبَ لَہٗ بِھَا عَشْرَ حَسَنَاتٍ وَمَحٰی عَنْہُ عَشْرَ سَیِّئَاتٍ (نسائی)

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا جو اُمتی خلوصِ دل سے مجھ پر صلوٰۃ بھیجے ۔ اللہ تعالےٰ اس پر دس صلوٰتیں بھیجتا ہے اور اس کے صلہ میں اس کے دس درجے بلند کرتا ہے اور اس کے حساب میں دس نیکیاں لکھتا ہے اور اس کے دس گناہ معاف کر دیتا ہے ۔

۴ - عَنْ اَبِیْ طَلْحَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَاءَ ذَاتَ یَوْمٍ وَالْبِشْرُ فِیْ وَجْھِہٖ فَقَالَ اِنَّہٗ جَاءَ نِیْ جِبْرَائِیْلُ فَقَالَ اِنَّ رَبَّکَ یَقُوْلُ اَمَا یُرْضِیْکَ یَا مُحَمَّدُ اَنْ لَا یُصَلِّیَ عَلَیْکَ اَحَدٌ مِنْ اُمَّتِکَ اِلَّا صَلَّیْتُ عَلَیْہِ عَشْرًا وَلَا یُسَلِّمُ عَلَیْکَ اَحَدٌ مِنْ اُمَّتِکَ اِلَّا سَلَّمْتُ عَلَیْہِ عَشْرًا ۔ (نسائی، دارمی)

حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک دن تشریف لائے اور آپ کے چہرۂ انور پر خوشی اور بشاشت کے آثار نمایاں تھے

اس کا سبب بیان کرتے ہوئے) آپ نے فرمایا کہ آج جبرائیل امین آئے اور انھوں نے بتایا کہ تمہارا رب فرماتا ہے کہ اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کیا تمہیں یہ بات راضی اور خوش نہ کرے گی کہ تمہارا جو اُمتی تم پر صلوٰۃ بھیجے میں اس پر دس صلوٰتیں بھیجوں اور جو تم پر سلام بھیجے میں اس پر دس سلام بھیجوں۔

۵۔ اِنَّ جِبْرَئِیْلَ اَتَانِیْ فَقَالَ مَنْ صَلّٰی عَلَیْکَ مِنْ اُمَّتِکَ وَاحِدَۃً صَلَّی اللّٰہُ عَشْرًا وَرَفَعَہٗ بِہَا عَشْرَ دَرَجَاتٍ

(معجم اوسط للطبرانی وسُنن سعید بن منصور)

جبرائیل میرے پاس آئے اور انھوں نے یہ پیغام پہنچایا کہ تمہارا جو اُمتی تم پر ایک صلوٰۃ بھیجے گا اللہ تعالےٰ اس پر دس صلواتیں بھیجے گا اور دس درجے بلند فرمائیگا۔

۶۔ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ ذُکِرْتُ عِنْدَہٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ وَرَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ عَلَیْہِ رَمَضَانُ ثُمَّ انْسَلَخَ قَبْلَ اَنْ یُّغْفَرَلَہٗ وَرَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ اَدْرَکَ عِنْدَہٗ اَبَوَاہُ الْکِبَرَ اَوْ اَحَدُھُمَا فَلَمْ یُدْخِلَاہُ الْجَنَّۃَ (ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ذلیل وخوار ہو وہ آدمی جس کے سامنے میرا ذکر آئے اور وہ اس وقت بھی مجھ پر صلوٰۃ یعنی درود نہ بھیجے اور اسی طرح ذلیل وخوار ہو وہ آدمی جس کے لیے رمضان (رحمت ومغفرت والا) مہینہ آئے اور اس کے گزرنے سے اس کی مغفرت کا فیصلہ نہ ہوجائے (یعنی رمضان کا مبارک مہینہ بھی وہ غفلت وخدا فراموشی میں گزار دے اور توبہ واستغفار کرکے اپنی مغفرت کا فیصلہ نہ کرالے) اور ذلیل ہو وہ آدمی جس کے ماں باپ یا دونوں میں سے کوئی ایک اس کے سامنے بڑھاپے کو پہنچیں اور وہ (ان کی خدمت کرکے) جنّت کا استحقاق حاصل نہ کرے۔

marfat.com

۷۔ عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُحْضُرُوْا فَحَضَرْنَا فَلَمَّا ارْتَقَى الدَّرَجَةَ قَالَ اٰمِيْنَ ثُمَّ ارْتَقَى الدَّرَجَةَ الثَّانِيَةَ فَقَالَ اٰمِيْنَ ثُمَّ ارْتَقَى الدَّرَجَةَ الثَّالِثَةَ فَقَالَ اٰمِيْنَ فَلَمَّا فَرَغَ نَزَلَ عَنِ الْمِنْبَرِ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ سَمِعْنَا مِنْكَ الْيَوْمَ مَا كُنَّا نَسْمَعُهٗ فَقَالَ اِنَّ جِبْرِيْلَ عَرَضَ لِيْ فَقَالَ بَعُدَ مَنْ اَدْرَكَ رَمَضَانَ فَلَمْ يُغْفَرْ لَهٗ فَقُلْتُ اٰمِيْنَ فَلَمَّا رَقِيْتُ الثَّانِيَةَ قَالَ بَعُدَ مَنْ ذُكِرْتَ عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْكَ فَقُلْتُ اٰمِيْنَ فَلَمَّا رَقِيْتُ الثَّالِثَةَ قَالَ بَعُدَ مَنْ اَدْرَكَ اَبَوَيْهِ الْكِبَرُ اَوْ اَحَدَهُمَا فَلَمْ يُدْخِلِ الْجَنَّةَ فَقُلْتُ ۔ اٰمِيْنَ

(رواہ الحکم فی مستدرک وقال صحیح الاسناد)

حضرت کعب بن عجرہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو فرمایا ۔ میرے پاس آؤ ۔ ہم لوگ حاضر ہوگئے جب منبر کے پہلے درجے پر آپ نے قدم رکھا تو فرمایا آمین ۔ پھر جب دوسرے درجے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا ۔ آمین ۔ اسی طرح جب تیسرے درجے پر قدم مبارک رکھا تو پھر فرمایا آمین ۔ پھر جو کچھ آپ نے فرمایا اس سے فارغ ہو کر منبر سے نیچے اُتر آئے تو ہم لوگوں نے عرض کیا ۔ یارسول اللہ آج ہم نے آپ سے ایک ایسی چیز سُنی ہے جو ہم پہلے کبھی نہیں سُنتے تھے تو آپ نے فرمایا ۔ جب میں منبر پر چڑھنے لگا تو جبرائیل امین آگئے انہوں نے کہا تباہ و برباد ہو وہ شخص جو رمضانِ پاک پائے اور اس میں بھی اس کی مغفرت کا فیصلہ نہ ہو جائے تو میں نے کہا آمین ۔ پھر جب میں نے منبر کے دوسرے درجے پر قدم رکھا تو انہوں نے کہا برباد ہو وہ شخص جس کے سامنے تمہارا ذکر آئے اور وہ اس وقت بھی آپ پر درود نہ بھیجے ۔ میں نے جواباً کہا آمین ۔ جب تیسرے درجے پر قدم رکھا تو انہوں نے

marfat.com

کہا بدبخت ہے وہ شخص جس کے ماں باپ یا ان دونوں میں سے ایک اس کے سامنے بوڑھے ہو جائیں اور وہ جنت کا مستحق نہ ہو جائے۔ میں نے اس پر بھی آمین کہا۔

۸۔ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْبَخِيْلُ الَّذِيْ مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ (ترمذی)

حضرت علی مرتضٰے رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اصلی کنجوس اور بخیل وہ آدمی ہے جس کے سامنے میرا ذکر آئے اور وہ مجھ پر درود شریف نہ بھیجے۔

۹۔ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْلَى النَّاسِ بِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلٰوةً (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ قیامت کے دن مجھ سے قریب ترین اور مجھ پر زیادہ حق رکھنے والا میرا وہ امتی ہوگا جو مجھ پر بکثرت درود شریف بھیجتا ہے۔

لَا يُمْكِنُ الثَّنَاءُ كَمَا كَانَ حَقُّهٗ

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

marfat.com

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۔ سورہ الحدید آیت ۳	وہی اوّل، وہی آخر، وہی ظاہر وہی باطن۔ وہی سب کچھ جانتا ہے۔

سورہ حدید کی اس آیۂ مبارکہ میں اللہ رب العزت جلّ مجدہ کی صفاتِ عالیہ کا ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ اوّل ہے ہر شے سے پہلے بے ابتداء ہے کہ وہ تھا اور کچھ نہ تھا، یہ تھا۔ تھی بھی نہ تھے اور وہ تھا۔ وہ آخر ہے ہر شے کے فنا ہو جانے کے بعد باقی رہنے والا۔ ہر شے فانی ہے، باقی تو صرف اسی کی ذات ہے۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ (سورہ رحمٰن: ۲۶)	کائنات میں جو کچھ ہے فنا ہونے والا ہے اور باقی تمہارے ربّ کی ذات ہے عظمت و بزرگی والی۔

جن، فرشتے۔ انبیا۔ اولیاء۔ اصفیا۔ غرضیکہ کل جہان اس کے فضل و کرم کا محتاج ہے۔ کوئی بھی اس سے بے نیاز نہیں ہے۔ عالم کا ذرّہ ذرّہ اس کے حضور سجدہ ریز ہے۔ کیونکہ وہ آخر ہے، باقی ہے۔ سارے جہانوں کی بادشاہی اسی کے لیے ہے ——— وہ ظاہر بھی ہے، دلائل و براہین سے اس کا وجود ثابت ہے۔ ہر شے پر غالب ہے، جو چاہتا ہے، جیسے چاہتا ہے کرتا ہے اس کے چاہے میں کوئی رکاوٹ نہیں بن سکتا۔ کیونکہ وہ مالک الملک ہے۔

marfat.com

فعال لما یرید ہے اور علیٰ کُلِّ شَیٔ قدیر اسی کی شان ہے۔

وہ باطن ہے۔ سُننے۔ سمجھنے۔ دیکھنے، سوچنے اور پرکھنے کی قوتیں اس کے ادراک سے اور وہم قیاس گمان اس کے حقیقی عرفان سے عاجز و درماندہ ہیں۔

وہ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ ہے۔ اس کے علم کی نہ ابتداء ہے نہ انتہاء۔ عالم الغیب والشہادہ صرف اور صرف اسی کی ذات ہے۔ اس کی صفتِ علم ازلی۔ ابدی۔ دائمی۔ ذاتی اور سرمدی ہے۔

حسن و جمال، فضل و کمال، قدرت و اختیار غرضیکہ ہر شئی اور ہر چیز کا وہی تنہا حقیقی مالک و مختار ہے۔ مخلوقات میں جس کسی کو بھی فضل و کمال اور قدرت و تصرف حاصل ہے۔ وہ اسی کی عطا ہی سے ہے اس کی مشیت کے خلاف بڑی سے بڑی شخصیت بھی ایک تنکا اِدھر سے اُدھر نہیں کرسکتی۔

ماسہ گھٹے نہ تِل بڑھے بن سائیں کی چاہ

لَا تحرک ذَرَّۃٌ اِلَّا بِاذنِ اللہ

تمام عظمتیں اور تعریفیں اسی کو سزاوار ہیں۔ یہ جہان اسی کی جلوہ گاہ ہے تصویر کی تعریف مصوّر کی تعریف ہے۔ عالمِ امکان کی کسی بھی چیز کی تعریف کیجیے، تعریف تو خالقِ دو جہاں ہی کی قرار پائے گی مگر اس خصوص میں بھی ہمارے رسولِ محترم، نبیٔ مکرّم آسمانِ نبوّت کے نیرّ اعظم ذات و صفاتِ خداوندی کے مظہرِ اتم۔ محبوبِ ربِّ دوجہاں قاسمِ علم و عرفان۔ ماحیٔ ظلم و طغیان۔ راحتِ قلوبِ عاشقاں۔ سرورِ کشورِ رسالت۔ رونقِ منبرِ نبوّت۔ چشمۂ علم و حکمت، نازشِ مسندِ امامت۔ غنچۂ رازِ وحدت۔ جوہرِ فردِ عزّت۔ ختمِ دورِ رسالت۔ شمعِ بزمِ ہدایت۔ مخزنِ اسرارِ ربّانی مرکزِ انوارِ رحمانی مصوّرِ فیوضِ یزدانی۔ قاسمِ برکاتِ صمدانی۔ سیّد المرسلین خاتم النبیین۔ رحمۃ للعالمین۔ شفیع المذنبین۔ سیّدِ عالم۔ نورِ مجسّم ہادیٔ سُبل ختم الرسل۔ محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ علیہ

marfat.com

التحیتہ والثناء کی عظمت و شان کی کیفیت یہ ہے کہ ؎

جس کے ہاتھوں کے بنائے ہوئے ہیں حسن و جمال

اے حسین تیری ادا اس کو پسند آئی ہے

شیخ محقق سیّد المحدثین حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی قدس سرہُ العزیز مدارج النبوۃ کے دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ سورہ حدید کی یہ آیت حمدِ الٰہی بھی ہے اور نعتِ نبی بھی۔ جن صفاتِ خداوندی کا اس آیت میں ذکر ہے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مظہر ہیں یعنی بقول علامہ اقبال ؎

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر

وہی قرآن وہی ایمان، وہی یٰس وہی طٰہٰ

(۱) حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اوّل بایں معنیٰ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے حضور کے نورِ پاک کو پیدا فرمایا۔ حضور فرماتے ہیں:

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ وَاَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ وَالْخَلْقُ کُلُّھُمْ مِنْ نُوْرِیْ (مدارج)	تمام مخلوقات سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا۔ میں اللہ کے نور سے ہوں اور ساری مخلوق میرے نور سے ہے۔

کائنات کا افتتاح حضور ہی کے نورِ پاک سے ہوا۔ یہ نور نہ ہوتا تو چمنِ دہر میں مہر و انجم کی ضیا نہ ہوتی۔ نہ بہاروں کی شمیمِ جانفزا، نہ کلیوں کا تبسّم ہوتا نہ غنچوں کی چٹک نہ پھولوں کی مہک، نہ ہواؤں کی دل افروزی، نہ بلبل کا ترنّم، نہ گلِ خنداں کی بہارِ دلکشا ——— مختصر یہ کہ اگر حضور نہ ہوتے تو نہ ہم ہوتے نہ آپ اور نہ یہ خطۂ پاک۔ ؎

نہ شمع جلتی۔ پھول کھلتے نہ دن نکلتا نہ رات ہوتی   جو یہ نہ ہوتے تو کچھ نہ ہوتا وجہِ کون و مکاں نہ ہوتا

marfat.com

حضور ہی کی ذاتِ اقدس نورِ الٰہی، نورِ اوّل، نورالانوار اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والے طیّب و طاہر روشن و منوّر نور ہیں۔

قَدْ جَاءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ (مدارج)

بے شک تمہارے پاس اللہ تعالےٰ کی طرف سے نور آیا۔[1]

اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا کہ کفارِ نورِ محمدی کو بجھانے کی کوشش کریں گے۔ لیکن اللہ تعالےٰ اس نور کی روشنی کو بجھنے سے محفوظ رکھے گا۔ اس نور کی روشنی بڑھتی ہی رہے گی۔ ظلمتیں بڑھ بڑھ کر پھونکیں مارتی رہیں گی لیکن چراغِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں ذرا بھی تھرتھراہٹ پیدا نہ کرسکیں گی۔

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ۔ (سورۃ الصف: ۸)

چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے مونہوں سے بجھادیں اور اللہ تو اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے خواہ کافر بُرا ہی مانیں۔

ع پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

اللہ تعالیٰ نے جہاں کا افتتاح اور بشریت کی ابتداء اور سلسلہ نبوت و رسالت کا آغاز صبحِ ازل کے نورِ یقین اور شامِ ابد کے ماہِ مبین خاتم الانبیاء علیہ التحیۃ والثناءؑ ہی کی ذاتِ ستودہ صفات سے فرمایا ؎

یہ عالمِ ہست و بود ہوتا نہ زندگی کا وجود ہوتا
جہاں کی تخلیق ہی نہ ہوتی جو حاصلِ دو جہاں نہ ہوتا

---

[1] مفسرین کرام نے نور سے مراد حضور کی ذات لی ہے۔ دیکھیے تفسیر کبیر صفحہ ۳۹۵ ج ۳ تفسیر ابن عباس صفحہ ۷۲ خازن ج ۱ صفحہ ۱۳۱ مدارک ج ۱ صفحہ ۱۴۰ روح المعانی ج ۶ صفحہ ۸۵ روح البیان ج ۱ صفحہ ۵۴۸ معالم التنزیل ج ۲ صفحہ ۲۳ درمنثور ج ۳ صفحہ ۱۳۲ مدارج النبوۃ۔ مواہب لدنیہ۔ زرقانی۔ شفاء ج ۱ صفحہ ۱ تفسیر جلالین تفسیر ابن جریر۔ امداد السلوک صفحہ ۱۸۵ از رشید احمد گنگوہی نشر الطیب صفحہ ۵ مصنفہ مولوی اشرف علی تھانوی

marfat.com

عظمتِ وجودِ سیدِ سرورکی معراج یہ ہے کہ آپ کو پیدا فرمانا مقصود نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ اپنا رب ہونا بھی ظاہر نہ فرماتا۔ چنانچہ حضرت مجدّد الفِ ثانی قیوم ربانی شیخ سرہندی قدس سرہ الربانی نے مکتوبات میں حدیثِ قدسی درج کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول سے فرمایا:

لَوْلَاکَ لَمَا اَظْهَرْتُ الرَّبُوْبِیَّةَ	کہ اگر تمہیں پیدا فرمانا منظور نہ ہوتا تو ہم اپنا رب ہونا بھی ظاہر نہ فرماتے۔
مکتوبات صد ۲۳۲ ج ۲	

یعنی ؎ تیرے سر کے سوا سجتا بھی کہاں لولاک لما کا تاج بھلا
اے صلِّ علیٰ یہ شان تری اے صاحبِ تخت و تاجِ نبی

رسولِ اوّل و آخر ہونا بھی حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعظم خصائص سے ہے اور آپ کے ان دونوں مناصب پر ایمان لانا ضروری ہے۔ دُنیا میں جس قدر انبیاء و مرسلین از آدم تا عیسیٰ علیہم السلام آئے وہ نبی و رسول ہی ہیں مگر کسی نے اوّل النبیین اور آخر النبیین ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ انبیاء سابقین پر اجمالی طور پر ایمان لانے کا مفہوم یہ ہی تھا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں لیکن حضور پر ایمان لانے کے لئے آپ کو صرف رسول ماننا ہی کافی نہیں ہے بلکہ آپ کی رسالت و نبوّت پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ آپ کے اس وصفِ خاص پر ایمان لانا بھی ضروری ہے کہ آپ رسولِ اوّل بھی ہیں اور رسولِ آخر بھی۔ چنانچہ حدیثِ قدسی میں ارشاد ہے:

قَالَ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی جَعَلْتُکَ اَوَّلَ النَّبِیِّیْنَ خَلْقًا وَّ اٰخِرَھُمْ بَعْثًا وَّجَعَلْتُکَ فَاتِحًا وَّ خَاتِمًا	اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدائش کے لحاظ سے تم کو سب نبیوں سے پہلا اور بلحاظِ بعثت سب سے آخر بھیجا۔ نبوّت کی ابتداء کرنے والا اور ختم کرنے والا تم ہی کو بنایا۔
(بزار و ابو نعیم، خصائص کبریٰ ج ۲ - صد ۱۹۷)	

marfat.com

آیۂ مبارکہ وَ اِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّيْنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ (سورۃ احزاب - ایت ۷) کی تفسیر میں حضور علیہ السلام نے فرمایا :

كُنْتُ اَوَّلَ النَّبِيِّيْنَ فِي الْخَلْقِ وَاٰخِرَهُمْ فِي الْبَعْثِ - (ابو نعیم و ابنِ جریر، کنز العمال ج ۶ صـ ۱۱۲)	مَیں پیدائش کے اعتبار سے سب سے پہلے اور باعتبارِ بعثت سب سے آخری نبی ہُوں ۔
كُنْتُ اَوَّلَ النَّاسِ فِي الْخَلْقِ وَاٰخِرَهُمْ فِي الْبَعْثِ (ابنِ سعد، کنز العمال ج ۶ صـ ۱۰۶)	مَیں سب انسانوں میں بلحاظ پیدائش پہلا ہُوں اور سب انبیاء میں باعتبار بعثت پچھلا ہُوں ۔

پس اوّلاً بالذات سب سے پہلے نبی حضور ہی ہیں ۔ مگر چونکہ اِس عالم کے لحاظ سے آپ کا ظہور آخر میں ہُوا ، اس لیے آپ آخرالانبیاء بھی قرار پائے ۔ مگر اس معنیٰ سے نہیں کہ آپ کو نبوّت سب سے آخر میں مِلی ، بلکہ اس معنیٰ سے کہ آپ کا ظہور سب سے آخر میں ہُوا ——— ورنہ منصبِ نبوّت کے لحاظ سے آپ کی ولادت سے قبل اور ولادت کے بعد چالیس سال کی عُمر مبارک سے پہلے اور اس کے بعد کے زمانہ میں کوئی فرق نہیں ہے اور آپ ہر دَور اور ہر حال میں نبوّت و رسالت سے متصف رہے ہیں اور ہیں ۔

چنانچہ شبِ معراج معنی اوّل و آخر کا ظہور ہُوا حضور امام ہوئے اور تمام انبیاء کرام از آدم تا عیسیٰ علیہم السّلام مقتدی ؎

نمازِ اقصیٰ میں تھا یہی سِر عیاں ہوں معنیٰ اوّل و آخر
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے

الغرض سب سے پہلے خلعتِ وجود سے مشرف ہونے والے اور سب سے پہلے وصفِ نبوّت سے متصف ہونے والے یوم میثاق سب سے پہلے بلیٰ کہنے والے قبر مبارک سے سب سے پہلے

marfat.com

اُٹھنے والے جنّت میں سب سے پہلے جانے والے سب سے پہلے جنّت کا دَروازہ کھلوانے والے عرصاتِ محشر میں بحضورِ ربّ سب سے پہلے سجدہ فرمانے والے اور اُمّت کی سب سے پہلے شفاعت فرمانے والے بھی حضور ہی ہیں۔ غرضکہ ہر موقع پر اوّل ہونے کا سہرا بھی حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم ہی کے سر پر ہے۔ علامہ اقبالؒ عرض کرتے ہیں ؎

خیمۂ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے
نبضِ ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

اگرچہ وجودِ عنصری کے لحاظ سے بظاہر سب سے پہلے ہونے والے رسُول حضرت آدم علیہ السّلام کی ذاتِ اقدس ہے، لیکن اولاً بالذات باعتبارِ خلق و اتصافِ نبوّت اوّلیت کا سہرا ہمارے ہی طیّب و طاہر مقدس رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کو حاصل ہے جس میں آپ کا کوئی سہیم و شریک نہیں ہے۔ حتیٰ کہ آپ کو اس وقت وصفِ نبوّت سے متصف کر دیا گیا تھا جب کہ آدم علیہ السّلام میں نفخِ روح بھی نہ ہُوا تھا۔ حدیثِ ترمذی میں فرمایا:

كُنْتُ نَبِيًّا وَّ آدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ، كُنْتُ نَبِيًّا وَّ آدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ (ترمذی)

مجھے اسوقت نبوّت مل گئی تھی جب کہ آدمؑ روح و جسم کے درمیان تھے۔ میں اس وقت نبوّت سے سرفراز ہو گیا تھا جبکہ آدم پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔

حدیث بالا کا یہ مطلب لینا درست نہیں ہے کہ حضور علیہ السّلام علمِ الٰہی میں نبی تھے۔ کیونکہ نبوّت ایک وصف ہے اور وصف کے لیے ذات کا ہونا ضروری ہے اب اگر ذاتِ نبوی کا ظہور ہی نہیں ہوا تھا تو وصفِ نبوّت سے کیسے سرفراز کیا گیا؛ ثانیاً مقام مقامِ مدح بھی ہے اور علمِ الٰہی میں تو سب انبیاء ہی نبی تھے، پھر آپ کی کیا تخصیص ہوئی اور آپ کی مدح کا پہلو کیا قرار پایا؟

marfat.com

ثالثاً حقیقت جب متعذر ہو یا کوئی قرینہ صارفہ ہو تو پھر مجازی معنیٰ لیتے ہیں اور یہاں حدیث کے حقیقی معنیٰ ترک کرنے کے لیے نہ کوئی قرینہ ہے اور نہ ہی کوئی مانع۔

رابعاً نبی کریم علیہ السلام نے خود تصریح فرمائی ہے کہ کُنْتُ اَوَّلَ النَّاسِ فِی الْخَلْقِ میں سب انسانوں میں بلحاظ پیدائش اوّل ہوں۔ اس لیے حدیث بالا کا حقیقی معنیٰ ہی لیا جانا اور ماننا ضروری ہے۔ لہٰذا حدیث بالا کا مفہوم صحیح یہی ہے کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت نبوّت سے نواز دیے گئے تھے۔ جبکہ آدم میں نفخ روح بھی نہ ہوا تھا یعنی خلعتِ نبوّت حضورؐ کو اس وقت پہنایا جا چکا تھا جبکہ ابوالبشر آدم علیہ السلام نے ابھی خلعت وجود بھی نہیں پہنا تھا۔ چنانچہ علامہ حافظ خفاجی علیہ الرحمہ شرح شفا میں فرماتے ہیں۔ حدیث کُنْتُ نَبِیًّا وَّ آدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ سے واضح ہوا کہ نبی علیہ السلام کو پیدائش آدم سے پہلے ہی نبوّت و رسالت سے حقیقتہً سرفراز فرما دیا گیا تھا اور جیسے صفتِ وجود میں آپ سے مقدم ہیں ایسے ہی صفتِ نبوّت میں بھی آپ سب سے مقدم و اوّل ہیں۔

(۲) حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم آخر بھی ہیں۔ سب سے آخر میں آپ کا ظہور ہوا۔ آپ کی ذاتِ اقدس پر دین کی تکمیل ہوئی۔ آپ کا دین اسلام بھی آخری دین ہے اور آپ پر نازل شدہ وحی (قرآن) بھی آخری ضابطہ حیات ہے۔ قیامت تک آپ کے ہی دین کو بقاء ہے۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ۔ (مائدہ : ۳)	آج ہم نے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تمہارے لیے اسلام کو بطورِ دین پسند کیا۔ اب

نہ کسی اور دین کی ضرورت ہے اور نہ شریعت کی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ مجھے اس کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر آج جناب موسیٰ علیہ السلام بھی

marfat.com

دُنیا میں ہوتے تو میری پیروی کے سوا ان کو گنجائش نہ ہوتی ـــــ مَا وَسِعَہٗ اِلَّآ اَنْ یَّتَّبِعَنِیْ۔

شبِ معراج جب حریمِ حق میں آپ کی رسائی ہوئی اور مقامِ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی میں آپ کی باریابی ہوئی تو اللہ عزّ وجل نے بکمال لُطف وکرم فرمایا۔

حَبِیْبِیْ یَا مُحَمَّدُ قُلْتُ لَبَّیْکَ یَارَبِّ قَالَ ھَلْ غَمَّکَ اِنْ جَعَلْتُکَ آخِرَ النَّبِیِّیْنَ قُلْتُ لَا یَارَبِّ قَالَ حَبِیْبِیْ ھَلْ غَمَّ اُمَّتَکَ اِنْ جَعَلْتُھُمْ آخِرَ الْاُمَمِ قُلْتُ لَا یَارَبِّ قَالَ بَلِّغْ عَنِّی السَّلَامَ وَ اَخْبِرْھُمْ اِنِّیْ جَعَلْتُھُمْ آخِرَ الْاُمَمِ۔ (کنز العمال ج ۲ ص ۱۱۲) ۱؎	اے میرے حبیب! میں نے عرض کی حاضر ہوں اے ربّ۔ ارشاد ہُوا اگر ہم تمہیں آخری نبی بنا دیں تو تم ناخوش تو نہ ہو گے میں نے عرض کی اے میرے رب نہیں۔ فرمایا اگر تمہاری اُمّت کو آخری اُمّت بنا دیں تو وہ ناخوش تو نہ ہو گی۔ میں نے عرض کیا نہیں اے پروردگار۔ فرمایا کہ اچھا تم اپنی اُمّت کو میرا سلام کہنا اور انہیں بتا دینا کہ میں نے انہیں آخری اُمّت بنا دیا ہے۔

پیچھے آنا ہے ترا ختمِ نبوّت کی دلیل
اور سایہ کا نہ ہونا تری یکتائی ہے

سورۂ احزاب میں فرمایا:

وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ (احزاب: ۴۰)	محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول اور تمام نبیوں کے خاتم ہیں۔

خاتم کے معنیٰ آخری رسُول کے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا میں عاقب ہوں۔

اَلَّذِیْ لَیْسَ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ اَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ۔	جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔ میں انبیاء کا خاتم ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

marfat.com

(خصائص کبریٰ ج ۲ صہ ۱۹۳)

حضرت جابر ابن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کے

بَيْنَ كَتِفَيْ آدَمَ مَكْتُوْبٌ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ۔	دونوں شانوں کے درمیان لکھا تھا محمد رسول اللہ خاتم النبیین۔
(خصائص کبریٰ ج ۱ صہ ۷)	
ذَهَبَتِ النُّبُوَّةُ وَبَقِيَتِ الْمُبَشِّرَاتُ (ابن خزیمہ)	نبوت تو ختم ہوئی البتہ مبشرات باقی ہیں۔
اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدْ اِنْقَطَعَتْ فَلَا نَبِيَّ وَلَا رَسُوْلَ بَعْدِيْ۔ (ابویعلیٰ۔ابن خزیمہ)	رسالت اور نبوت دونوں ختم ہوگئیں۔ اب میرے بعد نہ کوئی نبی ہوگا، نہ رسول۔

حدیثِ مسلم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد آخری مسجد ہے۔ مطلب حدیث یہ ہے کہ جیسے حضور آخری رسول ہیں۔ حضور کے بعد کوئی رسول نہیں۔ ایسے ہی انبیاء کرام کی تعمیر کردہ مساجد میں مسجد نبوی آخری مسجد ہے۔ چنانچہ دیلمی و بزاز کی حدیث سے اس امر کی مزید وضاحت ہوتی ہے۔

نبی علیہ السلام فرماتے ہیں :

اَنَا خَاتَمُ الْاَنْبِيَاءِ وَمَسْجِدِيْ خَاتَمُ مَسَاجِدِ الْاَنْبِيَاءِ	میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد انبیاء کی بنائی ہوئی مسجدوں میں آخری مسجد ہے۔

اس لیے انبیاء کرام کی بنائی ہوئی مسجدوں میں مسجد نبوی خاتم المساجد ہے۔

کتاب و سنت کی اِن تصریحاتِ جلیلہ سے واضح ہوا کہ حضور قصرِ نبوت کی آخری کڑی ہیں۔ قصرِ نبوت اپنے جملہ محاسن اور خوبیوں کے ساتھ مکمل ہوگیا۔ اس لیے ضروری ہوا کہ عالم کی ابتداء میں انبیاء کرام کی بعثت کی جو اطلاع دی گئی تھی، اس کی انتہا پر سلسلہ نبوت کے خاتمہ کا بھی اعلان کردیا جائے لہٰذا

marfat.com

نعمتوں کا اِتمام دین کا اکمال اور نبوّت و رسالت کا اختتام ہُوا۔ اللہ تعالےٰ کی سُنّت یہ ہے جب وہ کسی چیز کو ختم فرماتا ہے تو کامل ہی ختم کرتا ہے، ناقص نہیں ختم کرتا۔ نبوّت اپنے کمال کو پہنچ گئی، اس لیے یہ منصب ہی ختم کر دیا گیا۔ اب نہ کوئی رسول پیدا ہوگا نہ نبی نہ تشریعی اور نہ غیر تشریعی اور ظلی و بروزی کی لایعنی اصطلاح کا تو دین میں تصوّر ہی نہیں ہے۔ غرضکہ نبوّت کا ختم ہونا۔ خدائی نعمت کا اتمام اور دین کا انتہائی عروج و ارتقاء ہے جو بجائے خود اللہ تعالیٰ کی عظیم و جلیل نعمت ہے

اگر علم ازلی میں کچھ اور افراد کے لیے نبوت مقرر ہوتی تو حضور کی تشریف آوری کا زمانہ اور مؤخر ہو جاتا۔ لیکن چونکہ آپ سلسلہ انبیاء میں آخری رسول ہیں۔ اس لیے آپ کی آمد ہی اس وقت ہوئی۔ جبکہ جس قدر انبیاء کا آنا مقدر تھا۔ اس کا ایک ایک فرد آچکا۔ اب اگر آپ کے بعد بھی کسی کے لیے نبوت سے سرفرازی مان لی جائے، تو پھر آپ کو آخری نبی کہنا ایسا ہی ہوگا۔ جیسے درمیانی اولاد کو آخری اولاد کہنا اس لیے حضور خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ظہور کے بعد کسی کو نبی تسلیم کرنا آیت خاتم النبیین کا انکار اور کفر جلی ہے۔ ——— کتاب و سنت سے یہ امر بھی واضح ہے کہ انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم میں سے کسی نے بھی خاتم النبیین ہونے کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے ان انبیاء پر نازل شدہ کتاب اور صحیفوں میں ان انبیاء کو آخری رسول یا آخری نبی قرار دیا۔ بلکہ انبیاء سابقین کی سنت تو یہ رہی کہ وہ اپنے بعد دیگر انبیاء کرام خصوصاً حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا مژدہ سناتے رہے اور آپ کے فضائل و مناقب اور خصائص، اور آپ کے مرتبہ کی عظمت و رفعت کا ذکر کرتے رہے۔ چنانچہ شیخ الانبیاء حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام نے حضور کی بعثت کی دعا فرمائی اور حضرت مسیح کلمۃ اللہ عیسیٰ علیہ السلام کے نزدیک نبوت کا ایک نرض

ہی یہ قرار پایا کہ وہ یہ اعلان کر دیں کہ میں رسولِ محترم و مکرم کی تشریف آوری کی بشارت دینے آیا ہوں جن کا نامِ نامی اسمِ گرامی احمد صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔

ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دعائے خلیل و نوید مسیحا

انبیاء سابقین کا اپنے بعد خصوصاً حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی بشارت دینا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ انبیاء سابقین میں کوئی بھی حضور کے سوا خاتم النبیین نہ تھا۔ ان انبیاء میں اگر کوئی خاتم النبیین ہوتا تو شیخ الانبیاء حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام حضور کی بعثت کی دعا اور آخری مژدہ رسان حضرت مسیح کلمۃ اللہ اپنے بعد حضور کی آمد کی بشارت کبھی نہ دیتے۔ غرضیکہ حضور خاتم النبیین علیہ السلام کی تشریف آوری ہوئی ہی اس وقت جبکہ جس قدر انبیاء کرام مقدر تھے۔ ان کا ایک ایک فرد آچکا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کو خاتم النبیین کے منصب پر فائز کر کے سلسلہ نبوت ہی کو ختم فرما دیا اور حضور ہی کی شریعت کو آخری شریعت قرار دے دیا۔ لہٰذا اب قیامت تک فلاح و فوز کا ذریعہ اور وسیلہ صرف اور صرف ہمارے نبی مقدس رسول حضور خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات ہے۔۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کو خاتم النبیین ہونے کے ساتھ ساتھ رحمۃ للعالمین بھی بنایا جس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ رسول خاتم بذاتِ خود تمام جہانوں کے لیے رحمت و برکت ہیں اس لیے ختم نبوت سے رحمتِ الٰہی کا دروازہ بند نہیں ہوا بلکہ نبیِ رحمت کے ذریعہ نزولِ رحمتِ باری کو حیاتِ سرمدی ملی ہے۔ اس لیے اب قیامت تک رحمتِ باری و انوار و برکاتِ صمدی کا نزول ہوتا رہے گا۔ توحید کی شمع جلتی رہے گی، ایمان کے پھول کھلتے رہیں گے، انوار کی بارش ہوتی رہے گی۔ ایقان کا دریا بہتا رہے گا۔ حق و صداقت کے چراغ چمکتے رہیں گے۔ رشد و ہدایت کے تارے دمکتے رہیں گے۔ فکر کی تطہیر، دماغ کی تنویر۔ نفس کا تزکیہ اور روح

marfat.com

کی آسودگی کے سامان مہیا ہوتے رہیں گے۔ خاتم النبیین و رحمۃ للعالمین کے صدقہ اور طفیل بنی نوع انسان قیامت تک فیوض و برکاتِ الٰہیہ سے مستفید و مستنیر ہوتی رہیگی۔

الغرض ہمارے آقا و مولا آئے، نبیوں کے امام اور رسولوں کے خطیب آئے وہ آئے جو ہدایت کی ایسی شمع ہیں جس میں دھواں نہیں، رسالت کا ایسا پھول ہیں جس میں خار نہیں، ان کی تابش خاکِ پا غازہ رُئے قُدسیاں ہے اور ان کی صُورت حق نما آئینہ جمالِ کبریا ہے۔ وہ آئے اور تمام تر زیبائیوں اور رعنائیوں کے ساتھ آئے۔ نیابت بھی آپ پر ختم ہُوئی اور نبوّت بھی۔ معرفت بھی آپ پر ختم ہُوئی اور حکمت بھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم آئے تو مخلوقِ الٰہی کو حیاتِ سرمدی ملی۔ قلب و نگاہ کی تطہیر ہوئی۔ عظمتِ انسانیت کی تکمیل اور سرزمین بے آئین میں حکومتِ الٰہیہ کی تشکیل ہُوئی۔ ؎

آئے جو یہاں حبیبِ رحمٰن پیچھے ‏ لیعنی شہِ مُرسلانِ ذیشاں پیچھے
کیا منکروں کو اس میں جائے حجّت؟ ‏ فوج آگے رہا کرتی ہے سُلطان پیچھے

(۳) حضور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی ذاتِ اقدس ظاہر بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کو ایسا فرمایا کہ قرآن نے وضاحت کی کہ حضور کی دُنیا میں تشریف آوری سے قبل اہلِ کتاب حضور کے وسیلے سے فتح کی دُعا کیا کرتے تھے اور کفّارِ مکّہ کی تو کیفیت یہ تھی ——

يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ (سورۃ بقرہ آیت ۱۴۶)	اس نبی کو پہچانتے ہیں جیسا اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔

وجودِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلّم کے ظہور کا یہ عالم تھا کہ چاند اشارے سے دو ٹکڑے ہُوا۔ ڈوبا ہُوا سُورج پلٹ آیا۔ درختوں، جانوروں اور پتھروں نے آپ کو سجدہ کیا اور بزبانِ فصیح آپ کا کلمہ پڑھا۔ حضور فرماتے ہیں:

اِنِّیْ لَاَعْرِفُ حَجَرًا بِمَكَّةَ كَانَ يُسَلِّمُ	مَیں مکّہ کے اُس پتھر کو آج بھی پہچانتا ہوں

marfat.com

عَلَیَّ قَبْلَ اَنْ اُبْعَثَ اِنِّی لَاَ عْرِفُهٗ الْاٰنَ (مسلم)	جو بعثت سے قبل ہی مجھے سلام کہتا تھا۔

علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے خصائص کبریٰ میں اس مضمون کی حدیثیں ذکر کی ہیں۔ جنت کی ہر چیز پر، حوروں کی پیشانیوں پر، جنت کے درختوں اور ان کے پتوں پر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه کے الفاظ مسطور ہیں۔ جناب آدم علیہ السلام آنکھ کھولتے ہیں تو عرشِ اعظم پر اللہ کے نام کے ساتھ حضور کا نام لکھا ہوا پاتے ہیں۔ غرضکہ خطبات میں کلمہ میں، اذان و اقامت میں، عبادات میں، تمام اعمالِ خیر میں اور قلبِ مسلم میں آپ کا ہی ظہور رہے۔ علامہ اقبال عرض کرتے ہیں:

در دلِ مسلم مقامِ مصطفےٰ است　　آبروئے ما زِ نامِ مصطفےٰ است

(۴) حضور صلی اللہ علیہ وسلم باطن بھی ہیں۔ یہ ہی وجہ ہے کہ فکرِ انسانی حضور کے مرتبہ و مقام اور آپ کے فضل و کمال کے اظہار و بیان سے عاجز ہے۔ قرآن نے جہان کی نعمتوں اور اس کے ساز و سامان کو قلیل قرار دیا ہے، لیکن حضور کے خلقِ جمیل کو اور آپ کی ذات پر اللہ کے فضل و کرم کو عظیم بتایا ہے۔

اِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (سورۃ قلم آیت ۴)	بیشک آپ خلق عظیم والے ہیں۔
وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ عَظِیْمًا (سورۃ نساء آیت ۱۱۳)	اور اللہ کا آپ پر بڑا فضل ہے۔

جس سے اس امر کی نشاندہی ہوتی ہے کہ پیشگاہ الٰہی سے حضور کو وہ فضل و کمال اور مرتبہ و مقام عطا ہوا ہے جو انسان کی سرحدِ عقل سے ماوراء ہے۔ خود ان کا رب کریم انہیں مخاطب بنا کر فرماتا ہے کہ میں نے آدم کو صفی کے مرتبہ پر فائز فرمایا تو آپ کو خاتم النبیین کا اعزاز بخشا اور میں نے کوئی مخلوق ایسی پیدا نہیں کی جو مجھے آپ سے زیادہ عزت و

مَا خَلَقْتُ خَلْقًا اَكْرَمَ مِنْكَ عَلَیَّ (خصائص کبریٰ ج ۲ صہ ۱۹۳)	کرامت والی ہو۔

marfat.com

رسلِ ملائکہ کے سرخیل اور نوریوں کے شہنشاہ حضرت جرائیل امین علیہ السّلام بحضور نبوی عرض کرتے ہیں:۔

قَلَّبْتُ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا فَلَمْ اَجِدْ رَجُلًا اَفْضَلَ مِنْ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مَیں نے زمین کے مشرقوں اور مغربوں کو کھنگال ڈالا۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل کسی کو نہ پایا۔

اسی لیے غالب کو عرض کرنا پڑا کہ

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم
کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمد است

اور حکیم الامّت علامہ اقبالؒ عرض کرتے ہیں:

کس ز سرِ عبدہٗ آگاہ نیست — عبدہ جز سرّ الّا اللہ نیست
عبدہٗ از فہم تو بالاتر است — زآنکہ اوہم آدم وہم جوہر است

یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ علامہ اقبال کے یہ اشعار محض شاعرانہ تخیل پر مبنی نہیں ہیں بلکہ ایک حقیقتِ ثابتہ ہیں۔ جیسے خاتم النبیین ہونا حضور کا ایک خصوصی وصف ہے ایسے ہی صفتِ انبیاء میں آپ کا عبداللہ ہونا بھی ایک مقام ہے۔ یعنی آپ صرف معنیٰ ترکیبی کے لحاظ سے عبداللہ نہیں ہیں بلکہ انبیاء میں آپ کا عبداللہ ہونا بھی خاتم النبیین ہونے کی طرح ہے۔ بموجب حدیث مشکوٰۃ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی ہدایت کے لیے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر مبعوث فرمائے ہیں۔ جو اگرچہ سب کے سب عبدِ الٰہی ہیں مگر قرآن مجید میں بطورِ لقب صرف حضور ہی کی ذاتِ اقدس پر لفظِ عبداللہ کا اطلاق ہوا ہے۔ ارشاد باری ہے: فَلَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ اور حضور کا ارشاد ہے: اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ۔ مَیں عبداللہ ہوں اور خاتم النبیین۔ اس لیے آپ کے عبداللہ ہونے کی عظمت کا ادراک بھی فکرِ انسانی سے

marfat.com

بالاتر ہے اور لفظِ عبدُاللہ کی عظمت و رفعت کا اندازہ شیخِ اکبر محی الدین ابنِ عربی قدس سرہ العزیز کے اس مکاشفہ سے لگایا جاسکتا ہے جس میں آپ فرماتے ہیں ——

ایک مرتبہ مجھ پر مقامِ عبدیت سوئی کے ناکے کے برابر منکشف ہوا تو اس کی تاب نہ لا سکا قریب تھا کہ جل جاتا۔

۵ بارگاہِ الٰہی سے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو علم و معرفت کی دولت بھی عطا ہوئی ہے، اس لیے آپ علیم بھی ہیں۔ علومِ اوّلین و آخرین سے آگاہ اور ذات و صفاتِ الٰہی کے سب سے زیادہ عارف سورۂ نساء میں حضور کو مخاطب بنا کر فرمایا گیا۔

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (سورۂ نساء آیت ۱۱۳)	اور سکھا دیا آپ کو جو کچھ آپ نہ جانتے تھے۔

تو حضور تلمیذِ ربّ العالمین ہیں۔ شاگرد اُستاد کی قابلیت کا نمونہ ہوتا ہے۔ استاد کامل ہو تو شاگرد میں استاد کے علم و فضل کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ حضور فرماتے ہیں:

عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَعْلِیْمِیْ۔	مجھے میرے ربّ نے پڑھایا اور بہترین تعلیم دی۔
وَاَدَّبَنِیْ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَادِیْبِیْ	مجھے میرے رب نے آداب سکھائے اور بہترین آداب سکھائے

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعزازِ علمی کی کیفیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ فرما کر آپ کو بے مانگے شرحِ صدر کی دولت عطا فرمائی اور اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ فرما کر کتاب و حکمت سے آپ کے سینۂ اقدس کو ممتاز و مشرف فرمایا۔ آپ کے سینۂ مبارک کو چاک کیا گیا اور قلبِ مبارک کو سنہری طشت میں غسل دے کر

ثُمَّ مُلِئَ اِيْمَانًا وَّحِكْمَةً ثُمَّ اُعِيْدَ مَكَانَهٗ (خصائصِ کبریٰ ج ۲ ص۶۳)	ایمان و حکمت سے بھر کر سینۂ اقدس میں رکھ دیا گیا۔

marfat.com

یہ شقِ صدر بھی عجیب اندازِ دلنواز سے ہوا، نہ کوئی نشتر استعمال ہوا اور نہ تکلیف ہوئی اور نہ خون نکلا۔ حضرت انس رضؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کے سینہ مبارک میں شگاف کے سیئے ہوئے نشان دیکھے۔ کُنْتُ اَرٰی اَثَرَ الْمَخِیْطِ فِیْ صَدْرِہٖ

خصائص کبریٰ۔ ج ۲ صہ ۶۴۔

شرحِ صدر کی اسی کیفیت کو حضور سرورِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان فرمایا کہ میں نے اپنے ربِ کریم کو بہترین صورت (تجلی) میں دیکھا۔ پھر اللہ نے اپنا ہاتھ (یدِ قدرت) میرے سینے کے درمیان رکھا اور اس کی انگلیوں کی ٹھنڈک میرے قلب نے محسوس کی۔

فَعَلِمْتُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ (مشکوٰۃ باب المساجد)

تو میں نے اشیاء زمین و آسمان کو جان لیا۔

الغرض یہ شان و عظمت ہے طیب و طاہر سید و رہبر رسول کی کہ آپ رسول اوّل بھی ہیں اور رسولِ آخر بھی۔ آپ کی رسالت عالمگیر اور آپ کی نبوت جہانگیر ہے اور اب آپ کی اطاعت و اتباع کے بغیر نجات ناممکن ہے اور پاکستان کی حفظ و بقاء اور استحکام حضور ہی کے لائے ہوئے ضابطہ حیات دینِ اسلام کو دل و جان سے قبول کرنے اور عملی طور پر اُسے نافذ و جاری کرنے میں ہے۔

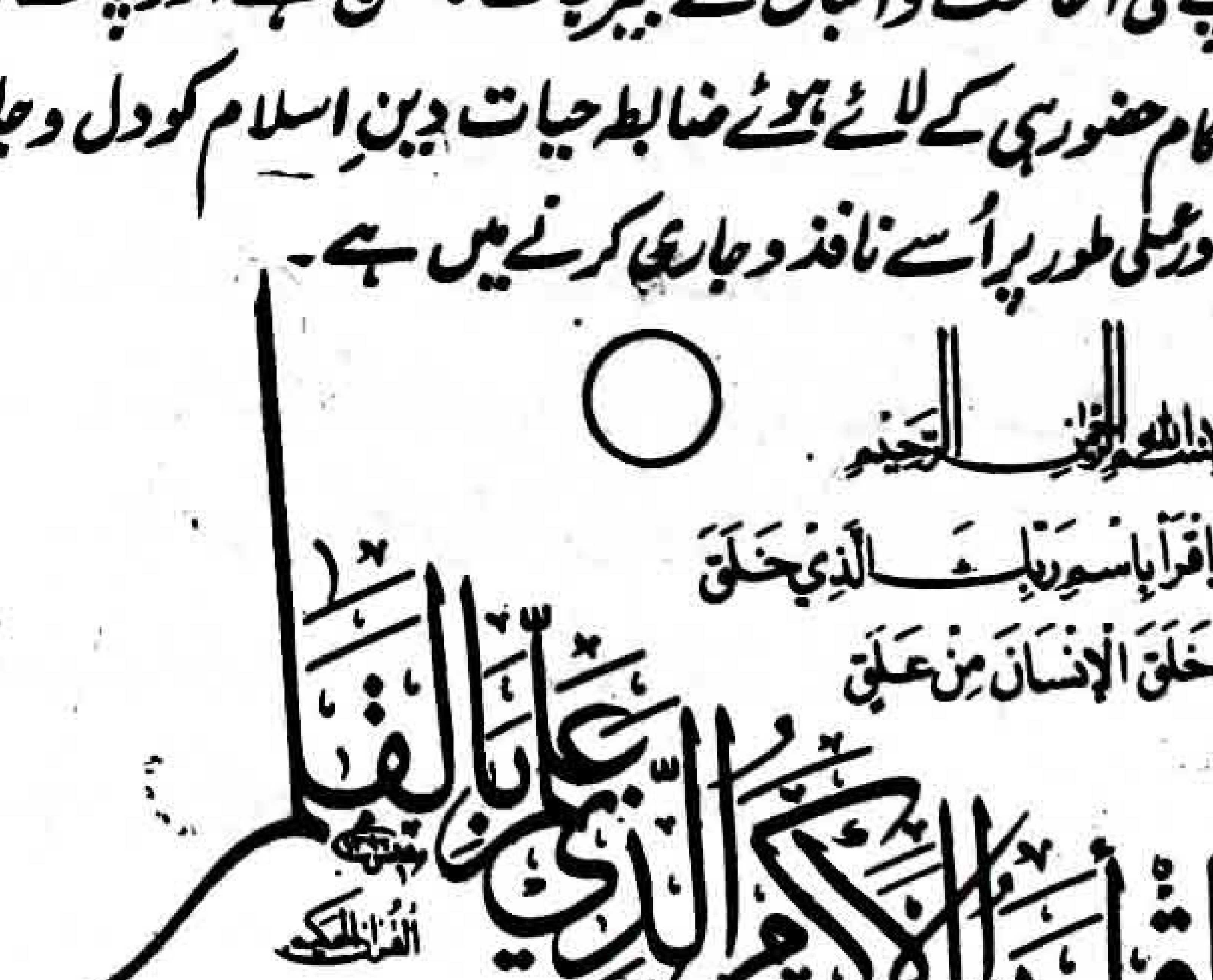

marfat.com

خیر البشر خیر الوریٰ صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ چمن دہر میں وہ رات بہت ہی مقدس ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی آخری وحی قرآن مجید کا نزول ہوا۔ ہزار ماہ کی عبادت و ریاضت اس ایک رات میں ہونے والی عبادتوں اور ریاضتوں سے سبقت لے گئی۔ صدیاں گذر گئیں۔ مگر اس رات کی برکتوں میں کوئی فرق پیدا نہیں ہوا۔ ہر سال جب لیلۃ القدر آتی ہے تو اپنے دامن میں وہی سعادتیں اور برکتیں بھر کر لاتی ہے جو اسے صدیوں پہلے وحی الٰہی کے نزول کے سبب مرحمت ہوئی تھیں۔ جب نزولِ قرآن کی رات کا یہ عالم ہے تو وہ صبحِ سعادت کیسی عظمتوں برکتوں اور سعادتوں کی حامل ہوگی۔ جس میں نیر برج ہدیٰ مہبط وحی خدا ختم خیلِ انبیاء سرچشمۂ حسن وضیاء، محبوبِ ذاتِ کبریا، خیر البشر و خیر الوریٰ حضرت محمد مصطفےٰ، علیہ التحیۃ والثناء نے صحن عالم میں جلوہ گری فرمائی۔ وہ ساعت ہمایوں جو دیوانِ قضا میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے لیے مقرر ہوئی۔ بلاشبہ بے شمار سعادتوں اور برکتوں کی گنجینہ ہے۔ جب وہ صبح بہار آتی ہے۔ جس میں جانِ کائنات اس دنیائے آب و گل میں رونق افروز ہوئے تو رحمتِ الٰہی اور عنایتِ ربانی کے صدابہار پھولوں کی بارش شروع ہو جاتی ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے عالمِ انسانیت کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے اس کی ہر نعمت اس کے لطف و کرم کی آئینہ دار ہے۔ قرآن مجید کی متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عطا کردہ نعمتوں کا ذکر کرنے اور ان پر شکرادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہ مژدہ بھی سنایا

marfat.com

ہے کہ ذکرِ نعمت اور شکرِ نعمت مزید نعمتوں کے حصول کا سبب ہے۔

اُذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيْدَنَّكُمْ

اے ایمان والو اللہ کی نعمتوں کا ذکر کرو اگر تم شکر کرو گے تو ہم اپنی مہربانیوں میں اضافہ کریں گے۔

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سب سے افضل و اکرم نعمت حضور نبی کریم علیہ السلام کی ذاتِ اقدس ہے اس نعمت بیکراں کی قدر و قیمت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس کے عطیہ پر اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر احسان جتایا ہے۔ سورہ آلِ عمران میں فرمایا:۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ج

(آل عمران ۱۶۴)

بے شک اللہ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا۔ جب کہ انہیں ان ہی میں سے ایک عظیم الشان رسول مبعوث فرمایا جو انہیں آیاتِ الٰہی سناتا ہے۔ انہیں پاک کرتا ہے اور کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت حضور ہی کی ذاتِ اقدس ہے جب عام نعمتوں کا ذکر اور ان پر شکر بجا لانا لازم ہے تو یقیناً اس ہستی مقدس کا ذکر بھی قومِ مسلم پر واجب ہے جو نہ صرف تمام نعمتوں کا سرچشمہ ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی مزید نعمتوں کے حصول کا ذریعہ اور وسیلہ ہے اب جس قدر نعمتیں حاصل ہوں گی۔ خواہ وہ مادی ہوں یا روحانی، دینی ہوں یا دنیوی، فانی ہوں یا باقی، آنی ہوں یا جاودانی سب حضور ہی کی برکت اور تصدق سے حاصل ہوں گی۔

۳: یہ بدیہی بات ہے کہ توحید کا ادراک وحدانیت کا عرفان احکامِ الٰہیہ کی تعلیم

marfat.com

عبادات ومعاملات کی تفہیم اور نظام الٰہی کی تبیین حضور ہی کی ذاتِ والا صفات کی مرہونِ منت ہے۔ حضور کی ذاتِ اقدس وہ نعمتِ عظمٰی ہے جو خود رحمتِ مجسم اور محبوبِ خدا ہے اور جس کے فیوض وبرکات کا نظارہ کرکے حکیم امت ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم کو کہنا پڑا۔ ؎

نگاہِ عشق ومستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسین وہی طٰہٰ

۴: یہ حقیقت بھی پیشِ نظر رہنی چاہیئے کہ ذکرِ الٰہی اور اطاعتِ الٰہی دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ اسی طرح ذکرِ رسول اور اتباعِ رسول بھی جداجدا حقیقتیں ہیں اور کتاب وسنت میں دونوں کے احکام بھی الگ الگ بیان ہوئے ذکرِ الٰہی وجہہ منفعتِ دین ودنیا اور باعثِ تسکین قلب ہے تو اس ہستی مقدس کا ذکر جمیل بھی روحانی ومادی نعمتوں کے حصول کا مرکز ہے۔ جس کی ذاتِ ستودہ صفات پر خود خالقِ کائنات درود وسلام بھیجتا ہے اور جو وجہہ تکوینِ کائنات اور سرچشمہ حسنات وبرکات ہے۔ جس کی صورتِ حق نما آئینہ جمالِ حق ہے اور جس کی تابشِ خاکِ پا غازۂ روئے قدسیاں ہے —— جس کی نبوت عالمگیر ہے اور جس کی رسالت جہانگیر ہے مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى جس کی شان ہے اور حریم کبریا جس کا مکان ہے۔ عرشِ بریں جس کا ایوان ہے اور جبرائیل امین جس کا دربان ہے جس کی اطاعت اطاعتِ یزدان ہے اور جس کا فعل فعل سبحان ہے۔ جس کی بیعت بیعتِ رحمان ہے اور جس کا اسوۂ تفسیرِ قرآن ہے۔ جس سے محبت روحِ ایمان ہے اور جس سے عقیدت ایمان کی جان ہے۔

۵۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا یہ عالم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کا اعزاز عطا فرما کر دنیا وآخرت میں آپ کے ذکر کو بلند

marfat.com

فرما دیا ہے۔ صحابی رسول حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ خطبات میں کلمہ میں آذان و اقامت میں ذکرِ خدا کے ساتھ ذکرِ مصطفےٰ بھی ہے۔ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِذَا ذُکِرْتُ ذُکِرْتَ مَعِی ۔ اور اے رسول جب میرا ذکر ہوگا تو تیرا بھی ذکر ہوگا۔

(خصائص کبریٰ سیوطی)

ابتدائی دور میں صحابہ کرام شمشیر بکف حضور کی حفاظت کے لیے پہرا دیا کرتے تھے۔ ایک رات صحابہ کرام حسب دستور پہرے میں تھے کہ سورہ مائدہ کی آیت واللہ یعصمک من الناس نازل ہوئی۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

اِنْصَرِفُوْا فَقَدْ عَصَمَنِیَ اللہُ ۔ لوگوں واپس ہو جاؤ میری حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لے لیا ہے۔

(ترمذی)

اگرچہ آیت کا شانِ نزول خاص ہے۔ مگر اس کا عموم و اطلاق یہ بتاتا ہے کہ جب جسمِ نبوی حفاظتِ خداوندی میں آگیا۔ تو ذات کے ساتھ صفات نبوی بھی اللہ کی حفاظت میں آگئے۔ پس جیسے قرآن حفاظتِ خداوندی میں آکر تحریف و تبدیل اور باطل کی آمیزش سے محفوظ و مصئون ہے اور ایک ابدی ضابطۂ حیات ہے تو ایسے ہی حضور کی ذات اقدس اللہ تعالیٰ کی نگہبانی کا اعزاز پاکر ہر عیب و نقص سے پاک طیب طاہر اور معصوم ہے۔ دین کا مرکز اور شریعتِ اسلامیہ کا ابدی منبع ہے اور حفاظتِ خداوندی میں آکر آپ کے قول و عمل اور سیرت و کردار کا باطل کی آمیزش سے پاک رہنا ضروری و لازمی ہے۔ آیت لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ میں حضور کے اسوہ مبارکہ کو زندگی کا لائحہ عمل بنانے کی تلقین کی گئی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس آیت پر اسی صورت میں عمل ممکن ہے۔ جبکہ آپ کی سیرت طیبہ اور اسوہ حسنہ قیامت تک محفوظ شکل میں موجود رہے۔

marfat.com

۶: حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کا احترام و اکرام اور آپ سے محبت و عقیدت سب فرائض سے اہم فرض ہے۔ سورہ توبہ میں اللہ تعالیٰ نے قوم مسلم کو حضور سے محبت رکھنے کا مکلف بنایا ہے۔ آپ سے محبت دین حق کی شرط اوّل ہے۔ اس میں اگر خامی ہو تو سب کچھ نامکمل ہے۔ یہ محبت خون کے رشتوں سے بالا ہے اور دنیا جہاں کی محبتوں پر آپ کی محبت کو غالب کر دینے کا نام اسلام ہے آپ کا ارشاد ہے۔

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ

تم کوئی بھی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے باپ اور اولاد اور سب آدمیوں سے زیادہ اسے پیارا نہ ہو جاؤں۔

صحیح بخاری کی ایک روایت میں نفسہ کے لفظ آئے ہیں۔ جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مومن وہی ہے جو اپنی جان سے بھی زیادہ حضور کو محبوب رکھے۔

عبادتِ الٰہی کی اہمیت محتاجِ بیان نہیں ہے۔ جن و انسان کی پیدائش کا مقصد عبادت ہی ہے۔ لیکن سورہ فتح کی آیت و تعزروہ وتوقروہ و تسبحوہ بکرۃ واصیلا میں رسولِ کریم کی تعظیم و توقیر کو عبادت سے پہلے ذکر کیا گیا۔ اس آیت میں سب سے پہلے اللہ اور رسول پر ایمان لانے کا حکم ہے۔ اس کے بعد حضور علیہ السلام کی تعظیم و توقیر کا حکم ہے۔ تیسرے درجہ پر عبادتِ خداوندی کا ذکر ہے۔ ایمان اور عبادت کے درمیان تعظیم رسول کا ذکر کر کے یہ بتایا گیا ہے کہ ایمان کے بغیر تعظیم رسول کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور تعظیم رسول کے بغیر عبادت کارآمد نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر اور آپ سے

marfat.com

محبت وعقیدت کے بغیر نہ عبادت مقبول ہے اور نہ کوئی نیک عمل باعث واجر و ثواب ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا معیار آپ کا اتباع اور آپ کی پیروی ہے۔ ارشادِ باری ہے

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

اے رسول محترم ان سے فرما دیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تمھیں اپنا محبوب بنالے گا۔

اس آیت سے واضح ہوا کہ محبتِ رسول کی علامت اتباعِ رسول ہے جو گروہ سنتِ رسول کا متبع ہوگا۔ وہی صحیح معنوں میں اللہ کا محبوب ہے لیکن قابلِ غور بات یہ ہے کہ کیا محض اتباع رسول معیارِ محبت ہے یا اس میں کوئی قید اور بھی ہے اگر مطلقاً اتباعِ رسول کو معیار قرار دیا جائے تو پھر وہ منافق۔ جو حضور کا بظاہر اتباع کرتے تھے اللہ کے محبوب قرار پا جائینگے۔ کیونکہ کتاب و سنت سے یہ واضح و ثابت ہے کہ منافقین بھی کلمہ پڑھتے۔ نمازیں ادا کرتے، زکوٰۃ دیتے اور جہاد میں شریک ہوتے تھے۔ حتیٰ کہ بخاری شریف کی حدیث میں یہاں تک تصریح ہے کہ آخر زمانہ میں ایک گمراہ قوم پیدا ہوگی جو قرآن پڑھے گی۔ مگر قرآن ان کے گلوں سے نیچے نہ اترے گا۔ سچے اور مخلص مسلمان ان کی نمازوں کے مقابلہ میں اپنی نمازوں کو حقیر جانیں گے تو اگر محض اتباعِ رسول کو معیارِ حب خدا و رسول مانا جائے تو منافقین باوجود بے دین ہونے کے اللہ کے محبوب قرار پا جائیں گے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ منافق ہرگز اللہ کا محبوب نہیں ہو سکتا۔ اس اشکال کی توضیح یہ ہے کہ بے شک اللہ کا محبوب بننے کے لیے اتباع واطاعتِ رسول ہی معیار ہے۔ مگر محض اتباع نہیں۔ وہ اتباع جو متبوع ومطاع کی عظمت ومحبت سے خالی ہو۔ وہ اتباع نہیں۔ صرف نقالی ہے۔ منافقین کی یہ ہی کیفیت تھی کہ وہ بظاہر

marfat.com

حضور کا اتباع کرتے تھے۔ مگر ان کے دل عظمت و محبتِ رسول سے خالی تھے۔ اس لیے وہ لاکھ اتباع کریں۔ اللہ کے محبوب نہیں بن سکتے اور فاتبعونی میں جو اتباع مطلوب ہے وہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کی عظمت اور آپ کی محبت کے نشہ میں مخمور و سرشار ہو کر آپ کا اتباع کیا جائے اور بتقاضائے عقیدت و ارادت آپ کی اطاعت اور آپ کے اسوہ حسنہ کو اپنایا جائے۔ الغرض مومن کامل بننے اور اللہ کا محبوب ہونے اور اسلامی نظام کے برکات و حسنات سے مستفید ہونے کی بنیادی شرط حضور علیہ السلام سے عقیدت و محبت اور آپ کی محبت میں سرشار و مخمور ہو کر آپ کی تعلیمات پر عمل کرنے میں ہے۔

۸: حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے منصبِ رسالت کو سمجھنے کے لیے یہ بنیادی بات ذہن نشین رہنی چاہیئے کہ آپ محض ایک قاصد، پیام بر، ایلچی۔ یا دنیاوی حاکموں کی طرح ایک حاکم اور بادشاہ ہرگز نہ تھے۔ آپ کے منصب کی یہ کیفیت بھی نہ تھی کہ کسی مجلسِ مشاورت نے آپ کو اسلامی ریاست کا راہ منتخب کر لیا تھا یا آپ از خود ذاتی حیثیت میں اس منصب پر فائز ہو گئے تھے۔ بلکہ آپ تو اللہ تعالیٰ کے خلیفہ اعظم نائب اکبر اور اس کی ذات و صفات کے مظہر اتم اور مامور من اللہ تھے اور ہیں۔ جیسے آپ کی نبوت وہبی ہے ایسے ہی آپ کے مناصب بھی عطیہ خداوندی ہیں۔ قرآن مجید کی متعدد آیات میں آپ کے منصبِ جلیل کا بیان ہے۔ اس امر کی تصریح ہے کہ حضور علیہ السلام مستقل طور پر مطاع۔ آمر۔ اور ناہی ہیں۔ آپ کی اطاعت کسی زمانہ کے ساتھ خاص نہیں۔ بلکہ آپ کی اطاعت ہی اطاعتِ خدا ہے۔ سورہ نساء میں فرمایا۔

مَنۡ يُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهَ

جس نے رسول کریم کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

سورہ نساء ہی میں یہ تصریح بھی ہے کہ تمام دینی و دنیوی معاملات میں آپکی

marfat.com

حاکمیت کو بدل وجان قبول کرنا مومن ہونے کے لیے لازمی شرط ہے۔ جو لوگ حضور علیہ السلام کی حاکمیت مطلقہ کو تسلیم نہیں کرتے۔ وہ مومن نہیں ہیں۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (نساء ۶۵)

اے رسول تمہارے رب کی قسم یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے۔ جب تک اپنے تمام معاملات میں تمہارا حکم نہ مان لیں۔ پھر جو کچھ آپ فیصلہ کریں۔ اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور دل سے آپ کے فیصلوں کو تسلیم کریں مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا

یہ رسول جو کچھ حکم دیں اسے لے لو، جس سے منع کریں۔ اس سے رُک جاؤ ——— سورہ اعراف میں فرمایا۔

يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰئِثَ (اعراف ۱۵۷)

وہ ان کو معروف کا حکم دیتا ہے اور منکر سے ان کو روکتا ہے اور ان کے لیے پاک چیزوں کو حلال کرتا ہے اور ان پر ناپاک چیزوں کو حرام کرتا ہے۔

سورہ اعراف اور سورہ حشر کی آیات میں امر و نہی اور تحلیل و تحریم کو حضور علیہ السلام کا فعل قرار دے کر آپ کے تشریعی اختیارات کو بیان کیا گیا ہے۔ ان آیات میں قرآن کے امر و نہی اور تحلیل و تحریم ذکر نہیں ہے۔ جس سے اس امر کی وضاحت ہوتی ہے کہ اللہ کی طرف سے امر و نہی اور تحریم و تحلیل صرف وہی نہیں ہے جو قرآن میں بیان ہوئی ہے بلکہ جو کچھ نبی کریم علیہ السلام نے حرام یا حلال قرار دیا ہے اور جس چیز کا حضور نے حکم دیا ہے یا جس سے منع فرمایا ہے وہ بھی قانون خداوندی کا ایک حصہ ہے۔ چنانچہ سورہ حشر میں فرمایا۔

marfat.com

اسی طرح سورہ نحل میں آپ کے شارح کتاب اللہ ہونے کے منصب کا بیان ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ (نحل ۴۴)

اور اے نبی یہ ذکر (قرآن) ہم نے تمھاری طرف اس لیے نازل کیا ہے کہ لوگوں پر واضح کردو اس تعلیم کو جوان کی طرف کی گئی ہے۔

سورہ جمعہ میں حضور کے اس منصب کا بیان ہے کہ آپ کا فرض صرف آیاتِ قرآنیہ کو سنا دینا ہی نہیں بلکہ نفوسِ انسانی کا تزکیہ اور قرآن و حکمت کی تعلیم دینا بھی ہے۔ الغرض مذکورہ بالا آیات سے آفتاب نیمروز کی طرح واضح و ثابت ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے حقیقی مفسر اور وحی الٰہی کے آخری شارح ہیں۔ آپ مرضی الٰہی کے ترجمان ہیں اور حق و باطل کا معیار ہیں دین کا مرکز اور شریعت کا محور ہیں۔ جسے آپ کی طرف سے سند قبولیت عطا ہوئی وہ معروف ہے اور جسے آپ نے رد فرمادیا وہ منکر ہے۔ آپ کی ذاتِ اقدس قیامت تک کے لیے روشنی کا مینار ہے۔

جب تک یہ بزم آب و گل باقی ہے افضل الرسل خاتم الانبیاء سرورِ کونین، رحمۃ العلمین کی سیرت مقدسہ بنی نوع انسان کے لیے نسخۂ کیمیا، اور شفاءِ کامل ہے۔ اسلام کا دائمی معجزہ اور حجتِ بالغہ قرآن کے بعد صرف صاحبِ قرآن ہی کا اسوہ حسنہ ہے۔ موجودہ عہدِ زوال میں ہماری صفوں میں اتحاد و اتفاق اور قومی یکجہتی پیدا ہوسکتی ہے تو اس کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ ہم اسوۂ رسول کی پیروی کریں ہمارے دلوں کی دنیا عشقِ رسول سے منور و تاباں ہو۔ ہماری شوکت و عظمت کا راز بلاشبہ اسوۂ رسول کے اتباع میں ہے اور ہماری قومی یکجہتی کی سب سے مضبوط بنا عشقِ رسول ہی ہے۔

---

marfat.com

ثنائے کارہائے وظیفہ

حضور سے محبّت

حضور نورِ مجسّم سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبّت و عقیدت ایمان بلکہ ایمان کی جان ہے۔

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ہ

تم میں کوئی مومن نہیں ہوسکتا۔ جب تک کہ وہ اپنے ماں باپ، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ مجھے محبوب نہ جانے۔

نیز فرمایا جن میں یہ تین خوبیاں ہوں گی وہ ایمان کی حلاوت کو پالیں گے۔ اوّل یہ کہ اللہ و رسول کی محبّت سب سے زیادہ ہو۔ دوم یہ کہ اللہ کے لیے دوستی اور دشمنی رکھتا ہو۔ سوم یہ کہ کفر و شرک کو اتنا بُرا جانے جس طرح آگ میں ڈالے جانے کو بُرا جانتا ہے (بخاری)

مسلم شریف کی حدیث کا مضمون ہے۔ ایک شخص بحضور نبوی حاضر ہوا۔ عرض کی یارسول اللہ قیامت کب آئیگا۔ آپ نے فرمایا تُو نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے۔ عرض کی :۔

یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مَا اَعْدَدْتُ لَھَا کَثِیْرَ صَلٰوۃٍ وَّلَا صَدَقَۃٍ اِلَّا اِنِّیْ اُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ قَالَ اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ (مسلم)

یارسول اللہ میں نے اس کے لیے نہ تو کوئی زیادہ نمازیں پڑھی ہیں اور نہ ہی کوئی صدقہ وغیرہ زیادہ کیا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے

marfat.com

محبت رکھتا ہوں ـــــ حضور علیہ السلام نے فرمایا تو قیامت کے دن انہیں کے ساتھ ہوگا جن سے تو نے محبت کی ہے ۔

منزل ملی مُراد ملی مُدعا ملا ۔۔۔ مِل جائیں گر حضور تو سمجھو خُدا ملا

نوری شمعیں

امام ابو نعیم حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت حسن علیہ السلام سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت محبت تھی۔ ایک مرتبہ حضرت حسن علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھے۔ رات ہو گئی، تاریکی چھا گئی۔ حضور نے فرمایا۔ حسن جاؤ اپنی والدہ کے پاس، ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کہتے ہیں۔ میں نے عرض کی، سرکار انہیں میں پہنچا آؤں۔ فرمایا نہیں۔

فَجَاءَتْ بَرْقَةٌ مِّنَ السَّمَاءِ مَشٰى فِي ضَوْئِهَا حَتّٰى بَلَغَ اِلٰى اُمِّهٖ (خصائص کبریٰ صفحہ ۸ ج ۱)

سُبحان اللہ! دُنیا کے بادشاہ بجلی کے بلب جلا کر روشنی کرتے ہیں اور وہ بجلی کے محتاج ہیں مگر حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی نرالی شان ہے۔ یہاں ان مادی شمعوں کی ضرورت ہے نہ کسی برقی قوت کی، یہاں تو قدرت انتظام کرتی ہے اور آپ کے فرزندوں کے لیے قدرتی شمعیں روشن ہوجاتی ہیں۔

صحابہ کی لاٹھیاں

امام ابو نعیم ابو سعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ اندھیری رات میں جب صحابہ کرام مسجدِ نبوی سے اپنے گھروں کو جاتے تو صحابہ کرام کی لاٹھیاں شمع بن جایا کرتی تھیں اور ان کی روشنی میں صحابہ تاریک راستوں کو طے کرتے تھے۔ ایک صحابی ابو سعید خدری کہتے ہیں :-

كَانَتْ لَيْلَةٌ مَّطِيْرَةٌ فَلَمَّا خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرَقَتْ بَرْقَةٌ (خصائصِ مصطفیٰ ج ۲ ص۲۷، ملخص)

marfat.com

اندھیری رات میں جب حضور مسجد کی طرف تشریف لے جاتے تو آسمان سے چمک پیدا ہوتی اور اس کی روشنی میں راستہ صاف نظر آنے لگتا۔

یہ تو ظاہر ہی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم منور اور آپ کا چہرۂ اقدس اس قدر روشن تھا کہ جیسے جہانگیر تاریکی میں آفتاب طلوع کر رہا ہے۔ آپ کے جسم شریف کی چمک دمک سے دیواریں روشن ہو جاتی تھیں۔ آپ کے تبسّم کے وقت دندانِ مبارک سے وہ نور چھنتا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ اس روشنی میں اپنی گم شدہ سوئی تلاش کر لیتی تھیں۔ خود حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :۔

كَانَّ الشَّمْسَ تَجْرِیْ فِیْ وَجْهِهٖ (حجۃ اللہ علی العالمین ص ۶۷۹)

اِذَا ضَحِكَ يَتَلَأْلَؤُا الْجُدُرُ (حوالہ مذکور)

گویا آفتاب چہرۂ اقدس میں رواں ہے۔ جب آپ تبسّم فرماتے تو دندانِ مبارک کے نور سے دیواروں پر روشنی چھا جاتی۔

اس لیے ان شمعوں کا روشن ہونا اور آسمان سے چمک کا پیدا ہونا صرف اعزاز و اکرامِ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا کے لیے تھا۔

جن کے گچھّے سے لچھّے جھڑیں نور کے
ان ستاروں کی نزہت میں لاکھوں سلام

جنّت کا چشمہ

جب مہاجرین مکّہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے، یہاں پانی شور تھا، مہاجرین کو پسند نہ آیا۔ بنی غفار کے ایک آدمی کی ملک میں ایک شیریں چشمہ تھا جس کا نام رومہ تھا۔ وہ اس کنوئیں کی ایک مشک نیم صاع میں فروخت کیا کرتے تھے۔ حضور مالکِ جنّت محبوبِ رب العزت جل مجدہٗ نے اس شخص سے فرمایا :۔

بِعْنِيْهَا بِعَيْنٍ فِى الْجَنَّةِ

یہ چشمہ ۔ ۔ ۔ ۔ اتھ چشمۂ جنّت کے عوض بیچ ڈال

انہوں نے عرض کی حضور میری معاش اسی چشمہ سے وابستہ ہے۔ میرے بال بچے اسی چشمہ کی آمدنی سے پرورش پاتے ہیں۔ مجھ میں طاقت نہیں ہے۔ یہ خبر حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کو پہنچی، آپ نے چشمہ کے مالک کو راضی کر لیا اور اس کو ۳۵ ہزار روپے میں خرید لیا۔ پھر خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے۔ عرض کی حضور اگر میں اس چشمہ کو خرید کر وقف کر دوں تو کیا سرکار مجھے بھی اس کے عوض جنت کا چشمہ عطا ہوگا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ ہاں! عرض کی میں نے بیر رومہ خرید لیا ہے اور مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا ہے۔ (طبرانی)

قابلِ غور بات یہ ہے کہ حضور علیہ السلام جنّت کے چشمہ کے عوض بیرِ رومہ کو خرید رہے ہیں۔ سب جانتے ہیں۔ خرید و فروخت میں ملکیت شرط ہے۔ جو چیز آپ کی ملکیت نہیں اس کو آپ کیونکر بیچ سکتے ہیں۔ مگر یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے کہ اللہ نے جنّت کے چشمے بھی آپ کی ملکیت میں دے دیئے ہیں۔ اسی لیے اہلِ سُنّت حضور کو مالکِ جنّت کہتے ہیں۔ اقبال نے شاید اسی حدیث کو پڑھ کر یہ شعر کہا تھا ؎

تعجّب کی جا ہے کہ فردوسِ اعلیٰ   بنے کے خدا اور بَٹے محمدؐ

مالکِ جنّت کون؟

اس کے علاوہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ سے جو حدیث اس باب میں مروی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

اِشْتَرٰی عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانٍ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْجَنَّۃَ مَرَّتَیْنِ یَوْمَ رُوْمَۃَ وَیَوْمَ جَیْشِ الْعُسْرَۃِ (رواہ الحاکم و ابن عدی)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

marfat.com

سے دو مرتبہ جنّت خریدی - بیرِ رومہ کے دن اور جیشِ عسرہ کے دن -

واضح ہو کہ جنّت وہی بیچ سکتا ہے جو جنّت کا مختار ہو یا مالک کی طرف سے اس کو اس میں تصرّف کرنے کی اجازت بھی ہو - یہ حدیث بتاتی ہے کہ نبی کریم مالکِ جنّت ہیں - چنانچہ اس سے زیادہ واضح الفاظ ذیل کی حدیث کے ہیں - جس میں حضور علیہ السلام نے طلحہ کو مخاطب کر کے فرمایا :-

لَكَ الْجَنَّةُ عَلَيَّ يَا طَلْحَةُ غَدًا (ابونعیم)

طلحہ کل تمہارے لیے جنّت میرے ذمّہ پر ہے

بتایئے ! جنّت کا ذمّہ کیا وہ لے سکتا ہے جو بالکل بے اختیار ہو ؟ اسی حدیث سے سیّدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کا جنّتی ہونا بھی ثابت ہے - چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم خود حضرت عثمانِ غنی کی اس فضیلت کے معترف تھے - جب ان سے حضرت عثمان کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا :-

ذَالِكَ اِمْرَءٌ يُدْعٰى فِي الْمَلَاءِ الْاَعْلٰى ذُوالنُّوْرَيْنِ كَانَ خَتَنُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى بِنْتَيْهِ ضَمِنَ لَهٗ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ (ابونعیم)

عثمان وہ ہیں کہ بزمِ اعلیٰ میں ذوالنّورین پکارے جاتے ہیں - حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دو صاحبزادیوں کے شوہر ہوئے - حضور نے ان کے لیے میں ایک مکان کی ضمانت فرمائی ہے -

یہ بیان سیّدنا علی مرتضیٰ کا ہے - اب ان لوگوں پوچھئے جو عثمانِ غنی جیسی مکرم معظّم شخصیت کی شانِ اعلیٰ کو گھٹاتے ہیں اور محبّانِ علی ہوتے ہوئے بھی علی کی بات نہیں مانتے -

شرحِ صدر | وہ موسیٰ کلیم اللہ تھے جنہوں نے جنابِ باری میں شرحِ صدر

marfat.com

کی دعا کی تھی اور ان کے مانگنے پر انہیں یہ دولت مل گئی اور یہ حضور ہیں۔ اللہ کے محبوب ہیں اور سب کے مطلوب ہیں۔ ان کا اعزاز و اکرام یہ ہے کہ بن مانگے فرمایا جاتا ہے :۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ

محبوب ہم نے تمہارا سینہ تمہارے لیے نہیں کھول دیا

یہ شرحِ صدر ہی کا نتیجہ تھا کہ حضور کا سینہ علم و معرفت کا سمندر، علومِ اولین و آخرین کا خزینہ، سماوی انوار و تجلیات کا مخزن اور معارفِ رحمانیہ کا چشمہ بن گیا۔

شرحِ صدر کی اسی کیفیت کو خود حضور نے یوں بیان فرمایا :۔

" میں نے اپنے ربِ کریم کو بہترین صورت (تجلی) میں دیکھا پھر اس نے اپنا ہاتھ (یدِ قدرت) میرے سینہ کے درمیان رکھا۔ اس کی انگلیوں کی ٹھنڈک (اثر) کو میرے قلب نے محسوس کیا۔ فَعَلِمْتُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور میں نے اشیائے زمین و آسمان کو جان لیا۔" (مشکوٰۃ شریف، باب المساجد) ؎

تیرے تو وصف عیبِ تناہی سے ہیں بَری
حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے

اے خاصۂ خاصانِ رُسل وقتِ دُعا ہے
اُمت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے
جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے

marfat.com

حضور علیہ السلام کے علم کی وسعت

قرآن مجید کی آیت اِنَّ اللّٰہَ عِنۡدَہٗ عِلۡمُ السَّاعَۃِ الخ سے یہ مطلب نکالا جاتا ہے کہ امورِ خمسہ (جس میں قیامت بھی داخل ہے) کا علم اللہ تعالےٰ کے ساتھ خاص ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان امور کا علم کسی کو عطا نہیں فرمایا

تو اس کے متعلق عرض ہے آیت کا مفہوم یہ ہے کہ پانچ باتیں ایسی ہیں جن کا علمِ حقیقی خدا کے سوا کسی کو نہیں ہے اور وہ یہ ہیں (۱) قیامت کا وقت (۲) بارش کب ہوگی (۳) پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی (۴) کل یہ کیا کرے گا (۵) اور کس زمین میں مرے گا ——— لہٰذا ضروری ہے کہ دیانتداری کے ساتھ دلائل شرعیہ پر نظر رکھتے ہوئے غور کیا جائے کہ اس آیت کا صحیح مطلب کیا ہے۔

۱۔ یہ پانچ غیب کی باتیں ایسی ہیں جن کو اللہ تعالےٰ کسی کو بتانے پر قادر نہیں ہے اگر یہ مطلب لیا جائے تو عقلاً و نقلاً باطل ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ ہر ممکن پر قادر ہے وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ہ لہٰذا اگر یہ مان لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ ان پانچ امورِ غیبیہ پر کسی کو مطلع کرنے پر بھی قادر نہیں ہے۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار ہوگا جو یقیناً کفر ہے۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ ان امورِ غیبیہ پر کسی کو مطلع کرنے پر قادر ہے۔

۲۔ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے مطلع کر دینے اور بتا دینے سے بھی کوئی ان غیب کی باتوں پر مطلع نہیں ہوتا تو ایسا کہنا غلط ہے کیونکہ جب اللہ تعالےٰ نے کسی چیز کا علم عطا فرما دیا تو وہ شخص اس چیز کا عالم ہو گیا۔ عالم کو جاہل کہنا بھی درست نہیں۔

۳۔ یہ کہ اللہ تعالیٰ غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا تو یہ بھی غلط ہے اور ایسا کہنا قرآن و حدیث کی متعدد نصوص کا انکار کرنا ہے جو کفر ہے۔ کیونکہ قرآن پاک میں ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے غیب پر اپنے برگزیدہ رسولوں کو مطلع کرتا ہے۔ وہ آیت یہ ہے۔ فَلَا یُظۡہِرُ عَلٰی غَیۡبِہٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارۡتَضٰی مِنۡ رَّسُوۡلٍ جس سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مخصوص رسولوں کو غیب پر مطلع فرماتا ہے۔

marfat.com

اب ہم ان احادیث کو بھی پیش کر دیں جن سے یہ واضح ہوگا کہ حضور علیہ السلام کو "امور خمسہ" کا علم بھی عطا ہوا۔ چنانچہ بخاری شریف کتاب بَدْءِ الْخَلْقِ وَ ذِكْرِ الْاَنْبِيَاءِ میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدائے آفرینش سے تا قیام قیامت کی خبر دے دی۔ حتیٰ کہ اہل جنت جنت میں اور اہل دوزخ دوزخ میں پہنچ گئے یعنی از روز اول تا قیام قیامت ایک ایک ذرہ کی خبر حضور علیہ السلام نے دے دی مسلم شریف کے الفاظ یہ ہیں۔

۱۔ فَاَخْبَرَنَا بِمَا هُوَ كَائِنٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ (مشکوٰۃ باب المعجزات)	ہم کو حضور علیہ السلام نے تمام ان واقعات کی خبر دے دی جو قیامت تک ہونے والے ہیں۔

ظاہر ہے کہ جب حضور علیہ السلام نے قیامت تک کے تمام ہونے والے واقعات بیان فرما دیئے تو اب کیسے ممکن ہے کہ آپ کو قیامت کا علم نہ ہو۔ کیونکہ دنیا ختم ہوتے ہی قیامت ہے اور حضور علیہ السلام کو یہ علم ہے کہ کون سا واقعہ کس کے بعد ہوگا تو جو آخری واقعہ ارشاد فرمایا وہی دنیا کی انتہا ہے اور قیامت کی ابتدا تو اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام کو قیامت کے وقت کا علم ہے۔

۲۔ ترمذی بَابُ الْعَلَامَاتِ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ فتنہ یاجوج ماجوج کے بعد اللہ تعالیٰ عالم گیر مینہ بھیجے گا۔

مشکوٰۃ باب لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ اِلَّا عَلٰى اَشْرَارِ النَّاسِ حضور علیہ السلام نے فرمایا جب سب لوگ مر جائیں گے تو بارش ہوگی جس سے آدمیوں کے جسم بحال ہو جائیں گے دیکھئے بارش کب آئے گی؟ اس کی خبر حضور علیہ السلام سینکڑوں برس پہلے دے رہے ہیں۔

۳۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امام مہدی کے پیدا ہونے کی اطلاع دی۔ اس سے واضح ہوا کہ حضور علیہ السلام کو لڑکا ہونے کی خبر اس وقت سے ہے جب نطفہ بھی باپ کی پیٹھ میں نہیں۔ ایسے ہی حضور علیہ السلام نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے پیدا ہونے کی اطلاع دی۔ مشکوٰۃ شریف۔

۴۔ کل کی بات کی اطلاع اس حدیث سے ثابت ہو رہی ہے جس میں حضور علیہ السلام نے

marfat.com

قیامت تک ہونے والے واقعات بیان فرما دیے۔ نیز بوقت جنگِ خیبر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کل ہم فوج کا نشان ایسے شخص کو دیں گے جس کے ہاتھ پر خیبر فتح ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا یہ کل کی خبر حضور علیہ السّلام نے دی۔

۵۔ خود اپنی وفات شریف کے متعلق حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ معاذ قریب ہے کہ اس سال کے بعد ہماری تمہاری ملاقات نہ ہو اور تم میری اس مسجد اور قبر پہ گذرو۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

عَسٰی اَنْ تَلْقَانِیْ بَعْدَ عَامِیْ هٰذَا وَلَعَلَّكَ اَنْ تَمُرَّ بِمَسْجِدِیْ هٰذَا وَقَبْرِیْ

اس حدیث میں حضور علیہ السلام نے نہ صرف اپنی وفات کی اطلاع دی۔ بلکہ اپنی وفات کی جگہ اور قبر مبارک کی جگہ بھی بتا دی۔ بہرحال اس قسم کے مضمون کی حدیثیں ہیں جو اس امر پر دال ہیں کہ حضور سیّد عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ عزوجل نے ان پانچ باتوں کا علم بھی عطا فرمادیا ہے۔

حضرت عبد الرحمٰن بن عائش سے روایت ہے کہ حضور سید عالم نورِ مجسم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

رَاَیْتُ رَبِّیْ عَزَّ وَجَلَّ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَةٍ قَالَ فِیْمَا یَخْتَصِمُ الْمَلَاُ الْاَعْلٰی قُلْتُ اَنْتَ اَعْلَمُ قَالَ فَوَضَعَ كَفَّهٗ بَیْنَ كَتِفَیَّ فَوَجَدْتُ بَرْدَهَا بَیْنَ ثَدْیَیَّ فَعَلِمْتُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَتَلَا وَكَذٰلِكَ نُرِیْ اِبْرَاهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِیَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ ۞ مشکوٰۃ ص ۶۹

میں نے اپنے رب کو بہترین صورت میں دیکھا۔ رب عزوجل نے فرمایا (اے محمد) ملائکہ مقربین کس بات میں جھگڑا کرتے ہیں۔ میں نے عرض کی مولا۔ تو ہی خوب جانتا ہے۔ حضور نے فرمایا۔ پھر میرے رب نے اپنی رحمت کا ہاتھ میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھ دیا۔ میں نے اس کے وصولِ فیض کی سردی اپنی

marfat.com

دونوں چھاتیوں کے درمیان پائی۔ پس مجھے ان تمام چیزوں کا علم ہو گیا جو کہ آسمانوں اور زمینوں میں تھیں اور حضور نے اس کے حال کے مناسب یہ آیت تلاوت فرمائی

وَكَذٰلِكَ نُرِيْ اِبْرَاهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الخ

یعنی ایسے ہی دکھاتے ہیں ہم حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو ملک آسمانوں اور زمینوں کے تاکہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہوں۔

حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:-

قَالَ ابْنُ حَجَرٍ اَیْ جَمِیْعُ الْکَائِنَاتِ الَّتِیْ فِی السَّمٰوٰتِ بَلْ وَمَا فَوْقَهَا کَمَا یُسْتَفَادُ مِنْ قِصَّةِ الْمِعْرَاجِ وَالْاَرْضِ هِیَ بِمَعْنَی الْجِنْسِ اَیْ جَمِیْعُ مَا فِی الْاَرْضِیْنَ السَّبْعِ بَلْ مَا تَحْتَهَا کَمَا اَفَادَهٗ اَخْبَارُهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ عَنِ الثَّوْرِ وَالْحُوْتِ الَّذِیْنَ عَلَیْهِمَا الْاَرْضُوْنَ کُلُّهَا یَعْنِیْ اِنَّ اللّٰهَ اَرٰی اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَکَشَفَتْ لَهٗ ذٰلِکَ فَتَحَ عَلَیَّ اَبْوَابُ الْغُیُوْبِ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ ما فی السمٰوٰت آسمانوں بلکہ اس سے بھی اوپر کی تمام کائنات کا علم مراد ہے جیسا کہ قصہ معراج سے مستفاد ہے اور ارض بمعنی جنس ہے یعنی وہ تمام چیزیں جو ساتوں زمینوں میں بلکہ ان سے بھی نیچے ہیں۔ وہ سب حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو گئیں جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ثور وحوت کی خبر دینا۔ جن پر سب زمینیں ہیں اس کو مفید ہے۔ یعنی اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمینوں کے ملک دکھلائے اور ان کو ان کے لیے کشف فرما دیا اور فرمایا حضور علیہ السلام نے مجھ پر اللہ نے غیبوں کے دروازے کھول دیئے۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ

عَلِمْتُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ پس دانستم ہر چہ در آسمانہا و ہر چہ در

marfat.com

زبین بود عبارت است از حصولِ تمامہ علوم جزوی وکلی واحاطہ آں

اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ص۳۳۳ ج ۱

حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ پس میں نے جانا جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمینوں میں ہے یہ عبارت ہے تمام علوم جزوی وکلی کے حاصل ہونے کے اور ان کے احاطہ کرنے کی۔

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں :۔

قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰى دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَاَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ حَفِظَ ذٰلِكَ مَنْ حَفِظَهٗ وَنَسِيَهٗ مَنْ نَسِيَهٗ

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم میں قیام فرما کر تمام مخلوقات کی ابتدار سے لے کر جنتیوں کے جنّت میں داخل ہونے —————— اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخل ہونے تک کی تمام خبریں دیں۔ یاد رکھا جس نے یاد رکھا اور بھلا دیا جس نے بھلا دیا۔ (بخاری شریف مشکوٰۃ ص۵۰۶)

حضرت عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں :۔

فَاَخْبَرَنَا بِمَا كَانَ وَبِمَا هُوَ كَائِنٌ فَاَعْلَمُنَا اَحْفَظُنَا

(مسلم شریف ص۳۹۰ ج ۲)

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ہر اس چیز کی خبر دے دی جو ہو چکی اور جو ہونے والی تھی (قیامت تک) ہم میں زیادہ علم اسے ہے جسے زیادہ یاد رہا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :۔

قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَامًا مَا تَرَكَ شَيْئًا يَكُوْنُ فِيْ مَقَامِهٖ ذٰلِكَ اِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ اِلَّا حَدَّثَ بِهٖ حَفِظَهٗ مَنْ حَفِظَهٗ وَنَسِيَهٗ مَنْ نَسِيَهٗ (مسلم شریف ص۳۹۰ ج ۲)

marfat.com

کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم میں قیام فرما کر کسی چیز کو نہ چھوڑا (بلکہ) قیامت تک جو ہونے والا تھا وہ سب کچھ بیان کر دیا۔ جسے یاد رہا، یاد رہا۔ جو بھول گیا وہ بھول گیا۔

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-

لَقَدْ تَرَكَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يُحَرِّكُ طَائِرٌ جَنَاحَيْهِ اِلَّا ذَكَرَ لَنَا مِنْهُ عِلْمًا (مسند احمد، طبرانی)

کہ حضور علیہ السلام نے ہم سے اس حال میں مفارقت فرمائی کہ کوئی پرندہ ایسا نہیں جو اپنے بازو کو ہلائے مگر آپ نے ہم سے اس کا ذکر فرمایا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بھیڑیا ایک بکریاں چرانے والے کی طرف آیا اور اس نے بکریوں میں سے ایک بکری لے لی۔ چرواہے نے اسے تلاش کیا۔ یہاں تک کہ اس سے وہ بکری چھین لی۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ وہ بھیڑیا اپنے مخصوص انداز میں ایک ٹیلہ پر جا بیٹھا اور اس نے اپنی دُم اپنے دونوں پاؤں کے درمیان رکھ لی اور کہنے لگا کہ (اے چرواہے) تو نے مجھ سے ایسے رزق چھین لینے کا قصد کیا جو اللہ نے مجھے عطا فرمایا تھا۔

فَقَالَ الرَّجُلُ تَاللّٰهِ اِنْ رَأَيْتُ كَالْيَوْمِ ذِئْبٌ يَتَكَلَّمُ فَقَالَ الذِّئْبُ اَعْجَبُ مِنْ هٰذَا رَجُلٌ فِى النَّخْلَاتِ بَيْنَ الْحَرَّتَيْنِ يُخْبِرُكُمْ بِمَا مَضٰى وَمَا هُوَ كَائِنٌ بَعْدَكُمْ قَالَ فَكَانَ الرَّجُلُ يَهُوْدِيًّا فَجَاءَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ فَاَسْلَمَ فَصَدَّقَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مشکوٰۃ ۵۴۱)

چرواہا بولا۔ بخدا۔ آج کی طرح عجیب حال میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ بھیڑیا کلام کرتا ہے۔ بھیڑیے نے کہا۔ اس سے زیادہ عجیب حال اس مقدس انسان

marfat.com

کا جو کھجوروں کے علاقے ہیں دو پہاڑوں کے درمیان یعنی مدینہ منورہ میں تھیں۔ ان چیزوں کی خبر دیتا ہے جو ہو چکیں اور جو آئندہ ہونے والی ہیں۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ وہ آدمی یہودی تھا۔ وہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کی خدمت میں اس نے یہ واقعہ پیش کیا اور مسلمان ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خبر کی تصدیق فرمائی۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:۔

یُخْبِرُکُمْ بِمَا مَضٰی اَیْ سَبَقَ مِنْ خَبَرِ الْاَوَّلِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَمَا ھُوَ کَائِنٌ بَعْدَکُمْ اَیْ مِنْ نَبَاِ الْاٰخِرِیْنَ فِی الدُّنْیَا وَمِنْ اَحْوَالِ الْاَجْمَعِیْنَ فِی الْعُقْبٰی (مرقات شرح مشکوٰۃ)

کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم تمہیں اگلوں کی گزری ہوئی خبریں اور تمہارے بعد دنیا اور آخرت میں ہونے والی سب کی خبریں دیتے ہیں۔

علامہ خازن تفسیر خازن پارہ ۴ زیر آیت مَا کَانَ اللّٰہُ لِیَذَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ الخ فرماتے ہیں کہ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عُرِضَتْ عَلَیَّ اُمَّتِیْ فِیْ صُوَرِھَا فِی الطِّیْنِ کَمَا عُرِضَتْ عَلٰی اٰدَمَ اُعْلِمْتُ مَنْ یُّؤْمِنُ بِیْ وَمَنْ یَّکْفُرُ بِیْ فَبَلَغَ ذٰلِکَ الْمُنَافِقِیْنَ قَالُوْا اِسْتِھْزَاءً زَعَمَ مُحَمَّدٌ اَنَّہٗ یَعْلَمُ مَنْ یُّؤْمِنُ بِہٖ وَمَنْ یَّکْفُرُ مِمَّنْ لَّمْ یُخْلَقْ بَعْدُ وَنَحْنُ مَعَہٗ وَمَا یَعْرِفُنَا فَبَلَغَ ذٰلِکَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَامَ عَلَی الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللّٰہَ وَاَثْنٰی عَلَیْہِ ثُمَّ قَالَ مَا بَالُ اَقْوَامٍ طَعَنُوْا فِیْ عِلْمِیْ لَا تَسْئَلُوْنِیْ عَنْ شَیْءٍ فِیْمَا بَیْنَکُمْ وَبَیْنَ السَّاعَۃِ اِلَّا نَبَّاْتُکُمْ بِہٖ (تفسیر خازن ص ۳۰۸ ج ۱)

marfat.com

کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ پر میری تمام اُمت اپنی اپنی صورتوں میں پیش کی گئی جیسا کہ آدم علیہ السلام پر پیش کی گئی تھی اور مجھے بتا دیا گیا کہ کون مجھ پر ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا۔ یہ خبر منافقین کو پہنچی تو انھوں نے استہزاء کیا اور کہنے لگے محمدؐ کا یہ گمان ہے کہ وہ ان لوگوں کے کفر و ایمان کی بھی خبر رکھتا ہے جو ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے اور ہم تو اس کے ساتھ رہتے ہیں اور وہ ہمیں پہچانتا بھی نہیں۔ یہ خبر حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو حضور منبر اطہر پر جلوہ افروز ہوئے اور اللہ تعالٰے کی حمد و ثناء کرنے کے بعد فرمایا کہ ان قوموں کا کیا حال ہے جو ہمارے علم پر طعنہ کرتی ہیں۔ اس وقت سے لے کر قیامت تک ہونے والی کسی چیز کے متعلق جو تم ہم سے پوچھو گے ہم تمہیں اس کی خبر دینگے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
فَوَاللّٰهِ لَا تَسْئَلُوْنِیْ عَنْ شَیْءٍ اِلَّا اَخْبَرْتُکُمْ بِهٖ مَادُمْتُ فِیْ مَقَامِیْ هٰذَا (بخاری و مسلم)
خدا کی قسم تم ہم سے کسی چیز کے متعلق نہیں پوچھو گے مگر ہم یہاں کھڑے ہی اس کی خبر دیں گے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالٰے عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے بار بار فرمایا۔ پوچھو، پوچھو۔ بعض نے چند سوالات کیے حضور نے جواب دیا اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم بہت جوش میں تھے۔ چنانچہ سب لوگ رونے لگ گئے۔ حضرت عمر فاروق گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گئے اور کہا رَضِیْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَ بِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَ بِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا پھر حضور صلے اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔

ان احادیث سے ثابت ہے کہ کوئی شے بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے علم سے خارج نہیں

marfat.com

نبی کریم علیہ السلام کی ذاتِ اقدس سراپا اعجاز

حقیقت یہ ہے کہ حضور سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگیِ پاک کا ہر دَور سراپا اعجاز تھا اور آپ کی سیرتِ مقدسہ کا ہر گوشہ ہدایت وموعظت کا بحرِ بے کراں تھا۔ حضور کے اخلاق کی پاکیزگی، کردار کی بلندی، معاملہ کی صفائی، صداقت و دیانت کا یہ عالم تھا کہ اظہارِ نبوّت سے قبل ہی اپنے تو اپنے دشمن بھی صادق اور امین کے معزز القاب سے یاد کرتے تھے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بچپن میں حضور کی ایک ایسی بات دیکھی جو آپ کی نبوّت پر دلالت کرتی تھی اور یہی بات میرے ایمان لانے میں مُمد و معاون ثابت ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ حضور علیہ السلام گہوارہ میں جلوہ فرما ہیں اور چاند سے باتیں کرتے ہیں۔ جس طرف اُنگلی سے اشارہ فرماتے ہیں چاند اسی طرف جھک جاتا ہے۔ (بخاری)

ابھی حضور کی عمرِ مبارک ۱۰ یا ۹ سال تھی کہ مکہ میں قحط پڑا۔ لوگ سخت پریشان ہوئے۔ ابوطالب کے پاس آئے اور دعا کے لیے استدعا کی۔ فَخَرَجَ اَبُوْطَالِب وَمَعَهٗ غُلَامٌ كَاَنَّهٗ شَمْسٌ ــــ تو ابوطالب دُعا کیلئے نکلے، ان کے ساتھ مقدس بچّہ تھا گویا کہ آفتاب تھا جو کالے بادلوں سے نمودار ہوا ہو ــــ یہ حضور ہی تھے۔ جن کو ساتھ لے کر ابوطالب کعبہ میں آئے اور آپ کی پُشت کعبہ کی دیوار سے لگا دی۔ حضور نے اپنی نُورانی اُنگلی سے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ اس وقت آسمان بالکل صاف تھا۔ مگر حضور کی مقدس اُنگلی کا اشارہ پاتے ہی چاروں طرف سے بادل اُمڈ آئے

marfat.com

اور شہر و دیہات خوب سیراب ہوئے اور قریشِ مکہ کو آپ کے وجودِ پاک کی برکت سے قحط کی مصیبت سے نجات مل گئی۔ ابو طالب نے اپنے ان اشعار میں اسی طرف اشارہ کیا ہے:۔

وَ اَبْیَضُ یُسْتَسْقَی الْغَمَامُ بِوَجْہِہٖ
ثِمَالُ الْیَتَامٰی عِصْمَۃُ الْاَرَامِلِ

وہ گورے چٹے جن کے چہرۂ انور کے صدقہ میں پانی طلب کیا جاتا ہے۔ وہ یتیموں کی جائے پناہ، بیواؤں اور بیکسوں کے نگہبان ہیں۔ بنی ہاشم جیسے غیور لوگ مصیبت کے وقت ان سے التجاء و فریاد کرتے ہیں۔

حضرت ابو طالب کہتے ہیں کہ بچپن میں حضور کی آنکھیں دُکھنی آ گئیں۔ میں نے بہت دوائیں کیں، آرام نہ آیا۔ ایک بوڑھے شخص نے مجھے بتایا کہ مکّہ کے فلاں راہب کے پاس جاؤ اور اس سے دوا تجویز کراؤ۔ یہ راہب ہفتہ میں ایک بار اپنے عبادت خانہ سے باہر آتا ہے۔ میں حضور کو کندھے پر بٹھا کر اسی راہب کے عبادت خانہ پر پہنچا۔ مگر میرے پہنچنے پر وہ اپنے عبادت خانے کا دروازہ بند کر چکا تھا۔ مجھے بہت افسوس ہوا تھا کہ راہب نے دروازہ کھولا اور کہنے لگا۔ " ابو طالب تم نے کس بچہ کو اپنے کندھوں پر اُٹھا رکھا ہے؟ میں نے جب اپنے عبادت خانہ کا دروازہ بند کیا تو میرا کمرہ نور سے روشن و منوّر ہو گیا۔۔ جلد بتاؤ کیا حاجت ہے؟۔ میں نے کہا یہ میرا بھتیجا ہے، اس کی آنکھیں دُکھتی ہیں، کوئی دَوا تجویز فرما دیجئے ۔۔ راہب نے حضور کو نظر بھر کر دیکھا اور پھر کہا:۔

" ابو طالب تم ایسے بچے کو میرے پاس لاتے ہو جسے خُدا نے طبیبِ کائنات بنایا ہے۔ ان کی دَوا میرے پاس نہیں ہے۔ ان کی دَوا تو انہیں کے پاس ہے!"۔

میں نے حیرانی سے پوچھا، وہ دَوا کیا ہے؟ راہب نے کہا اِن کا لعابِ مبارک ان کی آنکھوں میں ڈال دو، ان کی آنکھیں اچھی ہو جائیں گی۔ چنانچہ اس کی ہدایت پر میں نے

marfat.com

حضور کا لعاب مبارک حضور کی آنکھوں میں ڈال دیا، آشوبِ چشم جاتا رہا۔

تقریباً بارہ برس کی عمرِ شریف میں آپ نے اپنی زندگی اقدس کا سب سے پہلا سفر ابوطالب کے ہمراہ کیا۔ بصرہ میں پہنچ کر ابوطالب بحیرا نامی راہب کی خانقاہ پر اُترے۔ اس راہب نے جب حضور کو دیکھا تو کہا، یہ تو سیّد المرسلین ہیں۔ لوگوں نے پوچھا تو نے یہ بات کیونکر جانی؟ راہب نے جواب دیا، جب تم پہاڑ سے اُترے تو میں نے دیکھا، حضور پر ایک ابر کا ٹکڑا سایہ فگن ہے اور آپ کے لیے جس قدر درخت و پتھر تھے، سب سجدہ کے لیے جُھک گئے تھے۔

قریشِ مکہ نے خانہ کعبہ کی تعمیر شروع کی، مختلف قبائل نے عمارت کے مختلف حصے آپس میں تقسیم کر لیے تاکہ کوئی اس شرف سے محروم نہ رہے لیکن جب حجرِ اسود کو کعبہ میں نصب کرنے کا مرحلہ آیا تو سخت جھگڑا ہوا۔ ہر شخص چاہتا تھا کہ حجرِ اسود کو کعبہ میں نصب کرنے کی سعادت اسی کو حاصل ہو۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ تلواریں کھنچ گئیں۔ آخر ایک بوڑھے قریشی نے یہ رائے دی کہ کل صبح جو شخص سب سے پہلے آئے وہی ثالث قرار پائے گا۔ سب نے یہ رائے تسلیم کر لی، دوسرے دن تمام قبائل کے معزّز آدمی موقع پر پہنچے، لیکن صبح کو سب سے پہلے لوگوں کی نظریں جس پر پڑیں وہ جمالِ جہاں تاب چہرۂ محمّدی تھا۔ رحمتِ عالم کو دیکھ کر سب نے بلا تکلّف آپ کو ثالث تسلیم کر لیا۔ حضور نے ایک چادر بچھا کر حجرِ اسود اس میں رکھا اور قبائل کے منتخب سرداروں سے فرمایا، چادر کے چاروں کونے تھام لیں اور اوپر کو اٹھائیں۔ جب چادر موقع پر آگئی تو آپ نے خود اپنے دستِ مبارک سے حجرِ اسود کو اٹھا کر کعبہ میں نصب کر دیا اور اس طرح ایک سخت لڑائی آپ کے جودتِ ذہن اور حُسنِ تدبّر سے رُک گئی۔

سوزِ گُم گشتہ ملتا ہے تبسّم سے ترے
شام کو صبح بناتا ہے اُجالا تیرا

marfat.com

تیرے آنے سے رونق آگئی گلزارِ ہستی میں

حضور سیّد المرسلین، خاتم النبیین، محبوب رب العلمین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے قبل یہ انسان، یہ دنیا توحید کے مفہوم کو فراموش کر چکی تھی۔ چاند، سورج، پتھر، گوبر کی پرستش ہوتی تھی۔ جب رسولِ کریم تشریف لائے تو یہ دنیا مادیت سے روحانیت کی طرف، شرک سے توحید کی طرف، مخلوق سے خالق کی طرف متوجہ ہوئی۔ آپ نے اعلان فرمایا۔ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ ؕ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، یعنی معبود ایک اللہ ہے، وہی حقیقی اطاعت و عبادت کے لائق ہے۔ یہی اصلِ ایمان ہے اور ایمان کے سب کاموں سے مقدم خالقِ کائنات کی عبادت ہے۔

رسالت رسول کی بعثت سے قبل دنیا نے خدا کے لیے بیوی اور بیٹا بنا رکھے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہا جاتا تھا۔ صفاتِ الٰہی قلب کے صفحہ سے محو ہو چکی تھیں۔ لوگ خدا کی طرف بُری باتوں کی نسبت کر دیتے تھے۔ حضور کریم تشریف لائے۔ آپ نے فرمایا۔ خدا ہر عیب سے پاک ہے۔ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ؕ نہ وہ پیدا ہوا نہ اس سے کوئی پیدا۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ وہ بے مثل و بے نظیر ہے۔ قادرِ مطلق ہے۔ اللہ کے نبی خدا کے بندے اور اس کے عبد اور خلیفہ ہوتے ہیں۔ ان کی بڑی شان اور عظمت ہے۔ رسول کو خدا کے مرتبہ تک پہنچانا یا اس کو خدا کا بیٹا کہنا رسالت کی توہین ہے۔

کعبہ بعثتِ رسول سے قبل خلیل علیہ السلام کا کعبہ بتخانہ تھا۔ یہ مقامِ متبرک جو وحدہٗ لاشریک لہٗ کی عبادت کے لیے مخصوص تھا۔ وہاں تین سو ساٹھ

marfat.com

بُت نصب تھے اور ان کی بے دھڑک باپ خود اپنے ہاتھ سے اس کو زندہ زمین میں دفن کر دیتا تھا۔ رسول آئے آپ نے اس شقاوت و بے رحمی کا دروازہ بند کر دیا۔ فرمایا:۔

لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ط

فقر و فاقہ کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو

عورت عورت کی مظلومیت بھی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ یہودی بحالت حیض عورت سے قطع تعلق کر لیا کرتے تھے اور اس کے ہاتھ کے کھانے کو ناپاک قرار دیتے تھے۔ عورتیں میراث تھیں۔ مال کی طرح عورت پر قبضہ کیا جاتا تھا۔ خاوند کے مرجانے کے بعد قریبی رشتہ کا کوئی مرد عورت پر قبضہ کر لیتا اور بغیر مہر کے خواہ اپنے ساتھ یا کسی دوسرے کے ساتھ نکاح کر دیتا۔ حتیٰ کہ باپ کے مرجانے کے بعد بھی باپ کی منکوحہ سے بیٹا نکاح کر لیتا۔ مگر جب حضور نبی کریم تشریف لائے تو آپ نے اس ظلم و ستم کو ختم کیا۔ عورتوں کو حقوقِ انسانیت سے نوازا۔ حیض کی حالت میں عورت جماع سے منع کیا۔ باپ کی منکوحہ سے نکاح کو حرام اور خلافِ تہذیب قرار دیا۔ آپ نے اعلان فرمایا:۔

لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا

زبردستی عورت کا وارث بن جانا حلال نہیں

اس آیت سے واضح ہوا کہ عورت اپنے نفس کی خود مختار ہے۔ وہ جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے۔ حتیٰ کہ بالغہ عورت پر باپ کو بھی نکاح کے معاملہ میں جب کہ کفو میں کرے کوئی ولایت نہیں ہے۔

شراب، جوا ظہورِ رسول سے قبل شراب نوشی، قمار بازی کا بازار گرم تھا۔ بدمستی میں دنیا کچھ کرتی تھی کہ شرافت اپنا چہرہ پیٹ لیتی تھی۔ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت حمزہ انصاریوں کے ساتھ شراب پینے

marfat.com

اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ

ہاں یہ شراب، یہ جُوا ناپاک ہیں، عملِ شیطان ہیں

سُود ظہورِ رسالت سے قبل لُوٹ مار، غارت گری، رہزنی عام تھی، ہر قبیلہ دوسرے قبیلہ کو لوٹتا اور غلط طریقے سے حاصل کیے ہوئے مال کو شیرِ مادر سمجھتا تھا۔ سُود کی کثرت تھی۔ سرمایہ دار سُود کے ذریعہ غریبوں کا خون چُوستے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ تھا کہ کاشتکار اور غریب طبقہ دولتمندوں کا زر خرید تھا۔ حتیٰ کہ عورتیں تک گروی رکھ دی جاتی تھیں۔ مگر جب رسولِ کریم تشریف لائے۔ آپ نے مال حاصل کرنے کے صحیح طریقے بتائے۔ آپ نے سب سے پہلے یہ اعلان فرمایا کہ باطل کے ذریعہ مال حاصل کرنا حرام ہے۔ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ۔ اور اس (اللہ) نے سُود حرام قرار دیا ہے۔

زنا اور فواحش زنا، فسق و فجور عام تھا۔ فخریہ اشعار میں، عورتوں کے ساتھ جو بے حیائیاں کی جاتی تھیں ان کو بیان کیا جاتا تھا۔ امراء عیش میں مصروف تھے اور مغنّیہ گا رہی تھی۔

الا یا حمزۃُ للشرب النواء

اے حمزہ موٹی اونٹنیوں کے لیے

یہ مصرعہ سُن کر حضرت حمزہ اُٹھے، اونٹنیوں کے پیٹ چاک کر کے ان کے کلیجے نکال لیے۔ شراب کے عام رواج کا یہ عالم تھا کہ عربی زبان میں اس کے ۲۵۰ نام ہیں۔ عرب کا ہر گھر شرابی تھا اور بچے اور بیویاں ساقی۔ سود خواری و مے نوشی کی اس کثرت نے عریانی و فحاشی کو عبادت میں بھی شامل کر لیا تھا اور خانہ کعبہ کے طواف کے وقت ننگی مستورات یہ شعر پڑھتی تھیں:۔

الیوم یبدو بعضہ او کلہ   فما بدا منہ فلا احلہ

آج بدن کا سب یا کچھ حصہ کھلے گا جو کُھلا ہے اس سے لطف حاصل کرنے کی اجازت نہیں دیتی

marfat.com

جو عرب کا بڑا شاعر اور شہزادہ تھا۔ اسنے اپنی پھوپھی زاد بہن عنیزہ کے ساتھ جو غلط کاریاں کی تھیں قصیدہ لامیہ میں اس کو بڑے فخر سے بیان کیا ہے۔ باوجود اس کے یہ اشعار تہذیب و تمدن، اخلاق و شرافت کے خلاف تھے۔ مگر عرب کا بچہ بچہ اس کو حفظ کیے ہوئے تھا۔ غرضیکہ بدکاری کا دور دورہ تھا اور یہ ہی ان کا سرمایہ حیات تھا۔ حتیٰ کہ زنا اتنا عام ہوگیا تھا کہ کسی بہادر اور جری کو دیکھتے تو اپنی عورت اس کے پاس بھیج دیتے تاکہ جو بچہ اس عورت سے پیدا ہو اس میں وہی اوصاف آجائیں۔

رسولِ اکرم تشریف لائے اور آپ نے اس عُریانی اور فسق و فجور کی محافل کو سرد کردیا۔ آپ نے فرمایا۔ لَا تَقْرَبُوا الزِّنَا ۔ زنا کے قریب مت جانا۔

الغرض، حضور آئے تو جہاں سے تاریکی مٹی، نُور آیا، انسان انسان بنا، خُدا سے ملا۔ ظُلم و عدوان کا دَور ختم ہوا اور علم و عرفان، عدل و انصاف اور خدا پرستی کا دور شروع ہوا۔

تیرے آنے سے رونق آگئی گلزارِ ہستی میں
شریکِ حالِ قسمت ہو گیا پھر فضلِ ربّانی

بمصطفےٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نرسیدی تمام بولہبی است

(اقبالؔ)

کی محمد سے وفا تُو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

(اقبالؔ)

---

marfat.com

یاایھا المدثر قم فانذر

یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَثِیَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ

اے بالا پوش اوڑھنے والے کھڑے ہو جاؤ - پھر ڈر سناؤ اور اپنے رب ہی کی بڑائی بولو اور اپنے کپڑے پاک رکھو اور بتوں سے دُور رہو۔

۱- سورہ مدثر مکیہ ہے - اس میں دو رکوع چھپن آیتیں اور دو سو پچپن کلمے ایک ہزار دس حروف ہیں ۲- حضرت جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ سیّد عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا- میں کوہِ حرا پر تھا کہ مجھے ندا دی گئی یا محمد انک رسول اللہ - میں نے اپنے دائیں بائیں دیکھا - کچھ نہ پایا- اوپر دیکھا ایک شخص آسمان و زمین کے درمیان بیٹھا ہے - (یعنی وہی فرشتہ جس نے ندا کی تھی -یہ دیکھ کر مجھ پر رُعب ہوا اور میں خدیجہ کے پاس آیا اور میں نے کہا کہ مجھے بالا پوش اڑھاؤ- انہوں نے اڑھا دیا تو جبرئیل آئے اور انہوں نے کہا - یا ایھا المدثر

یاایھا المدثر- تدثر بمعنی دثار- اس کپڑے کو کہتے ہیں جو گرمی حاصل کرنے کے لیے استعمال کیا جائے - جیسے چادر، رضائی، کمبل وغیرہ اور شعار اس کپڑے کو کہتے ہیں جو بدن سے ملا ہوا ہو جیسے تہبند، بنیان، پاجامہ وغیرہ- نزولِ وحی کے وقت چونکہ حضور علیہ السلام چادر اوڑھے ہوئے تھے -اس لیے اسی لباس کے ساتھ حضور کو مخاطب کیا گیا - جس سے واضح ہوا کہ اللہ عزّوجل کو اپنے محبوب رسول کی ہر ادا محبوب ہے - حتیٰ کہ استعمالِ لباس کے ساتھ ہیئت کذائی بھی اس درجہ پسند

marfat.com

ہے کہ اس کے ساتھ ندا فرمائی گئی ۔

اس میں امّت کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ انبیاءِ کرام کو ادب و احترام، تعظیم و توقیر کے ساتھ معزز و پُرعظمت اوصاف و القابات سے یاد کیا جائے ۔ پھر اس خصوص میں حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تو یہ خصوصیت ہے کہ دیگر انبیاءِ کرام کو تو رب العزّت جل مجدہٗ نے نام بنام خطاب کیا ۔ یا آدم، یا ابراھیم، یا موسیٰ، یا داؤد، یا عیسیٰ کی ندائیں قرآن میں موجود ہیں ۔ لیکن جب حبیبِ مکرم کو ندا فرمائی تو ان کی کمالِ عظمت و رفعت کے اظہار کے لیے ان کے نامِ پاک کے ساتھ ندا نہیں کی گئی ۔ بلکہ ان کے معزّز اوصاف و القابات کے ساتھ یا ایھا النبی، یا ایھا الرسول، طٰہٰ، یٰسین کے الفاظ سے خطاب فرمایا گیا ہے ۔

یا آدم است با پدرِ انبیاء خطاب | یا ایھا النبی خطابِ محمد است

قرآن نے آدابِ بارگہِ نبوّت کے سلسلہ میں فرمایا :۔

لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بینکم کَدُعَاءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا

رسول کو اس طرح مت پکارو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو

علامہ صاوی علیہ الرحمہ نے تحتِ آیہ فرمایا ۔

واستفید من الایہ لا یجوز نداء النبی بغیر ما یفید التعظیم لا فی حیاتہ ولا بعد وفاتہ

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نبی کو ایسے الفاظ کے ساتھ ندا جائز نہیں ۔ جس سے تعظیم مفہوم نہ ہوتی ہو ۔ نہ دنیوی حیات میں اور نہ وصال کے بعد ۔

لہذا تحریر و تقریر میں جب بھی نامِ اقدس لیا جائے تو تعظیم کے ساتھ لیا جائے اور درود و سلام لکھا جائے اور محض نامِ اقدس اور وہ بھی ایک عام انداز میں اور بغیر درود و سلام کے لکھنا بولنا انتہائی درجہ کی شقاوت و بدنصیبی ہے ۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو

marfat.com

آدابِ نبوی کے پاس و لحاظ کی توفیق عطا فرمائے۔ بعض علماء نے یہ معنے کیے :-

المتدثر بلباس النبوه والمعارف الالهٰیة (تفسیر ابوسعود)

اے ہماری معرفت اور نبوت کی پوشاک زیبِ تن فرمانے والے

★ تدثیں کے معنیٰ طائر کا اپنے گھونسلے کو درست کر لینا کے بھی آتے ہیں۔ تو اب یا ایہا المدثر کے معنیٰ یہ ہوں گے کہ اے کاشانہ عالم کو درست و محکم بنانے والے رسول، کاشانۂ عالم حضور کے علوِ مراتب کے مقابلہ میں ایک آشیانہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ حضور کا اس آشیانہ کو درست و محکم بنانا اہلِ عالم کی ضروریاتِ ، مادی و اخلاقی و روحانی کو مکمل فرما دینا ہے۔ یہ تکمیلِ انذار اور تکبیر و تہلیلِ ربانی اور تطہیرِ خلائق از علائقِ مادی و قلبی کی تدابیر سے فرمائی گئی۔ رجز و رجس کو دُور فرما کر طہارتِ ظاہری و باطنی سے اہلِ عالم کو حضور ہی نے مطہر بنایا ہے۔

★ تدثر کے معنیٰ "کود کر گھوڑے پر سوار ہونے" کے بھی آتے ہیں۔ جیسے بولتے ہیں تدثر فرسہ ای وثب علیہ فرکبہ تو اب یا ایہا المدثر کے معنیٰ یہ ہونگے کہ نہایت ہی جوانمردی ، تیزی اور احتیاط کے ساتھ منصبِ نبوّت کو ادا کرنے والے رسول۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ حضور علیہ السلام نے نہایت ہی عزم و احتیاط کے ساتھ اور انتہائی جوانمردی اور صداقت و امانت اور دیانت کے ساتھ فرائضِ نبوّت کو ادا فرمایا اور قرآن نے حضور علیہ السلام کی اس کوشش کے نتیجہ کا یوں اعلان فرمایا :-

رَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا

وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ فقہاء نے اس آیہ کو تکبیر تحریمہ کی فرضیت کے ثبوت میں پیش کیا ہے۔ جس کی تقریر یہ ہے کہ لفظِ تکبیر کبھی بمعنی تعظیم آتا ہے اور آیت مذکورہ میں فکبّر کا صیغہ امر تکبیر بمعنی تعظیم سے ماخوذ ہے اور مامور بہ مطلق تعظیم نہیں۔ بلکہ وہ تعظیم ہے جو تکبیر تحریمہ کے ضمن میں حاصل ہوتی

marfat.com

ہے۔ اس سے تکبیر تحریمہ مراد ہونے پر اہل تفسیر متفق ہیں اور اس مراد پر اجماع[1] بھی منعقد ہو چکا ہے اور تکبیرِ تحریمہ صرف اللہ اکبر کو نہیں کہتے، بلکہ اس سے مراد وہ ذکرِ الٰہی ہے جس کے بعد فصل[2] نماز شروع ہو جاتی ہے۔ تو اللہ اکبر اس کا ایک فرد ہوا۔ تو آیت سے بطریق مذکور تکبیرِ تحریمہ یعنے ذکر مذکور کی فرضیت ثابت ہوئی نہ لفظ اللہ اکبر ـــــ البتہ تکبیر تحریمہ کا اس فردِ مخصوص (اللہ اکبر) کے ساتھ ادا کرنا واجب ہے۔ سیدنا امام اعظم رح علیہ الرحمۃ کا یہ ہی مذہب ہے اور یہ وجوب حدیث سے مستفاد ہے۔ لہٰذا اگر تکبیر تحریمہ میں لفظ اللہ اکبر نہ کہا، اور اس کی جگہ اللہ الکبیر وغیرہ الفاظ کہے جو تعظیمِ خداوندی پر دلالت کرتے ہیں تو فرضیت ادا ہو گئی۔ کیونکہ معمور بہ تکبیر یعنے تعظیم ہی تھی جو ان الفاظ سے حاصل ہو جاتی ہے۔ البتہ وجوب سے بری الذمہ نہ ہو گا۔

تکبیرِ تحریمہ نماز میں فرض ہے

اور کبھی لفظِ تکبیر اللہ اکبر کے معنیٰ میں بھی آتا ہے تو اللہ اکبر کہنا مامور بہ ہوا۔ اور امر وجوب کے لیے ہے۔ لہٰذا اللہ اکبر کہنا واجب قرار پایا اور چونکہ یہ امر فکبر کتاب کا جز ہونے کی وجہ سے قطعی ہے اور امر قطعی کے مامور بہ کو اصطلاح میں فرض کہتے ہیں۔ اس لیے اللہ اکبر کہنا فرض ہوا اور اللہ اکبر کہنے کی فرضیت اجماعاً بجز تحریمہ اور کہیں نہیں ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ یہ حکم تحریمہ کے لیے ہے، ورنہ نص معطل ہو جائے گی۔ پس بوقتِ تحریمہ خاص لفظ اللہ اکبر کہنا فرض ثابت ہوا ـــــ لیکن اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ "امر فکبر" کے مامور بہ سے مراد تکبیرِ تحریمہ ہے تو اللہ اکبر کہنے کی طلب سے مراد تکبیر تحریمہ بجا لانا ہوا۔ جو

---

[1] مراقی الفلاح اور اس کے حاشیہ طحاوی ص۱۱۱ پر ہے اجمع المسلمون علی ان المراد به تکبیرة الافتتاح وعلیه انعقد الاجماع [2] والذکر الذی تتعقبه الصلوٰة بلا فصل ھو تکبیرة الافتتاح (بدائع ج ا ص۱۳۰)

marfat.com

اللہ اکبر کہنے سے عام ہے۔ لہٰذا اس تقریر سے بھی تکبیرِ تحریمہ کی فرضیت ثابت ہوئی۔

فائدہ:۔ یہ نہ کہا جائے کہ اس آیت کے نزول کے وقت نماز فرض ہی نہ تھی۔ پھر تکبیرِ تحریمہ کی فرضیت کیسی؟ کیونکہ ممکن ہے کہ اس وقت حضور نفل ادا فرماتے ہوں تو اس میں تکبیرِ تحریمہ کا حکم آگیا (تفسیرِ کبیر)

نیز یہ ثابت شدہ حقیقت ہے کہ بعض آیات ایسی ہیں جن کا نزول متاخر ہے اور ان کے حکم کا نفاذ مقدم ہے۔ جیسے آیتِ وضو کہ یہ بالا جماع مدنی ہے اور اس کا حکم پہلے[1] ہی مکہ میں نماز کے ساتھ ہوچکا تھا۔ اسی طرح آیتِ جمعہ کہ مدنی ہے۔ حالانکہ نمازِ جمعہ کے حکم کا نفاذ ہجرت سے قبل ہوچکا تھا اور بعض آیات ایسی ہیں جن کا نزول مقدم اور حکم کا نفاذ موخر ہے۔ جیسے سورۂ مزمل میں واٰتوا الزکوٰۃ کہ یہ آیت مکی ہے اور اس کے حکم پر عملدرآمد مدینہ منورہ میں ہوا (اتقان) اس لیے کہ آیت ربک فکبر کا نزول مقدم ہو اور حکم پر عملدرآمد موخر ہو۔

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ "ثیاب" ثوب کی جمع ہے اور طَھِّرْ، تطہیر سے مشتق ہے۔ ان دونوں لفظوں میں چار احتمال ہیں اوّل یہ کہ ثوب اور تطہیر کے حقیقی معنیٰ مراد ہوں۔ تو اب معنیٰ یہ ہوں گے کہ کپڑوں کو نجاست سے پاک رکھ

---

[1] واضح رہے کہ مکہ میں نماز کے ساتھ وضو کا حکم اس وقت قرآن کی کسی آیت میں نہیں نازل ہوا بلکہ بعد میں مدینہ شریف میں وضو کا حکم آیا۔ اس سے واضح ہوا کہ مکہ میں ہجرت سے قبل وضو کا حکم اس وحی کے ذریعے نازل ہوا تھا جو حضور پر قرآن کے علاوہ نازل ہوتی تھی۔ اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ قرآنی احکام کے نفاذ کے متعلق بھی اللہ تعالیٰ قرآن کے علاوہ حضور پر وحی فرماتا تھا اور حضور اس وحی کے مطابق جو قرآن کے علاوہ ہوتی تھی۔ قرآنی احکام کو نافذ و جاری فرماتے تھے اور یہ بات حضور کی حیاتِ مقدس کے ساتھ خاص تھی۔ حضور کے وصال کے بعد قرآن کا کوئی حکم موخر و مقدم نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ حضور کے بعد کسی پر وحی کا آنا اور کسی کو نبوت ملنا ممکن ہی نہیں ہے

marfat.com

اندرونِ نماز یا بیرونِ نماز ؟ آیت میں اس کا ذکر نہیں ہے ۔ لیکن آیت ربک فکبّر میں جب اجماعاً تکبیرِ تحریمہ مراد ہے اور یہ پہلی آیت کے بعد بلافصل واقع ہے تو بقرینہ سیاق آیت ثیابک فطہّر کے معنیٰ یہ ہوں گے کہ بحالتِ نماز کپڑے صاف رکھے جائیں چنانچہ کپڑوں کا پاک رکھنا اندرونِ نماز فرض ہے ۔ بیرونِ نماز مستحب ہے ـــــ اور تقدیرِ بیرونِ نماز مراد یہ ہوگی کہ مشرکین اپنے کپڑوں کو نجاست سے پاک نہیں رکھتے ۔ آپ ان کی عادت اختیار نہ کریں تو یہ حکم بیرونِ نماز کے لیے ہوا ۔ کیونکہ اس وقت تک نماز فرض نہ ہوئی تھی ۔ لہٰذا یہ امر استحباب کے لیے ہوا ۔ یعنی بیرونِ نماز کپڑوں کو نجاست سے پاک رکھنا مستحب ہے ۔

دوم یہ کہ ثوب کے حقیقی معنیٰ اور تطہیر کے مجازی معنیٰ مراد ہوں تو اس صورت میں اگر تطہیر بمعنیٰ تقصیر[1] لی جائے تو اب معنیٰ یہ ہوں گے کپڑوں میں تقصیر کی جائے یعنی اہلِ عرب کی طرح اتنے لمبے نہ ہوں کہ زمین سے لگیں ۔ کیونکہ یہ متکبّرین کا طریقہ ہے ـــــ اور اگر تطہیر بمعنی ازالہ[2] نجاست معنوی ہو تو اب معنیٰ یہ ہوں گے کہ کپڑوں کو نجاستِ معنوی سے پاک رکھیے ۔ یعنی حلال طریقہ پر حاصل کیے گئے ہوں ، مغصوب نہ ہوں ۔

سوم یہ کہ ثوب کے معنیٰ مجازی اور تطہیر کے حقیقی معنی مراد ہوں ۔ اس احتمال

---

[1] واضح ہو کہ تطہیر کا معنیٰ تقصیر مجاز ہونا ظاہر ہے [2] اور تطہیر بمعنی ازالہ نجاستِ معنوی میں دو قول ہیں اوّل یہ کہ نجاستِ حسی (جیسے پاخانہ ، پیشاب وغیرہ) اور نجاستِ معنوی جیسے زنا چوری ، شراب خوری گناہ وغیرہ میں تطہیر حقیقت ہے ۔ دوم یہ کہ تطہیر نجاستِ حسی کے ازالہ میں حقیقت اور نجاستِ معنوی کے ازالہ میں مجاز ہے احتمالِ دوم کی دوسری صورت اسی قول پر مبنی ہے فافہم [3] اہلِ عرب لفظ ثیاب بمعنی جسد استعمال کرتے ہیں عرب کا مشہور شاعر عنترہ کہتا ہے ۔ فشککت بالرمح الاصم ثیابہ ، ای طعنت جسدہ بالرمح الاصم اہلِ عرب ایسے شخص کو جو بُرے اخلاق سے متصف نہ ہو طاہر الثیاب کہتے ہیں ۔ نیز خبیث العمل آدمی کو خبیث الثیاب کہا جاتا ہے

بر ثیاب بمعنیٰ جسد تثہ ہوگا۔ تو اب معنے یہ ہوں گے۔ مشرکین بوقتِ استنجا نظافت کا خیال نہیں کرتے۔ ان کی اس عادت سے اجتناب چاہیئے۔

چہارم یہ کہ ثوب اور تطہیر دونوں میں مجازی معنیٰ مراد ہوں گے۔ اس احتمال پر اگر لفظ ثیاب بمعنیٰ نفس ہوگا تو معنے یہ ہوں گے کہ اپنے نفس کو اخلاقِ ذمیمہ سے پاک رکھیے

- ثوب بمعنیٰ دین بھی استعمال ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے خواب میں لوگوں کو کپڑے پہنے ہوئے دیکھا (بخاری) پھر آپ نے اس کی تعبیر دین سے فرمائی
- ثوب بمعنیٰ عمل و اخلاق اور بمعنیٰ عورت (بیوی) اور بمعنیٰ خلق و نیت بھی استعمال ہوتا ہے "اپنے اخلاق اچھے رکھیے۔ اپنے عمل کو درست رکھیے۔ اپنے دین کو پاک رکھیے۔ اپنی بیویوں کو بذریعہ وعظ و نصیحت و تادیب پاک رکھیے۔ اپنے قلب اور اپنی نیت کو پاک رکھیے۔
- امام بیضاوی نے فرمایا کہ معنیٰ یہ ہیں **قطھر دثار النبوۃ** یعنی پوشاکِ نبوت کو ایسی چیزوں سے پاک رکھیے جو اس کے مناسب نہیں جیسے کینہ، بغض، حسد وغیرہ

واضح ہو کہ ان سب احتمالوں میں احتمال اول بہرحال راجح ترین ہے۔ کیونکہ اس صورت میں لفظِ ثیاب اور لفظِ تطہیر اور امر تینوں اپنے حقیقی معنی پر رہتے ہیں۔ اس کے برعکس باقی احتمالوں میں بلاضرورت حقیقت سے عدول لازم آتا ہے۔ اسی لیے فقہائے احناف نے آیتِ مذکورہ میں حقیقی معنیٰ اختیار کیے ہیں اور بحالتِ نماز طہارتِ ثوب کی فرضیت کا اثبات اسی آیت سے فرمایا ہے۔

وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ رجز کے چند معنیٰ ہیں۔ اصنام، عبادت، اصنام، معصیت، شرک، پلیدی، عذاب، شیطان۔

یہاں ایک شبہ پیدا ہوتا ہے کہ انبیاء کرام اخلاقِ عالیہ و صفاتِ حسنہ سے خلقتاً موصوف ہوتے ہیں اور اخلاقِ رذیلہ و ذمیمہ، عہد شکنی، تکبر، ریا وغیرہ سے پاک ہوتے ہیں۔ اسی طرح رجز کے پانچوں معنیٰ سے بھی انبیاء کرام کا پاک و صاف ہونا بدیہی امر ہے اور مذکورہ

بالا احتمالوں کی بنا ء پر وثیابک فطہر کا ترجمہ یہ ہوگا کہ اپنے اخلاق اچھے رکھیے ۔ عمل کو درست رکھیے ۔ دین کو پاک رکھیے ـــــ تو کیا اس حکم کے نزول سے قبل آپ کے اخلاق اچھے نہ تھے ؟ یا عمل درست نہ تھا ؟ اسی رجز کے معنیٰ اگر عبادتِ اصنام کے کیے جائیں تو ترجمہ ہوگا " بتوں کی عبادت ترک کر دیجیے " ۔ معصیت کے لیے جائیں تو ترجمہ ہوگا " معصیت ترک کر دیجیے " ۔ اس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ معاذ اللہ جس وقت حضور علیہ السلام کو ترک کا حکم دیا گیا ہے ۔ اس وقت آپ عبادتِ اصنام کرتے تھے ، یا معصیت کے ساتھ متصف تھے ۔ غرضیکہ رجز کے جو بھی معنیٰ لیے جائیں ۔ اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ بر وقت حکم آپ اس معنیٰ کے ساتھ متصف ہوں ۔ حالانکہ یہ محال ہے ۔ جواب یہ ہے کہ دونوں آیتوں میں تمام معانی مراد ہو سکتے ہیں اور کوئی محذور لازم نہیں آتا ۔ اس لیے دونوں جگہ فطہر و فاھجر کا امر مداومت کے لیے ہے ۔ لہٰذا وثیابک فطہر کے معنیٰ یہ قرار پائیں گے کہ اخلاقِ حسنہ کے ساتھ تو پہلے ہی سے متصف ہیں ۔ لیکن اخلاقِ حسنہ کے اختیار کرنے پر مداومت فرمائیے ۔ اسی طرح والرجز فاھجر کے معنیٰ یہ ہوں گے ۔ اصنام کی عبادت اور معصیت کا ارتکاب تو آپ سے ممکن ہی نہیں ہے لیکن عبادتِ اصنام وغیرہ کے ترک پر ہمیشگی (مداومت) کیجیے ۔ یعنی جیسے اب تک آپ ان سے علیحدہ رہے ہیں آیندہ بھی علیحدہ رہیں اور اس کی مثالیں قرآن میں اور بھی ہیں ۔ مثلاً یا ایھا النبی اتق اللہ ۔ اے اللہ کے نبی اللہ سے ڈریے ۔ ولا تطع الکافرین کافروں کی اطاعت نہ کیجیے ۔ یا جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت ہارون علیہ السلام سے فرمانا لا تتبع سبیل المفسدین مفسدوں کا راستہ اختیار نہ کیجیے تو ان سب آیتوں میں امر مداومت کے لیے ہے ۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ سے تو آپ ڈرتے ہیں ۔ آیندہ بھی ڈرتے رہیے ۔ مفسدوں کے راستہ کو اختیار کرنا تو آپ کے لیے ممکن ہی نہیں ہے ۔ آیندہ بھی اس راستہ کو اختیار نہ کیجیے ۔

marfat.com

درود و سلام کے برکات و حسنات

حضور سرورِ عالم نُورِ مجسّم صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات بیحد وحساب ہیں۔ آپ نے کُفر و شرک کی نجاست سے قلوبِ انسانی کو پاک کیا۔ اللہ تعالےٰ تک پہنچنے کا صحیح راستہ بتلایا۔ انسان کی فلاح و کامیابی کا ایک نظامِ حیات عطا فرمایا۔ جس کو اپنا کر اُمّت دُنیا کی کامیابی اور آخرت کی فلاح و کامرانی حاصل کر سکتی ہے۔ ایسے عظیم وجلیل محسن کے احسانات کا اقرار و اعتراف نہ کرنا بہت بڑی ناشکری اور ناسپاسی تھی۔ لیکن اُمّت اپنے محسنِ اعظم کے احسانوں کا شُکریہ کس طرح ادا کر سکتی ہے ؟ اللہ تعالےٰ نے اپنے کرم سے اس کا طریقہ یہ ارشاد فرمایا :-

اسے ایمان والو ! ان پر خوب درُود اور سلام بھیجو

حقیقت یہ ہے کہ حضور پر درود بھیجنا حضور کے احساناتِ عظیمہ کا اقرار اور آپ کی ذاتِ اقدس سے اپنے تعلق اور اپنی نیازمندی کا اظہار ہے اور آپ کے احسانات کا بدلہ نہ دے سکنے کا اعتراف ہے۔ اسی لیے قرآنِ مجید میں حضور کی ذاتِ ستودہ صفات پر درُود بھیجنے کا حکم دیا گیا اور احادیث میں درود کے فضائل و برکات بیان کیے گئے اور حضور پر درود نہ بھیجنے والوں کی مذمت کی گئی۔

درُود شریف کے فضائل

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس شخص کی ناک غبار آلود ہو کہ جس کے سامنے میرے نام کا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درُود نہ پڑھے۔

marfat.com

مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ اَخْطَاَءَ طَرِيْقَ الْجَنَّةِ

(شفا صفحہ ۶۲)

جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔ وہ جنّت کا راستہ بھول جائے گا۔

نیز نبی علیہ السلام نے فرمایا:-

رَغِمَ اَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرْتُ عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ (ترمذی)

ذلیل و خوار ہو وہ آدمی جس کے سامنے میرا ذکر آئے اور وہ اس وقت مجھ پر درود نہ پڑھے۔

قرآنِ مجید میں ارشادِ باری ہے:-

اِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَا الخ

جب کوئی شخص تمہیں سلام کرے تو اس کو بہترین جواب دو، ورنہ اتنا ہی دو۔

آیتِ بالا میں سلام کرنے کا حکم ہے۔ حدیث میں بھی حضور نے سلام کو پھیلانے کا حکم دیا ہے اور یہ بھی حکم دیا ہے کہ سلام کا جواب نہایت خندہ پیشانی سے دو۔ یہ حکم جمیعِ مومنین کے لیے ہے۔ حضور اکرم علیہ السلام بھی اس میں داخل ہیں۔ ادھر ہمیں حضور پر درود پڑھنے کا حکم ہے اور بحکم آیتِ قرآنی حضور ہمارے درود کا جواب نہایت ہی عمدہ عطا فرماتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالےٰ سے ہماری مغفرت طلب فرماتے ہیں اور شفاعت کہتے ہی مغفرت کو ہیں۔ تو نتیجہ یہ نکلا کہ حضور پر درود پڑھنے والے کی حضور ضرور شفاعت فرمائیں گے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو حضور پر درود و سلام نچھاور کرتے ہیں اور کونین کی نعمتیں پاتے ہیں اور بدنصیب ہیں وہ جو اس سعادتِ عظمےٰ سے محروم رہتے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص جمعہ کے دن اور جمعہ کی

marfat.com

رات مجھ پر ایک سو مرتبہ درُود پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجتیں پُوری فرمائے گا۔ یعنی ستّر حاجتیں آخرت کی اور تیس حاجتیں دنیا کی۔ پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ کو مقرر فرماتا ہے جو تمہارا درُود میری قبر میں مجھ تک پہنچاتا ہے۔ جیسے تم پر تحفے پیش کیے جاتے ہیں۔

اِنَّ عِلْمِیْ بَعْدَ وَفَاتِیْ کَعِلْمِیْ فِیْ حَیَاتِیْ (خصائص کبریٰ ۲۷۰/۲۸)

وصال کے بعد میرے علم کی کیفیت وہی ہے جو میری حیات میں تھی

حدیث کے آخری جملوں سے واضح ہوا کہ وصال کے بعد بھی حضور کی تمام قوتوں کی کیفیت وہی ہے جیسی حیات میں تھی۔ حضور ہمارے درُود کو بذاتِ خود سُنتے ہیں اور فرشتوں کے ذمہ درُود پہنچانے کی خدمت ایسے ہی ہے۔ جیسے ہمارے اعمال فرشتے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ حضور علیہ السّلام ارشاد فرماتے ہیں :۔

لَیْسَ مِنْ عَبْدٍ یُصَلِّیْ عَلَیَّ اِلَّا بَلَغَنِیْ صَوْتُهٗ حَیْثُ کَانَ قُلْنَا وَ بَعْدَ وَفَاتِكَ قَالَ بَعْدَ وَفَاتِیْ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ (جلاء الافہام ص۳۴)

میرا جو اُمّتی مجھ پر درُود پڑھے مجھے اس کی آواز پہنچتی ہے وہ جہاں بھی ہو۔ ہم نے عرض کی اور آپ کی وفات کے بعد؟ فرمایا میری وفات کے بعد بھی۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا زمین پر کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا :۔

اِنِّیْ اَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ وَ اَسْمَعُ مَا لَا تَسْمَعُوْنَ (ترمذی، ابن ماجہ)

marfat.com

میں ہر اس چیز کو دیکھتا ہوں جس کو تم نہیں دیکھتے اور ہر اس آواز کو سنتا ہوں جس کو تم نہیں سنتے۔

اس حدیث میں کلمہ ما یا تو موصولہ ہے یا نکرہ۔ اگر ما موصولہ ہو تو عموم واضح ہے کیونکہ ما موصولہ کلماتِ عموم سے ہے اور اگر ما نکرہ ہے تو حسبِ ضابطہ جب ما نکرہ خیز نفی میں ہے تو عموم کا فائدہ دیتا ہے۔ بنابریں اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام ہر اس چیز کو دیکھتے ہیں جو سب کی حدِّ نظر سے باہر ہے اور ہر اس آواز کو خواہ وہ آواز زمین کی یا آسمان کی، عرش و کرسی کی ہو یا انسانوں اور حیوانوں کی۔ نباتات کی ہو یا جمادات کی۔ جنّات کی ہو یا فرشتوں کی سب کی آواز کو سنتے ہیں اور ظاہر ہے کہ کلمہ ما کے عموم میں درود و سلام پڑھنے کی آواز بھی داخل ہے جس سے واضح ہوا کہ حضور علیہ السلام کو اپنے ہر امّتی کا درود و سلام خواہ وہ عالم کے کسی بھی حصّہ میں ہو بگوشِ خود سنتے ہیں۔

درود کے معنی

علامہ شوکانی لکھتے ہیں کہ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کے معنی یہ ہیں کہ اے اللہ حضور نبی کریم کے ذکر پاک کو دنیا میں بلند فرما۔ ان کی دعوتِ اسلام کو عام کر اور ان کی شریعت کو قیامت تک قائم رکھ۔

وَفِی الْاٰخِرَۃِ بِتَشْفِیْعِہٖ فِیْ اُمَّتِہٖ

اور آخرت میں آپ کی شفاعت آپ کی امت کے حق میں قبول فرما

اس کے بعد لکھتے ہیں:۔

قرآنِ حکیم میں اللہ تعالےٰ نے ہمیں حضور علیہ السلام پر درود پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ اس لیے ہمیں اس طرح حضور کی ذات ستودہ صفات پر درود پڑھنا چاہیئے۔

marfat.com

صَلَّیْنَا عَلَی النَّبِیِّ وَسَلَّمْنَا عَلَیْہِ

ہم درود بھیجتے ہیں حضور نبی کریم پر

مگر سب جانتے ہیں کہ ہم اس طرح درود نہیں پڑھتے، بلکہ یوں پڑھتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اے اللہ! تو رحمت بھیج محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر

یعنی درود ہم کو بھیجنا چاہیئے تھا مگر ہم اللہ سے عرض کرتے ہیں کہ اے رب تو درود بھیج تو اس کی کیا وجہ ہے۔ علامہ شوکانی کہتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ عالی میں یہ عرض کرتے ہیں کہ اے رب تو نے ہمیں اپنے رسول پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے۔

وَلَیْسَ فِیْ وُسْعِنَا اَنْ نُصَلِّیَ صَلٰوۃً تَلِیْقُ بِجَنَابِہٖ لِاَنَّا مَا نَقْدِرُ وَاَنْتَ عَالِمٌ بِقَدْرِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَنْتَ تَقْدِرُ اَنْ تُصَلِّیَ عَلَیْہِ صَلٰوۃً تَلِیْقُ بِجَنَابِہٖ

لیکن ہم میں یہ طاقت نہیں ہے کہ ہم حضور کے مرتبہ و مقام کے مطابق آپ پر درود بھیجیں کیونکہ حضور کی جو عزّت و منزلت اور مرتبہ کی بلندی سے جیسے تُو واقف ہے ہم نہیں ہیں۔ اس لیے ہم عرض کرتے ہیں کہ اے رب ہماری طرف سے بھی تو ہی حضور کی شان کے مطابق درود بھیج دے، کیونکہ تو اس پر قادر ہے۔ علامہ شوکانی نے جو نکتہ بیان کیا ہے۔ منکرین عظمتِ نبوی کی آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی ہے اور اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام کے مرتبہ و مقام کو سوائے خدا کے اور کوئی نہیں جانتا۔ کیونکہ حضور کا مرتبہ اور آپ کی شان خدا ہی کو معلوم ہے۔ ہم لوگ تو صرف چند آسان سی تجلیوں کو دیکھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان کر دیتے ہیں ورنہ

marfat.com

محمدؐ سے صفت پُوچھو خدا کی　　　خدا سے پوچھیے شانِ محمدؐ

حضرت سفیان ثوری کا ارشاد

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے دیکھا ایک شخص حج میں ہر مقام پر درُود شریف پڑھ رہا ہے۔ میں نے اس سے اس کی وجہ دریافت کی تو اس نے کہا کہ ایک سفر میں میرے والد کا انتقال ہوگیا۔ میں تنہا تھا اور میرے والد کا منہ کالا ہوگیا تھا۔ سخت فکرمند تھا۔ الٰہی کیا کروں۔ اسی کشمکش میں میری آنکھ لگ گئی اور خواب میں حضور سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ پھر میں نے دیکھا کہ میرے باپ کی صورت ٹھیک ہو گئی۔ اس کے بعد میں نے عرض کی۔ سرکار یہ کیا، تو آپ نے فرمایا تمہارا باپ سخت مجرم تھا۔ مگر درُود شریف کثرت سے پڑھتا تھا۔ پس جب سے میں درُود شریف کا ورد رکھتا ہوں۔ (رُوح البیان)

سُبحان اللہ! درُود شریف کی برکت سے مجرم کا چہرہ روشن ہوگیا اور سرکارِ دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اکرام و انعام کی بارش فرمادی۔

شہد کی مکھیاں

ایک دن حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہد کی مکھیوں سے فرمایا کہ تم شہد کس طرح بناتی ہو۔ مکھی نے عرض کی۔ سرکار! ہم پھولوں کا رس چوستے ہیں اور پھر اپنے گھر آکر اس کو اُگل دیتے ہیں۔ وہ شہد بن جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ تو ٹھیک ہے مگر پھولوں کا رس مختلف ذائقہ کا ہوتا ہے۔ ان میں شیرینی کہاں سے آجاتی ہے۔ مکھی نے عرض کی ؎

گفت چوں خوانیم بر احمد درُود　　　می شود شیریں و تلخی را ربود!

(یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہم گلشن سے رس لاتے ہیں تو اس

پر درُود شریف پڑھتے ہیں۔ شہد کی شیرینی درُود پاک کی برکت سے ہے)
سُبحان اللہ ! درُود شریف کی برکت سے پھیکے اور تلخ رس میں شیرینی پیدا ہو گئی۔

مفسّرِ شہیر علامہ اسماعیل حقی قدس سرہٗ العزیز نے تفسیر رُوح البیان میں یہ واقعہ تحریر فرمایا ہے۔ ایک صاحب سلطان محمود غزنوی علیہ الرحمہ کے حضور حاضر ہوئے کہنے لگے مدّت سے تمنا تھی کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہو تو اپنی زبوں حالی کی داستان خدمتِ اقدس میں پیش کروں۔ اللہ کے فضل سے گزشتہ روز دیدارِ پُر انوار سے مشرف ہوا۔ میں نے بحضورِ نبوی عرض کی یارسول اللہ ایک ہزار روپے کا مقروض ہوں۔ ادائیگی پر قدرت نہیں، خوف دامنگیر ہے کہ اگر بغیر ادائیگی قرض موت آگئی، تو یہ بارِ عظیم میری گردن پر باقی رہ جائیگا۔ حضور نے فرمایا۔ محمود سبکتگین کے پاس جاکر ان سے رقم طلب کرو۔ میں نے عرض کی حضور اگر سُلطان نے نشانی طلب کی اور ثبوت مانگا تو کیا کروں گا۔ حضور نے فرمایا۔ سُلطان سے کہہ دینا کہ تم سونے سے پہلے تیس ہزار بار درُود پڑھتے ہو اور بیدار ہو کر بھی تیس ہزار بار درُود پڑھتے ہو۔ یہی اس بات کا ثبوت ہے، کہ مجھے تمہارے پاس حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے۔ چنانچہ انہوں نے بارگاہِ سلطانی میں حاضر ہو کر عرض کی۔ یہ سُن کر سلطان پر گریہ طاری ہو گیا، ان کا قرضہ ادا کر کے ایک ہزار روپے مزید آن کی خدمت میں پیش کیے۔

ارکانِ دولت نے سلطان کی خدمت میں عرض کی، عالی جاہ آپ نے اس شخص کی ایسی بات کی تصدیق کی جو ناممکن ہے۔ ہم حضور کی خدمت میں شب و روز حاضر رہتے ہیں۔ ہم نے تو کبھی آپ کو اس تعداد میں درُود پڑھنے میں مشغول

marfat.com

نہیں دیکھا ؛ پھر یہ بات بھی عقل میں نہیں آتی، اتنی قلیل مدّت میں آپ ساٹھ ہزار مرتبہ درود شریف کس طرح پُورا فرماتے ہیں۔ سلطان نے جواب دیا۔ میں نے علمار کرام سے سُنا تھا کہ جو شخص مندرجہ ذیل درود شریف ایک مرتبہ پڑھے گا وہ دس ہزار بار پڑھنے کے برابر ہوتا ہے۔ میں اس درود شریف کو تین مرتبہ سوتے وقت اور تین مرتبہ بیدار ہوکر پڑھ لیتا ہوں اور یقین رکھتا ہوں کہ ساٹھ ہزار بار پڑھنے کی سعادت حاصل ہوگئی اور مجھ پر گریہ اس خوشی میں طاری ہوا کہ علمار کرام کے ارشاد کی تائید حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادی۔ وہ درُود شریف یہ ہے :-

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ مَااخْتَلَفَ الْمَلَوَانِ وَتَعَاقَبَ الْعَصْرَانِ وَکَرَّ الْجَدِیْدَانِ وَاسْتَقَلَّ الْفَرْقَدَانِ وَبَلِّغْ رُوْحَہٗ وَاَرْوَاحَ اَھْلِ بَیْتِہٖ مِنَّا التَّحِیَّۃَ وَالسَّلَامَ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ عَلَیْہِ کَثِیْرًا۔

دینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

• ایک ایسی کتاب جسے آپ ہر طبقہ کے افراد کو بطور تحفہ دے سکتے ہیں۔
• عقائد، عبادات، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، معاملات و معاشرت اور زندگی میں پیش آنے والے نت نئے مسائل سے متعلق کتاب و سنّت اور فقہ حنفی کی روشنی میں احکامِ اسلامیہ کا بینظیر مجموعہ • بچوں، جوانوں اور مستورات کے لیے دینیات کی آسان اور عام فہم کتاب ـــ صفحات ۵۰۰، کتابت آفسٹ، ولایتی جلد سنہری

marfat.com

اسلام میں سنتِ رسول کا مقام

اس مسئلہ پر بحث سے قبل تین باتیں قابلِ غور ہیں
اوّل : اللہ تعالیٰ نے کتاب اور رسول کے واسطہ کے بغیر خود ہی مخلوق کی ہدایت کیوں نہ فرمائی
دوم : رسالت کے کام کے لیے صرف انسانوں کو کیوں منتخب کیا۔ فرشتوں یا دیگر غیر انسانی ہستیوں کو اس کام کے لیے کیوں نہ مامور کر دیا۔ سوم : تمام آسمانی کتابوں کو رسُول کے واسطہ سے کیوں نازل کیا۔ صرف کتاب ہی کیوں نہ نازل کر دی۔

سوال اوّل کا جواب یہ ہے

کہ اللہ تعالیٰ غایۃ تجرد اور نہایت تقدس میں ہے یعنی وہ ایک ایسی ہستی ہے جو کمال کے انتہائی بلند مقام پر فائز ہے اور انسان نقصان کے انتہائی درجہ پر ہے۔ اس لیے انسان میں یہ صلاحیت نہیں ہے کہ وہ خدا سے بلاواسطہ ہدایت اور فیض حاصل کرے اور نہ خدا ہی بلاواسطہ اپنے بندے سے تعلق پیدا کرتا ہے اور اس کی یہ وجہ نہیں ہے کہ خدا قادر نہیں ہے؟ بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ نقصان انسان میں ہے۔ اس میں یہ صلاحیت اور قابلیت اور استعداد ہی نہیں ہے کہ وہ براہِ راست خدا سے فیض لے کیونکہ ناقص کامل سے اسی وقت بلاواسطہ فیض حاصل کر سکتا ہے جبکہ ناقص اور کامل میں کوئی مناسبت ہو۔ اور خدا اور بندہ میں تو کوئی مناسبت ہے ہی نہیں۔ وہ خالق ہے اور یہ مخلوق۔ خالق اور مخلوق کا کیا جوڑ۔ اس لیے اللہ سے فیض لینے اور اس کی رضا اور احکام کے مطابق زندگی بسر کرنے کے لیے ایک واسطہ کی ضرورت پڑی۔ ایسا واسطہ جس کا تعلق خدا سے بھی ہو اور مخلوق سے بھی۔ پس یہ واسطہ انبیاء کرام ہیں جن کے ذریعہ مخلوق کا تعلق خدا سے قائم ہوتا ہے۔

اب یہ سمجھئے کہ انسان تو غایت نقصان میں تھا اور وہ اپنی عدم صلاحیت کی وجہ سے خدا سے بلاواسطہ تعلق پیدا نہیں کر سکتا تھا۔ پھر انبیاء جو انسان ہی ہوتے ہیں وہ اللہ سے کیسے تعلق پیدا کر سکتے ہیں؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ انبیاء اگرچہ انسان ہی ہوتے ہیں مگر انسانیت کی نہایت بلند سطح پر ہوتے ہیں۔ ان میں اللہ تعالیٰ خود ایسی صلاحیت اور استعداد پیدا فرما دیتا ہے کہ وہ بلاواسطہ

marfat.com

اس سے تعلق رکھیں - انبیاء میں چند خصوصیات ایسی ہوتی ہیں - جو انسانوں میں تو کیا فرشتوں میں بھی نہیں پائی جاتیں - جیسے خدا اپنی مخلوقات کے درمیان تقدس اور تجرد کے نہایت بلند مقام پر ہوتا ہے اسی طرح انبیاء کرام عام انسانوں میں تقدس اور تجرد کے نہایت بلند مقام پر فائز ہوتے ہیں - تجرد کی جہت سے وہ خدا سے تعلق رکھتے ہیں اور تعلق کی جہت سے وہ پیغامات الٰہی بندوں تک پہنچا دیتے ہیں - اس لیے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی ہدایت کے لیے انبیاء کرام کو واسطہ قرار دیا اور خود بلا واسطہ مخلوق کی ہدایت نہیں فرمائی -

سوال دوم کا جواب یہ ہے

اللہ کی سنت یہ ہے کہ عام انسانوں کی ہدایت کے لیے رسول بشری ہی مبعوث فرماتا ہے اور اللہ کی سنت میں تبدیلی نہیں ہو سکتی -

دوسری وجہ یہ ہے کہ فرشتے یا غیر انسانی ہستیاں انسان کی ہدایت اور تزکیہ کا سبب نہیں بن سکتیں - کیونکہ انسان کی ہدایت کا سبب وہی بن سکتا ہے جو انسان کے ساتھ مناسبت رکھے - فرشتے اپنی نورانیت اور ملکیت کی وجہ سے اور غیر انسانی ہستیاں اپنے فطری قصور اور عدم صلاحیت کی وجہ سے انسان کے لیے ہادی نہیں ہو سکتیں - چنانچہ ہر زمانے کے کفار نے انبیاء و مرسلین سے یہی مطالبہ کیا ہے کہ اگر خدا کو پیغام پہنچانا ہی منظور ہے تو ہم پر فرشتے کیوں نہیں نازل کرتا کہ ہمیں اس پیغام کے منزل من اللہ ہونے کا یقین آجائے -

اللہ تعالیٰ نے کفار کے جواب میں فرمایا :-

لَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا   اگر ہم فرشتے بھی بھیجتے تو ان کو انسانی لباس میں بھیجتے -

اس آیت میں یہ بتایا گیا کہ انسان کی ہدایت اور تزکیہ و تربیت کے لیے فرشتہ کام نہیں دے سکتا - کیونکہ فرشتے اور انسان میں کوئی مناسبت ہی نہیں ہے - فرشتہ انسانی جذبات سے محروم ہے - شہوانی قوتیں اس میں مفقود ہیں انسانی ضرورتوں سے بے نیاز ہے - ایسے ملکی اور نوری افراد انسان کی تعلیم و تربیت کے فرائض ادا کر ہی نہیں سکتے اسی لیے فرمایا کہ اگر ہم فرشتوں کو بھیجتے تو بھی ان کو لباس بشریت میں بھیجتے تاکہ انسان اور فرشتہ میں مناسبت پیدا ہو جاتی - بلکہ قرآن کریم نے یہاں تک فرمایا کہ فرشتے اسی صورت میں بھیجے جا سکتے تھے جب کہ زمین پر فرشتے بستے ہوتے -

لَوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا -   اگر زمین میں فرشتے بستے ہوتے تو ہم ان کی ہدایت کے لیے رسول ملکی کو مبعوث فرماتے (قرآن مجید)

اس لیے اللہ تعالیٰ نے عام انسانوں کی ہدایت و تزکیہ و تربیت کے لیے فرشتوں کی بجائے انسانوں کو ہی رسول بنا کر مبعوث فرمایا -

سوال سوم کا جواب یہ ہے

اب رہا یہ سوال کہ کتاب کو رسول کے واسطے سے کیوں نازل کیا صرف کتاب ہی کیوں نہ نازل کر دی

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام آسمانی کتابوں کو رسول ہی کے واسطہ سے نازل کیا ہے - وہ اس

marfat.com

پر بھی قادر ہے کہ صرف کتاب نازل کر دیتا اور کتاب کے مطبوعہ نسخے ہر انسان تک پہنچا دیئے جاتے ۔ اگر کتاب کی اشاعت کا یہ طریقہ اختیار کیا جاتا تو بلا شبہ یہ ہدایت کا یقینی ذریعہ ہوتا کیونکہ ایسے صریح معجزے اور بالکل ظاہر خارق عادت کو دیکھ کر ہر شخص مان لیتا کہ یہ کتاب واقعی خدا کی طرف سے ہے لیکن اللہ تعالےٰ نے باوجود قادر مطلق ہونے کے یہ طریقہ اختیار نہیں فرمایا ۔ بلکہ ہمیشہ اپنے رسولوں ہی کے ذریعہ کتابیں نازل کیں تاآنکہ قرآن شریف کی باری آئی ۔ تو قرآن بھی بلا واسطہ نہیں دیا ۔ بلکہ اس کے نزول سے پہلے بڑے انتظامات فرمائے ۔ پھر ایک مقدس ہستی کو ابتدا ہی سے قرآن کے لیے مخصوص و منتخب فرمایا ۔ جب وہ ہستی دنیا میں جلوہ فرما ہو گئی ۔ تو پھر قرآن نازل ہوا ۔ اور رسول کریم کے واسطہ سے قرآن بھی دیا گیا ۔ آخر کیوں ؟ اس کا تسلی بخش جواب خود قرآن ہی نے دیا ہے اس نے بتایا ہے کہ اللہ نے جس قدر رسول مبعوث کئے ہیں ۔ ان کی بعثت کا مقصد یہ رہا ہے کہ فرامین الٰہی کے مطابق حکم دیں ۔ اور لوگ انہیں کے احکام کی اطاعت کریں ۔ وہ کتاب الٰہی پر خود عمل کر کے دکھائیں اور لوگ انہیں کے نمونہ کو دیکھ کر ان کا اتباع کریں ۔

مَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ ۔ ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس لیے کہ اسکی اطاعت کی جائے ۔ دنیا میں جتنے انبیاء کرام تشریف لائے سب نے اپنی امت سے یہ ہی مطالبہ کیا ۔

اِتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ۔ اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو ۔

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی زبان مبارک سے بھی یہ ہی کہلوایا گیا ۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ۔ اگر اللہ کے محبوب بننا چاہتے ہو تو میری اتباع کرو

ان نصوص قرآنیہ سے ثابت ہوا کہ کتاب کے ساتھ رسولوں کو اور قرآن کے ساتھ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمانے کی حکمت یہ ہے کہ کتاب اور رسول دونوں کی اطاعت کی جائے اور اللہ کا منشا یہ ہے کہ جس طرح لوگ میری کتاب کی اطاعت کریں ۔ ٹھیک اسی طرح لوگ کتاب کے ساتھ جو رسول بھیجا گیا ہے اس کا بھی اتباع کریں ۔

مُعلّم کتاب

اس میں شک نہیں کہ کتاب (قرآن) دین و شریعت کی اصل ہے اور ادلۂ شرعیہ میں سب سے مقدم اور محکم قرآن ہی ہے اور یہ بات منکرین حدیث کو بھی تسلیم ہے کہ قرآن صرف اصول دیتا ہے ۔ اور اپنے اصول کی تشریح و توضیح کسی اور پر چھوڑ دیتا ہے ۔ آخر کیوں ؟ کیا قرآن ناقص ہے ؟ کیا وہ ملت کا دائمی اور آخری ضابطۂ حیات نہیں ہے ؟ ہے اور ضرور ہے تو پھر قرآن میں اصول کیوں ہیں ؟ اجمال اور ابہام کیوں ہے ؟ تو اس کی وجہ بھی خود قرآن ہی نے بتا دی ۔ اس نے ہمیں بتایا کہ اگر محض کتاب اتار دی جاتی ۔ اور اس کے ساتھ کوئی رسول نہ آتا تو لوگ آیات کے معانی میں اختلاف کرتے ۔ اصول کی جزئیات میں لڑتے جھگڑتے اور کوئی ان کی تسلی کرنے والا اور غلطی کی نشاندہی کرنے والا نہ ہوتا ۔ اور اس طرح

marfat.com

اللہ کی کتاب جدال و نزاع کا اکھاڑہ بن جاتی - اس لیے اللہ تعالیٰ نے کتاب کے ساتھ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا اور قرآن کو رسول کریم علیہ السلام پر نازل فرمایا - یہ صرف اس لیے تاکہ لوگ اپنے اپنے طور پر نہیں بلکہ رسول کے بیان اور تشریح کی روشنی میں قرآن کو سمجھیں اور اس پر عمل کریں -

قرآن کریم نے اپنے ساتھ رسول کے اس تعلق کو بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے -

وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْھِمْ — ہم نے یہ ذکر (قرآن) آپ پر اس لیے نازل کیا ہے تاکہ آپ خوب کھول کھول کر بیان کریں اس کو جو ان کی طرف نازل کی گئی ہے -

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں کہ قرآن کے ساتھ رسول کو اس لیے بھیجا گیا ہے کہ رسول قرآن کے شارح ہیں اور ان کا فرض نبوت یہ ہے کہ وہ قرآن کی خوب تشریح و توضیح فرمائیں اور اُمت کا فرض یہ ہے کہ وہ رسول کا اتباع کرے اور اس کے اسوۂ حسنہ پر چلے :-

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ — تمہارے لیے رسول کریم میں بہترین نمونہ ہے -

تلاوتِ آیات

پھر یہ ہی نہیں کہ قرآن نے صرف ایک ہی جگہ رسول کے اس منصب اور فرض کو بیان کر دیا - بلکہ متعدد مقام پر رسول کے فرائض اور اس کے مراتب سے دنیا کو آگاہ کیا گیا - چنانچہ فرمایا -

یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ — یہ رسول قرآن کی تلاوت کرتے ہیں - اور ان کو پاک کرتے ہیں اور کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں -

اس آیت میں دو چیزیں الگ الگ ذکر کی گئی ہیں (۱) تلاوت آیات (۲) تعلیم کتاب -

آیات کی تلاوت کا مطلب تو بالکل واضح ہے البتہ تعلیم کتاب کی مراد پر غور کرنا ہے - اگر تعلیم کتاب سے بھی قرآن کی عبارت پڑھ کر سنانا اور یاد کرانا ہی مقصود ہے تو تلاوت آیات سے الگ کوئی چیز نہ ہوئی - حالانکہ وہ اس سے الگ چیز ہے اور الگ ہی ذکر کی گئی ہے - تو معلوم ہوا کہ یقیناً تعلیم کتاب سے مراد قرآن کی تشریح اس کے معانی و مطالب کی توضیح ہی ہے - جب قرآن مجید سے یہ ثابت ہو گیا کہ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض نبوت میں الفاظ و کلمات قرآن کریم کی تلاوت ہے - اسی طرح اس کے معانی و مطالب کا بیان بھی فرائض رسالت میں داخل ہے تو اب لازمی طور پر ماننا پڑے گا کہ جس طرح متن قرآن حجت ہے - اسی طرح اس کی نبوی تشریح بھی حجت ہے - ورنہ قرآن کا آپ کو معلّم کتاب کہنا اور کتاب کی تعلیم کو آپ کا فرض رسالت قرار دینا بالکل بے معنی ہوگا - جب قرآن سے حضور علیہ السلام کا معلم اور شارح ہونا ثابت ہو گیا - تو جو شخص آپ کی رسالت پر ایمان رکھتا ہے - اس کو یہ بھی اقرار کرنا پڑے گا کہ جیسے حضور علیہ السلام نے متن قرآن کی تلاوت و تبلیغ کی اسی طرح آپ نے قرآن کے مطالب و معانی بھی بیان فرمائے - پھر جب قرآنِ کریم اللہ کی آخری کتاب ہے

marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی، تو نہ اب کوئی نئی کتاب آسکتی ہے اور نہ کوئی دوسرا نبی - اور اس آخری کتاب کا اس کے نزول کے وقت سے رہتی دنیا تک باقی رہنا ضروری ہے - جب اس کی بقا ضروری ہے تو قرآن کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کے لیے حضور علیہ السلام کی قولی و فعلی تشریحات و توضیحات کا بھی ہر دور اور ہر زمانہ میں منقول و متداول اور موجود رہنا ضروری ہے -

الغرض : ان دو نصوصِ قرانیہ سے ثابت ہوا :- (۱) حضور صلے اللہ علیہ وسلم قرآن کے شارح ہیں - (۲) حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے جس طرح متنِ قرآن کی تبلیغ کی - اسی طرح آپ نے قرآن مجید کے مطالب و معانی بھی بیان فرمائے (۳) جب قرآن کریم کا باقی رہنا ضروری ہے تو حضور علیہ السلام کی تشریح کا باقی رہنا بھی ضروری ہے (۴) جب قرآن مجید کی دین میں حجت یقینی ہے تو قرآن حکیم کی شرح بھی دین میں حجت یقینی ہے اور قرآن حکیم کے ساتھ اس کی شرح (حدیث) کو ماننا بھی ضروری ہے -

تعلیمِ حکمت

اب آیۃ زیر غور کے دوسرے ٹکڑے پر غور کیجئے - تعلیم قرآن کے ساتھ تعلیم حکمت بھی حضور علیہ السلام کا ایک فریضہ بتایا گیا ہے - یعنی جس طرح قرآن کریم کے مفہوم و مطالب کو بیان کرنا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا فرضِ نبوت ہے - اسی طرح حکمت کی تعلیم دینا بھی آپ کا فرض ہے -

یہ حکمت کیا ہے ؟ قرآن بتاتا ہے کہ حکمت ایک ایسی چیز ہے جو اللہ نے قرآن شریف کے علاوہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل کی ہے :-

(۱) وَاَنْزَلَ اللّٰہُ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا ۝	اور ہم نے آپ پر کتاب نازل کی اور حکمت بھی نازل کی اور سکھا دیا تم کو وہ جو تم نہیں جانتے تھے - اور تم پر تو اللہ کا بڑا فضل ہے -
(۲) وَاذْکُرْنَ مَا یُتْلٰی فِیْ بُیُوْتِکُنَّ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰہِ وَالْحِکْمَۃِ -	یاد کرو اس کو جس کی تلاوت ہوتی ہے تمہارے گھروں میں آیتیں اور حکمت -

ان دونوں آیتوں سے واضح ہو کہ جس طرح حضور علیہ السلام پر قرآن نازل ہوا - اسی طرح اللہ نے آپ پر حکمت بھی نازل کی - اب یہ حکمت کیا ہے ؟ جو ازواجِ مطہرات کے گھروں میں قرآنی آیتوں کے علاوہ پڑھی جاتی تھی ؟ وہ کیا چیز تھی جو حضور علیہ السلام ان کو قرآن کے علاوہ سناتے تھے ؟ یہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور سُنت تھی - یعنی قرآن کی تشریح فرمانے کے ضمن میں حکمت و دانائی کی وہ باتیں جو الفاظِ قرآن کے علاوہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس یا فعل و عمل سے ظاہر ہوئیں - وہی حدیث اور سنت ہے - اور اسی کو قرآن نے حکمت سے موسوم کیا ہے اور چونکہ اس آیت سے حکمت کے یاد رکھنے کا وجوب بھی ثابت ہوا - پھر یاد رکھنے سے اصل مقصود یہی عمل ہے تو سنت و حدیث پر عمل کا واجب و مامور ہونا بھی ثابت ہوا - اور جب سنت ہی کا دوسرا نام حکمت ہے

marfat.com

اور حکمت منزل من اللہ ہے تو اس سے سنت کا منزل من اللہ اور وحی الٰہی ہونا بھی ثابت ہو گیا۔ اسی لیے حضور سرورِ عالم نورِ مجسم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس حکمت کو اللہ کی طرف سے دیئے جانے کی تصریح فرمائی :-

اَلَا اِنِّیْ اُوْتِیْتُ الْقُرْاٰنَ وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ (ابو داؤد) — خبردار مجھے قرآن عطا کیا گیا اور اس کے ساتھ ایک اور چیز اس کی مثل دی گئی ہے۔

یہ قرآن کی مثل کیا چیز تھی ؟ جس کے متعلق آپ نے فرمایا "مجھے دی گئی"۔ گویا خود بخود آپ میں وہ چیز موجود نہ تھی۔ بلکہ خدا کی طرف سے تھی۔ وہ چیز حکمت ہی تھی۔ اور حکمت سنتِ رسول ہے۔ تو معلوم ہوا کہ قرآن کی جو تشریح و توضیح حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ وہ اللہ کی وحی اور اس کی ہدایت کے ماتحت ہوتی تھی جب وہ اللہ کی ہدایت کے ماتحت ہوتی تھی۔ تو پھر اس کا دین کا جزو اور مامور بہ ہونا بالکل ظاہر بات ہے۔ خلاصۂ کلام یہ کہ جس طرح قرآن مجید کو ماننا ضروری ہے۔ اسی طرح سنتِ رسول کو ماننا اور اس پر عمل کرنا بھی ضروری ہے اور سنت کے بغیر فہمِ قرآن ناممکن ہے۔

رسول کا مرتبہ و مقام

حقیقت یہ ہے کہ منکرین حدیث دراصل منصب نبوت و رسالت کے منکر ہیں۔ اسی لیے وہ یہ کہتے ہیں کہ رسول کا کام صرف اللہ کی وحی کو بندوں تک پہنچا دینا ہے اور بس۔ باقی رہے اس کے اقوال و اعمال یہ دین نہیں ہیں۔ لیکن قرآن صاف لفظوں میں ان کے اس کافرانہ نظریہ کی تردید کرتا ہے۔ وہ بتاتا ہے کہ رسول کا کام صرف پیغام پہنچا دینا ہی نہیں ہے بلکہ پیغامِ الٰہی کے معانی و مفہوم۔ تشریح و مطالب کو بیان کرنا بھی اس کا فرض ہے۔ رسول صرف قاصد ہی نہیں ہوتا بلکہ وہ مطاع ہادی، امام مربی، حاکم مُبشّر، نذیر، سراج منیر صاحب حکمت، صاحبِ خلقِ عظیم، صاحبِ مقامِ محمود۔ مجتبیٰ، مصطفےٰ۔ مقبول مبین، شارح، معلّم، حکم، مزکی، داعی الی اللہ، آمر و ناہی بھی ہوتا ہے :

رسول کے ان اوصافِ جلیلہ پر قرآن مجید کی آیات شاہد ہیں جن کی تفصیل کے لیے دفتر درکار ہے۔ تاہم چند آیات قرآنیہ یہاں درج کی جاتی ہیں جو رسول کے مرتبہ و مقام کی وضاحت کے لیے کافی ہوں گے۔

(۱) مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ — ہم نے جو بھی رسول بھیجا ہے اس لیے بھیجا ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے۔

(۱) اس آیت میں بتایا گیا کہ رسول کو ماننے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے۔ یہ نہیں ہے کہ اس کو صرف اللہ کا رسول مان لیا جائے (۲) پھر اطاعتِ رسول کا حکم جہاں جہاں آیا ہے بالکل مطلق ہے۔ اس میں کوئی قید نہیں ہے کہ فلاں امور میں تو رسول کی اطاعت کرو اور فلاں میں نہیں۔ جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ رسول ایک حاکمِ عام ہے جو حکم بھی وہ دے۔ مومنوں کو اس کا ماننا لازمی ہے۔

(۲) قرآن نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت کی طرح ہے۔ رسول کی اطاعت ایک عام انسان کی اطاعت کی طرح نہیں ہے جیسا کہ جاہل کفار کا خیال تھا جو کہتے تھے :-

marfat.com

هَلْ هٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَ — کیا یہ تم جیسا ایک بشر نہیں ہے۔

لَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ○ — اگر تم نے اپنے جیسے ایک بشر کی اطاعت کی۔ تو تم ضرور ٹوٹے میں رہو گے۔

(۳) قرآن نے جاہل کفار کے اس خیال کی تردید کر دی اور مومنوں کو یہ اطمینان دلایا کہ رسول کی اطاعت عام انسانوں کی اطاعت کی طرح نہیں بلکہ دراصل خدا کی اطاعت ہے۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔ — جس نے رسول کی اطاعت کی۔ اسی نے اللہ کی اطاعت کی۔

(۴) قرآن نے یہ بھی بتایا ہے کہ رسول من جانب اللہ امام اور ہادی ہوتا ہے اور ہر اختلاف اور نزاع کی صورت میں رسول کو حکم بنانا اسی طرح ضروری ہے جس طرح خدا کو:

وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا — ہم نے انبیاء کو ہدایت کا امام بنایا ہے۔ وہ ہمارے حکم سے رہنمائی کرتے ہیں۔

(۵) اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ — اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اولی الامر کی جو تم میں سے ہوں۔ پھر اگر تمہارے درمیان کسی بات میں نزاع ہو۔ تو اس میں اللہ و رسول کی طرف رجوع کرو۔

فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ کا فقرہ خاص طور پر قابل غور ہے۔ مسائل شرعی میں جب مسلمانوں کے درمیان اختلاف واقع ہو تو حکم ہے کہ خدا اور رسول کی طرف رجوع کریں۔ اس میں خدا اور رسول دونوں کو حکم بنانے کا حکم ہے۔ اگر مرجع بالکل قرآن مجید ہوتا تو فردوہ الی اللہ کہنا کافی تھا لیکن اس کے ساتھ والرسول بھی کہا گیا جس میں صاف وضاحت ہے کہ قرآن کے بعد رسول کا طریقہ ہی مرجع ہے اور دین کے اصل دو جزو قرآن اور حدیث ہی ہیں۔

(۶) قرآن نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کو دل و جان سے ماننا اہل ایمان کے لیے فرض بلکہ شرط ایمان ہے۔ جو شخص رسول کے فیصلہ کو نہ مانے وہ بے ایمان ہے۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ...... الخ — اے رسول! تیرے رب کی قسم یہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے تمام معاملات میں تمہیں حکم نہ مان لیں۔

(۷) مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ — کسی مومن مرد اور عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول فیصلہ کر دیں تو پھر ان کو اپنے معاملہ میں خود کوئی فیصلہ کرنے کا اختیار باقی رہے

marfat.com

یہاں کسی زمانہ کی قید نہیں ہے۔ مومن و مومنہ سے صرف عہدِ نبوی کے مومن مرد و عورت مراد نہیں ہیں بلکہ قیامت تک کے ہیں۔ اَمراً کا لفظ نہایت عام ہے جو ہر قسم کے معاملات پر حاوی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر کام اور ہر بات میں خدا اور رسول کے فیصلہ کو تسلیم کرنا فرض ہے۔

(۸) قرآن نے یہ بھی اعلان کیا۔ کہ اللہ کی طرح اس کے رسول کو بھی ساری دُنیا کی چیزوں سے محبوب رکھنا ضروری ہے جو ایسا نہ کریں وہ فاسقین سے ہیں اور اللہ کی ہدایت سے محروم ہیں۔ جب اللہ اور رسول کسی کام کی دعوت دیں اور پکاریں تو اس پر لبیک کہنا ہر مومن کے لیے فرض ہے۔

اَحَبَّ اِلَیۡکُمۡ مِّنَ اللّٰہِ وَ رَسُوۡلِہٖ وَجِھَادٍ فِیۡ سَبِیۡلِہٖ فَتَرَبَّصُوۡا حَتّٰی یَاۡتِیَ اللّٰہُ بِاَمۡرِہٖ ۔	اگر (یہ دنیا) تم کو اللہ اور اُس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیاری ہے تو اللہ کے امر (عذاب) کا انتظار کرو۔
(۹) اِسۡتَجِیۡبُوۡا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوۡلِ اِذَا دَعَاکُمۡ	اللہ اور اس کا رسول جب تمہیں آواز دیں، تو فوراً لبیک کہو۔

(۱۰) اور یہ بھی کہ مومن وہی ہیں جو اللہ اور رسول کے حکم پر لبیک کہتے ہیں۔ اور اللہ اور رسول دونوں کی اطاعت کرتے ہیں۔

اِنَّمَا کَانَ قَوۡلَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اِذَا دُعُوۡۤا اِلَی اللّٰہِ وَ رَسُوۡلِہٖ لِیَحۡکُمَ بَیۡنَھُمۡ اَنۡ یَّقُوۡلُوۡا سَمِعۡنَا وَاَطَعۡنَا	ایمان والوں کو جب اللہ کی طرف اور اس کے رسول کی طرف بلایا جائے تاکہ اللہ اور رسول ان کے درمیان فیصلہ دیں۔ تو ان کا جواب سوائے اس کے کچھ نہیں ہوتا کہ وہ کہیں سمعنا و اطعنا!

(۱۱) قرآن نے یہ بھی بتایا کہ کسی شخص کی کامیابی اور فوز و فلاح کے لیے جس طرح اللہ کی اطاعت ضروری ہے۔ اسی طرح رسول کی اطاعت بھی فرض ہے جس طرح اللہ کی نافرمانی، گمراہی و بدبختی ہے۔ اسی طرح رسول کی نافرمانی کا حال ہے۔

مَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ فَقَدۡ فَازَ فَوۡزًا عَظِیۡمًا ۔	جس نے اطاعت کی اللہ کی اور اس کے رسول کی اس نے بڑی مراد کو پالیا۔
(۱۲) وَمَنۡ یَّعۡصِ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ فَقَدۡ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیۡنًا	جس نے اللہ اور رسول کی نافرمانی کی۔ وہ کھلی ہوئی گمراہی میں ہے۔

(۱۳) قرآن نے یہ ہدایت بھی دی ہے کہ مسلمانوں کو رسول کی نافرمانی کی کوئی بات بھی آپس میں نہیں کرنی چاہیے۔ ایک مومن کا اپنی جان پر جتنا حق ہے اس سے کہیں زیادہ اس کی جان پر نبی کا حق ہے اور اللہ کے ساتھ نبی کو راضی کرنا بھی ضروری بلکہ شرطِ ایمان ہے۔

marfat.com

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَةِ الرَّسُوْلِ

اے ایمان والو! جب تم چپکے چپکے بھی کوئی بات کرو - تو گناہ زیادتی اور ظلم اور رسول کی نافرمانی کی کوئی بات نہ کرو -

(۱۴) اَلنَّبِيُّ أَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ

نبی زیادہ قریب ہے - مومنوں کی جانوں سے -

(۱۵) وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَحَقُّ أَنْ يُّرْضُوْهُ إِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ

اللہ کے ساتھ اس کے رسول کو بھی راضی کرنا ضروری ہے -

(۱۶) قرآن نے ان منافقین کی مذمت بھی کی ہے - جو اپنی خود غرضی اور منافقت کی وجہ سے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں کوتاہی کرتے تھے -

وَإِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلٰى مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ وَإِلَى الرَّسُوْلِ رَأَيْتَ الْمُنَافِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا -

جب ان سے کہا جاتا ہے آؤ اس کتاب کی طرف جس کو اللہ نے نازل کیا - اور رسول کی طرف آؤ - تو اے رسول تو دیکھے گا ان منافقوں کو کہ اعراض کرتے ہیں تیری طرف سے -

اس آیت میں رسول کی اطاعت کا جس طرح حکم دیا گیا ہے وہ اس امر کی وضاحت کرتا ہے کہ رسول کی اطاعت مستقل طور پر فرض ہے - دیکھئے ما انزل اللہ تو کتاب ہے لیکن والی الرسول یہ کتاب نہیں ہے - یہ تو رسول کی مستقل طور پر اطاعت کا حکم ہے -

(۱۷) قرآن نے یہ بھی اعلان کیا کہ کفار دوزخ میں ڈالے جانے کے بعد جس طرح اللہ کی نافرمانی پر کفِ افسوس ملیں گے اسی طرح رسول کی نافرمانی پر بھی افسوس کریں گے -

يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَا أَطَعْنَا اللّٰهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُوْلَا (احزاب)

جس دن ان کے منہ الٹ الٹ کر آگ میں تلے جائیں گے تو کہتے ہوں گے ہائے کسی طرح ہم نے اللہ کا حکم مانا ہوتا اور رسول کا حکم مانا ہوتا -

اگر رسول کی اطاعت ایک مستقل اطاعت نہیں تھی تو پھر اللہ اور رسول کی اطاعت کو علیحدہ علیحدہ بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی ؟

(۱۸) قرآن نے یہ بھی بتایا کہ رسول کی اطاعت غیر مشروط اور غیر محدود طور پر ہے - اس میں کسی زمانہ کی قید نہیں ہے اور رسول مستقل طور پر خدا کی طرح مطاع ہے - فرق یہ ہے کہ رسول کی اطاعت خدا ہی کے حکم اور اذن سے کی جاتی ہے -

marfat.com

اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ   اطاعت کرو اللہ کی اور اُس کے رسول کی۔

یہاں اطیعوا الرسول کو اطیعوا اللہ سے ایک مستقل جملہ کی شکل میں لایا گیا ہے جس سے اس امر کی وضاحت منصود ہے کہ رسول کی اطاعت بھی مستقل طور پر فرض ہے اور اگر اس کا یہ مطلب ہوتا کہ بس رسول جو کتاب لائے ہیں۔ اس کو مانا جائے تو صرف اطیعوا اللہ کہنا ہی کافی تھا۔ اطیعوا الرسول کے اضافہ کی ضرورت نہ تھی۔

(۹) قرآن نے یہ بھی بتایا ہے کہ رسول کی مستقل طور پر اطاعت اس لیے ضروری ہے کہ رسول جو کچھ کہتا ہے۔ وہ خدا کی ہدایت اور اس کی وحی کے ماتحت کہتا ہے۔ وہ اپنے نفس کی خواہش سے کوئی بات نہیں کہتا۔ اس لیے تم کو مطمئن ہوجانا چاہیئے کہ رسول کی پیروی میں کسی قسم کی گمراہی اور غلط روی کا خطرہ نہیں ہے۔

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰى۔   تمہارے صاحب (محمد) نہ گمراہ ہوئے اور نہ کج رو وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتے (وہ جو کچھ کہتے ہیں وحی سے کہتے ہیں۔ جو ان پر کی جاتی ہے۔

اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰى میں ھو کی ضمیر نطق رسول کی طرف لوٹتی ہے۔ جس کا ذکر مَا يَنْطِقُ میں کیا گیا ہے۔ اس آیت میں کوئی اشارہ بھی موجود نہیں ہے کہ نطق رسول کو صرف قرآن کے ساتھ مخصوص کیا جائے۔ یہاں تو ہر اس بات کو وحی الہٰی قرار دیا گیا ہے۔ جس پر نطق رسول کا اطلاق کیا جا سکتا ہے۔ جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ رسول کا نطق (بولنا) خالص وحی سے ہوتا ہے اور اس میں رسول کی خواہش کو قطعاً دخل نہیں ہوتا۔ قرآن نے یہ تصریح اس لیے کی ہے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ دین سے متعلق رسول کی ہر بات خدا کی طرف سے ہوتی ہے۔ کیونکہ اگر کسی ایک بات میں بھی یہ شبہ ہوجائے کہ رسول خواہش نفس سے بولتا ہے اور اس کا نطق خدا کی وحی سے نہیں ہے۔ تو پھر تو رسالت پر سے اعتماد اٹھ جائے گا۔ اس لیے قرآن نے وضاحت کر دی کہ رسول کا نطق وحی الہٰی ہے۔ اس کی زبان سے جو نکلتا ہے خاص خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔ یہ ہی بات حضور علیہ السلام نے خود اپنی زبان مبارک کی طرف اشارہ کرکے فرمائی ہے۔

فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ مَا يَخْرُجُ مِنْهُ اِلَّا حَقًّا (بخاری)   مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اس سے جو کچھ نکلتا ہے حق ہی نکلتا ہے۔

(۲۰) قرآن نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ اللہ کا اپنے نبی سے عارضی اور وقتی تعلق نہیں ہوتا کہ جب کبھی اس کو اپنے بندوں تک کوئی پیغام پہنچانا ہوا اسی وقت یہ تعلق قائم ہوا اور اس کے بعد منقطع ہو جائے بلکہ اللہ کا اپنے نبی سے دائمی تعلق ہوتا ہے۔ چنانچہ ذیل کی آیت اس امر پر دال ہے۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ   اے محبوب! اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی۔ تو ان میں سے ایک گروہ تم کو راہِ راست

marfat.com

وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَیْءٍ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۵

سے ہٹا دینے کا ارادہ کر ہی چکا تھا ۔ مگر وہ خود اپنے آپ کو گمراہ کرنے کے سوا کچھ نہیں کر سکتے اور تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے (کیونکہ) اللہ نے تم پر کتاب اتاری اور حکمت نازل کی اور تمہیں وہ سب کچھ سکھا دیا ۔ جو تم نہیں جانتے تھے اور تم پر اللہ کا بڑا فضل ہے ۔

اس آیہ مبارکہ میں تصریح کی گئی ہے کہ حضور علیہ السلام کا نگران اللہ تعالیٰ ہے ۔ فضل الٰہی ہمیشہ آپ کے ساتھ رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ دائمی طور پر آپ کی طرف متوجہ رہتا ہے ۔ اس لیے حضور علیہ السلام کے تمام اقوال و افعال اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق ہوتے ہیں ۔ اسی مضمون کو اس آیہ مبارکہ میں بیان کیا گیا ہے ۔

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ — اللہ تعالیٰ تم کو لوگوں کی دست برد سے بچائے گا

اس آیہ کا صرف یہی مطلب نہیں ہے کہ جسم نبوی کو دشمنوں سے محفوظ رکھا جائے گا بلکہ یہ بھی ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود مبارک اللہ کی حفاظت میں ہے ۔ اس لیے نبی کی آنکھیں اور اس کی زبان حق دیکھتی اور حق ہی کہتی ہے ۔ اور نبی دین سے متعلق جو کچھ فرماتا ہے ۔ وہ منشاء ایزدی کی ترجمانی ہوتی ہے ۔

ان آیات قرآنیہ نے بتا دیا کہ نبی صرف پیامبر ہی نہیں ہوتا ۔ بلکہ آمر و ناہی بھی ہوتا ہے ۔ اور وہ اپنے قول و عمل سے نازل شدہ کتاب کے احکام کی جو تفسیر و تشریح اور توضیح فرماتا ہے ۔ وہ اللہ تعالیٰ کی منشاء کی ترجمانی ہوتی ہے اور دین سے متعلق رسول کا قول و عمل قرآن کی طرح غیر متبدل اور واجب العمل ہوتا ہے ۔

وحی متلو و غیر متلو

منکرین حدیث یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پر جو وحی نازل کی ۔ وہ قرآن میں بند ہے ۔ قرآن مجید کے علاوہ آپ پر کوئی اور وحی نازل ہی نہیں ہوتی تھی ۔ لہٰذا صرف قرآن واجب العمل ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اقوال و اعمال دین اور شریعت نہیں ہیں ۔ لیکن ان کا ایسا کہنا عقل و نقل دونوں کے خلاف ہے ۔

اصطلاح شریعت میں وحی ان مطالب و معارف کا نام ہے جو اللہ کی طرف سے انبیاء کرام پر نازل ہوتے ہیں ۔ بنیادی حیثیت سے وحی کی تین قسمیں ہیں ۔ براہ راست بلا واسطہ خطاب جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہوا ۔ دوسرے فرشتے کے واسطے کلام جیسا کہ نزول قرآن کے باب میں ہوا ۔ تیسرے ان دونوں طریقوں سے ہٹ کر مطالب و احکام کا قلب رسول پر نزول ۔ یہ تیسری قسم ہی وہ ہے جس کی روشنی میں حضور سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے دین کے بے شمار امور کی تفصیلی ہیئت و شکل متعین کی اور قرآن کے اجمال کو اس طرح مفصل کر دیا کہ اس کی تسلیم شرط ایمان ٹھہری ۔ منکرین حدیث اسی تیسری قسم کی وحی کو تسلیم نہیں کرتے ۔ اور دین کو قرآن تک محدود کر دینے کی غرض سے نہ صرف اس کا انکار ہی کر رہے ہیں ۔ بلکہ اس کے خلاف منظم مہم چلا رہے ہیں ۔ یہ لوگ اتنی سی بات

marfat.com

نہیں سمجھ پاتے کہ جو قادر و قدیر خدا ہر شے پر قادر رہے اور نہ صرف گنہگار انسانوں بلکہ جانوروں تک بھی صحیح خیالات اور درست فیصلوں کا الہام کرتا رہتا ہے اس کے لیے کچھ مشکل نہیں کہ وہ جیسے چاہے قرآن کے علاوہ بھی اپنے رسول کو خصوصی رہنمائی عطا فرمائے اور قرآن کے اجمال و ابہام کی صحیح ترین تفصیلات متعین کرنے کے لیے اپنے رسول پر محفوظ و معصوم افکار و ہدایات کسی طرح بھی نازل فرمائے۔ اسی ربانی رہنمائی کو وحی غیر متلو سے موسوم کیا جاتا ہے (یعنی وہ وحی جو قرآن کے علاوہ حضور علیہ السلام پر آئی) اور یہ وحی غیر متلو صحت میں قرآن سے کم نہیں ہے اس لیے قرآن نے کہا کہ رسول جس سے روکے رک جاؤ۔ جس کا حکم دے اس کو مان لو۔ گویا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ہر وہ بات جو آپ نے دین سے متعلق فرمائی۔ قرآن ہی کے حکم سے واجب القبول ہے۔ ظاہر ہے قرآن یہ حکم اسی وقت دے سکتا ہے جب کہ رسولِ کریم کے امر و نہی میں قطعاً غلطی کا شائبہ بھی نہ ہو۔ سورہ نحل کی ذیل کی آیت پر غور کیجئے :۔

وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِىْ	اور تیرے رب نے شہد کی مکھی کو وحی کی کہ
مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا	پہاڑوں، درختوں اور ان جگہوں میں جہاں لوگ
يَعْرِشُوْنَ ۵	چھت بناتے ہیں گھر بنائے۔

غور کیجئے کیا اللہ عزوجل نے شہد کی مکھیوں سے براہ راست کلام کیا ہوگا یا فرشتہ کے ذریعہ کہلوایا ہوگا۔ ظاہر ہے ان دونوں صورتوں میں سے کوئی سی بھی صورت واقع نہیں ہوئی۔ بلکہ یہاں وہ وحی مراد ہے جو اللہ عزوجل شعور اور ادراک پر بلا واسطہ الفاظ وارد فرماتا ہے یہ وحی مکھی تک ہی محدود نہیں بلکہ انسان و حیوان کے صدہا امور ایسے ہیں۔ جو اس کے ذیل میں آتے ہیں۔ بس جس اللہ نے مکھی تک کو وحی سے نوازا اس کے لیے آخر کیا دشوار ہے کہ اپنے آخری نبی کے قلب و ادراک پر وقتاً فوقتاً بلا واسطۂ الفاظ مطالبِ خاصہ و معارفِ معنویہ کا نزول فرماتا رہے۔ چنانچہ یہ مسئلہ صرف عقلی نہیں ہے بلکہ خود قرآن کی نصوص اس کی تائید و توثیق کرتی ہیں۔ ملاحظہ کیجئے :۔

سورہ توبہ میں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو منافقین کی نمازِ جنازہ پڑھنے سے ان لفظوں میں منع فرمایا گیا ہے :۔

(۱) وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا — ان میں سے جو کوئی مرے آپ کبھی ان کی نمازِ جنازہ نہ پڑھیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے نماز جنازہ شروع ہو چکی تھی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام منافقین کی نماز جنازہ پڑھا کرتے تھے۔ حالانکہ قرآن میں اس سے پہلے نازل ہونے والی ایسی کوئی آیت نہیں ہے جس میں حضور علیہ السلام کو نمازِ جنازہ پڑھنے کا حکم دیا گیا ہو۔ اس لیے ماننا پڑے گا کہ نمازِ جنازہ کا حکم اس وحی سے تھا جو قرآن کے علاوہ تھی۔

اسی طرح جمعہ کے خطبہ کو لے لیجئے۔ جو ایک دینی عمل اور شرعی حکم ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم خود خطبہ دیا

marfat.com

ست ہیں اسی طرح آج تک جاری ہے ۔ سورہ جمعہ میں شکایت کے ضمن میں اس کا ذکر فرمایا

وَ اِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَائِمًا — جب یہ منافق تجارت یا کھیل کو دیکھتے ہیں ۔ تو اس کی طرف دوڑ پڑتے ہیں اور آپ کو تنہا چھوڑ جاتے ہیں ۔

حالانکہ کوئی قرآنی آیت نہیں دکھائی جا سکتی جس میں اس خطبہ کا حکم ہو ۔ پس لازماً یہ ہی ماننا پڑے گا کہ اس کا حکم اس وحی کے ذریعہ ملا جو قرآن کے علاوہ تھی ۔

(۳) علیٰ ہذا اذان کو لیجئے نماز سے پہلے اذان دی جاتی ہے ۔ یہ بھی ایک دینی عمل ہے ۔ سورہ جمعہ اور مائدہ میں بطور حکایت اس کا ذکر کیا گیا ہے ۔

(۲) وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا — جب نماز کے لیے اذان دی جاتی ہے تو یہ منافق اس کا مذاق اڑاتے ہیں ۔

(۳) حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پہلے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے تھے ۔ بیت المقدس کے قبلہ ہونے کے متعلق قرآن حکیم میں کوئی حکم موجود نہیں ۔ مگر جب اس قبلہ کو منسوخ کر کے بیت الحرام کعبہ کو قبلہ بنایا گیا تو ارشاد ہوا :-

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَا اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ۔ — جس قبلہ پر آپ تھے اس کو ہم نے صرف اس لیے مقرر کیا تھا کہ رسول کا اتباع کرنے والے اور اتباع سے منہ موڑنے والوں کے درمیان امتیاز ہو جائے ۔

اس سے معلوم ہوا کہ پہلے جو بیت المقدس کو قبلہ بنایا گیا تھا وہ اللہ کی وحی کی بنا پر تھا ۔

(۴) جنگ اُحد کے موقع پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسلمانوں سے فرمایا ۔ اللہ تمہاری مدد کے لیے فرشتے بھیجے گا ۔ بعد میں اللہ تعالےٰ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا ذکر قرآن میں اس طرح فرمایا :-

وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ — اللہ نے اس وعدے کو تمہارے لیے خوشخبری بنایا ہے

ثابت ہوا ۔ حضور علیہ السلام نے جب مسلمانوں کو فرشتوں کی امداد کی اطلاع دی تھی وہ اسی وحی (غیر متلو) سے تھی ۔ جس کا ذکر قرآن نے بعد میں کیا ۔

(۵) جنگِ احد کے بعد حضور علیہ السلام نے غزوۂ بدر ثانیہ کے لیے لوگوں کو نکلنے کا حکم دیا ۔ جس کا ذکر قرآن حکیم میں نہیں ہے مگر اللہ نے بعد میں تصدیق کی ۔ یہ بھی اسی کے جانب سے تھا ۔

اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْ — جن افراد نے زخم کھانے کے بعد اللہ اور اُس کے

marfat.com

بَعْدِ مَا اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ   رسول کے حکم کو مانا۔

(۶) حضور علیہ السلام نے صدقات تقسیم کئے، اس پر منافقین نے اعتراضات کئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
ظالمو! رسول کے فعل پر اعتراض کرتے ہو۔ حالانکہ یہ تقسیم جو رسول نے کی اللہ کے حکم سے کی تھی اور فرمایا:-

وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ۔   اگر وہ راضی ہو جاتے اس حصہ پر جو اللہ اور اس کے رسول نے ان کو دیا۔

(۷) اسی طرح صلح حدیبیہ کا واقعہ تاریخ کا مشہور واقعہ ہے۔ تمام صحابہ کرام نے صلح نہ کرنے کا مشورہ عرض کیا تھا اور صلح کی شرائط ہر ایک کو نہایت دبی ہوئی نظر آتی تھیں۔ مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں شرائط کو جو کفار نے مقرر کی تھیں قبول فرما لیا اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ تصدیق فرمائی۔ یہ صلح اللہ کی ہدایت کے ماتحت تھی۔ جس کو صحابۂ کرام نہ سمجھ سکے۔ قرآن نے اعلان کیا:-

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا   اے رسول ہم نے آپ کو کھلی ہوئی فتح عطا کی۔

(۸) حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک زوجہ مطہرہ حضرت حفصہ سے ایک راز کی بات فرمائی اور اس کے اظہار سے منع فرمایا تھا۔ اتفاق کی بات ہے کہ ان سے اس راز کا افشا ہو گیا۔ حضور علیہ السلام نے اپنی زوجہ مطہرہ سے راز افشا کرنے کا تذکرہ فرمایا۔ حضرت حفصہ نے عرض کی حضور مَنْ اَنْبَاَكَ آپ کو کس نے خبر دی کہ مجھ سے آپ کا راز افشا ہو گیا۔ حضور علیہ السلام نے فوراً جواب دیا۔ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ (قرآن) مجھے میرے علیم و خبیر رب نے بتایا ہے (کہ تم سے میرا راز افشا ہو گیا ہے) یہ اور اس قسم کی اور بھی متعدد آیات ہیں، جن سے واضح ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یقیناً قرآن کے علاوہ بھی وحی ہوتی تھی۔ اور حضور علیہ السلام دین سے متعلق جو ہدایات فرماتے تھے اور اصولِ قرآنی کی اپنے قول و عمل سے جو توضیح و تشریح فرماتے تھے۔ وہ بھی وحی ہی سے ہوتی تھی۔ نماز ہی کو لے لیجئے۔ قرآن مجید صرف اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ کہہ کر خاموش ہو جاتا ہے۔ نماز کا طریقہ اس کے آداب و شرائط نہیں بیان کرتا۔ اب یہ امور کس سے معلوم کئے جائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

صَلُّوْا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِيْ اُصَلِّيْ   جیسے میں نماز پڑھوں ایسے ہی تم پڑھو

ظاہر ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کا یہ طریقہ معاذ اللہ اپنے جی سے نہیں گڑھ لیا تھا۔ بلکہ اسی وحی کے ذریعہ متعین فرمایا تھا جو آپ پر قرآن کے علاوہ نازل ہوتی تھی۔ نماز کی تو یہ صرف ایک مثال ہے۔ آپ عقائد، عبادات، معاملات، حرام و حلال، نکاح و طلاق۔ غرضیکہ دین و دنیا کے کسی بھی معاملہ کو لے لیجئے۔ ان کے سمجھنے اور ان کے تفصیلی احکامات جاننے کا مرکز حضور اکرم علیہ السلام ہی کی ذات اقدس بنتی ہے۔ جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ نے اپنے قول و عمل سے قرآن کے اصولی احکام کی توضیح اور اس کے جزئیات کی جو تعیین فرمائی وہ اسی وحی سے فرمائی جو آپ پر قرآن کے علاوہ نازل ہوتی تھی۔ یہ ہی وجہ ہے کہ اگر دین کو سمجھنے کے لیے احادیثِ نبوی

marfat.com

کو قابلِ اعتبار نہ سمجھا جائے۔ تو خود بہت سی آیات کا مفہوم و مطلب مبہم بلکہ بڑی حد تک تشنہ رہ جاتا ہے۔ چند مثالیں ذکر کی جاتی ہیں:۔

(۱) قرآن میں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کا حکم ہے۔ مگر کیا صرف قرآن مجید سے ان عبادات کے تفصیلی احکام معلوم ہو سکتے ہیں۔ اور آدمی ان احکاماتِ قرآنیہ پر اللہ تعالیٰ کی منشار کے مطابق عمل کر سکتا ہے؟

(۲) قرآنِ کریم میں طیّب چیزوں کے کھانے کا اصولی حکم دیا گیا ہے۔ کیا صرف قرآن مجید سے حلال و حرام اشیار کی تفصیل معلوم کی جا سکتی ہے؟ اگر کہا جائے کہ ہم خود اپنی عقل و فہم سے حرام و حلال کی فہرست بنا لیں گے تو کیا جن چیزوں کو ہم حلال یا حرام قرار دیں گے۔ ان کے متعلق ہمیں یہ یقین بھی ہو جائے گا کہ اللہ کے نزدیک بھی ان اشیار کا یہ ہی حکم ہے۔

(۳) قرآن میں ہے فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا۔ پھر جب زید اس عورت سے اپنی غرض پوری کر چکے۔ تو پھر ہم نے اس کو تمہارے نکاح میں دے دیا۔

دیکھیے یہ قرآن شریف کی آیت ہے مگر کیا صرف قرآن مجید سے یہ معلوم کیا جا سکتا ہے کہ یہ زید کون تھے اور یہ عورت کون تھی۔ لامحالہ یہ بات روایات سے ہی معلوم ہوگی (۲) یا مثلاً ارشاد ہے۔

عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى تیوری چڑھائی اور منہ موڑا جب اس کے پاس ایک نابینا آیا۔

کیا صرف قرآن شریف سے یہ بتایا جا سکتا ہے کہ یہ نابینا کون تھے اور اصل واقعہ کیا تھا (۳) اسی طرح سورہ توبہ کی آیت کو لیجیے۔ اس میں ہے۔

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اگر تم رسول کی مدد نہیں کرو گے تو اس کی مدد کی ہے اللہ نے جب کافروں نے ان کو نکالا۔

کیا صرف قرآن مجید سے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ حضور علیہ السلام کو کافروں نے کہاں سے نکالا تھا۔ نیز یہ رفیقِ غار کون تھے اور کس غار میں آپ رفیق کے ساتھ روپوش ہوئے تھے۔

(۴) وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِیْ مَوَاطِنَ كَثِیْرَةٍ (توبہ) اللہ نے بہت سے میدانوں میں تمہاری مدد کی۔

کیا روایات کے انکار کرنے کے بعد ان بہت سے میدانوں کی تفصیل معلوم ہو سکتی ہے؟

۵) وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِیْنَ خُلِّفُوْا (توبہ) اللہ کی مہربانی ہوئی ان تینوں پر جن کے معاملہ کو ملتوی رکھا گیا۔

marfat.com

یہ تین شخص کون تھے۔ ان کا معاملہ کیا تھا اور کیوں ملتوی رکھا گیا۔ کیا روایات کے بغیر یہ باتیں حل ہو سکتی ہیں؟

(۶) اسی سورہ توبہ کی اس آیت پر غور کیجئے ارشاد ہے۔

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ۔ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا

جس مسجد کی بنیاد تقوٰی پر رکھی گئی۔ اول دن ہی سے یہ مسجد لائق ہے کہ آپ اس میں نماز پڑھیں۔ اس میں ایسے لوگ ہیں جو طہارت کو پسند کرتے ہیں'

یہ کس مسجد کا ذکر ہے۔ وہ کون لوگ ہیں۔ جن کی اس آیت میں مدح ہے۔ ان کی طہارت پسندی کا کیا خاص معیار تھا۔ جس کو اس آیت میں سراہا گیا ہے۔ کیا ان امور کا جواب صرف قرآن سے مل سکتا ہے۔

(۷) اسی طرح سورہ انفال کی اس آیت کو لیجئے۔

وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ

اور جب اللہ تم سے وعدہ کر رہا تھا کہ دو جماعتوں میں سے ایک تمہارے قبضہ میں آئے گی۔

کیا صرف قرآن سے بتلایا جا سکتا ہے کہ یہ دو جماعتیں کون تھیں؟ اور یہ وعدہ کیا تھا۔ قرآن میں تو ہے نہیں تو لامحالہ ماننا پڑے گا کہ کوئی دوسری قسم کی وحی بھی ہوتی تھی۔ اس قسم کی اور بھی مثالیں دی جا سکتی ہیں جو بوجہ اختصار چھوڑی جا رہی ہیں۔ ان آیات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت کے احکام معلوم کرنے اور قرآن کو سمجھنے سمجھانے کے لیے روایات واحادیث کا دامن تھامنا ناگزیر ہے۔

صحابہ کرام کا سنتِ نبوی سے استدلال و امتثال

یہی وجہ تھی کہ صحابہ کرام و خلفائے راشدین نے اپنے ہر عمل و حرکت کا محور ذاتِ نبوی کو قرار دیا۔ اور ہر مسئلہ اور ہر فیصلہ کا مدار حضور علیہ السلام ہی کے ارشادات کو رکھا۔ اس سلسلہ میں اگر وہ تمام واقعات پیش کئے جائیں تو اس کے لیے دفتر درکار ہے۔ دو ایک واقعات بطور مثال پیش کر کے ہم اس مضمون کو ختم کرتے ہیں:۔

(۱) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب قرآن مجید سے کسی قضیہ کا فیصلہ نہ ملتا تو آپ سنت ہی سے فیصلہ فرماتے تھے پھر اگر اس معاملہ میں ان کو سنت یاد نہ ہوتی تو صحابہ کرام سے کہا کرتے تھے کہ تم کو معلوم ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس معاملہ میں کوئی فیصلہ دیا ہو۔ جب صحابہ میں سے کوئی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فیصلہ بتا دیتے تو اس پر حضرت صدیق اکبر فرماتے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ جَعَلَ فِيْنَا مَنْ يَّحْفَظُ عَنْ نَّبِيِّنَا (تاریخ الخلفاء مصری ص۳۱)

خدا کا شکر ہے جس نے ہم میں ایسے لوگ بھی بنائے ہیں جو ہمارے نبی کی باتیں یاد رکھتے ہیں

(۲) صحابہ کرام کو سب سے پہلی مشکل حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے جانشین کے متعلق پیش آئی کہ حضور علیہ السلام کا جانشین کس کو مقرر کیا جائے۔ اس مسئلہ کا حل بھی صحابہ نے سنتِ نبوی میں تلاش کیا۔ حضرت علی نے فرمایا کہ

marfat.com

جب خود حضور علیہ السلام نے صدیق اکبر کو نماز کے لیے امام مقرر فرمایا تو جس کو آپ نے ہمارے دین کے لیے پسند کیا ہم نے اس کو اپنی دنیا کے لیے بھی پسند کیا (طبقات ابن سعد)

(۳) وصالِ نبوی کے بعد دوسرا مرحلہ حضور علیہ السلام کے دفن کا تھا۔ جب صحابۂ کرام میں اختلاف آراء ہوا تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ ہر نبی اپنی اسی خواب گاہ میں دفن ہوتا ہے۔ جہاں اس کی وفات ہوتی ہے۔ یہ حدیث سن کر سب اختلافات ختم ہو گئے اور صحابہ کرام نے اپنی ذاتی آرا کو حدیثِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے آگے جھکا دیا۔

(۴) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآن کو یکجا کرنے کا مشورہ دیا تو جناب صدیق اکبر نے فرمایا:-

كَيْفَ أَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ — میں وہ کام کیسے کروں جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔

یہ ہی جواب دیگر صحابہ نے دیا حتیٰ کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا شرح صدر ہوا اور آپ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورہ کو مان لیا۔ اس واقعہ سے اتنا ثابت ہوا کہ صحابۂ کرام ہر اقدام سے پہلے سنتِ رسول تلاش کرتے تھے۔

(۵) سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا نے میراث طلب کی تو حضرت صدیق اکبر نے فرمایا۔ میں نے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ اِنَّ النَّبِيَّ لَا يُوْرَثُ نبی کسی کو اپنے متروکات میں وارث نہیں بناتے۔ اس کے بعد فرمایا:-

فَاِنِّیْ اَخْشٰی اِنْ تَرَكْتُ شَيْئًا مِنْ اَمْرِهٖ اَنْ اَزِيْغَ (مسند احمد جلد ۱ ص۲۷۔ بیہقی جلد ۱ ص۳۰۱) — میں ڈرتا ہوں کہ آپ کے حکم میں سے کسی کو چھوڑ دوں گا تو بھٹک جاؤں گا۔

نہ صرف یہ بلکہ یہاں تک فرمایا:-

لَسْتُ تَارِكًا شَيْئًا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْمَلُ بِهٖ اِلَّا عَمِلْتُهٗ (مسند احمد جلد ۱ ص۲۷ منتخب — میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اعمالِ شریعہ سے کوئی عمل ایسا نہ چھوڑوں گا۔ جس پر عمل نہ کروں۔

کنز العمال جلد ۳ ص۱۳۰)

دیکھئے خلیفۂ راشد سیدنا امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو مرکز ملت بھی تھے۔ قضیۂ وراثت میں سنتِ نبویہ سے فیصلہ فرمایا اور قرآن مجید کی آیت میراث سے میراث نبی کے معاملہ کو مستثنیٰ قرار دیا اور سنت پر عمل کر کے یہ بتا دیا کہ قرآن مجید کی آیت میں میراث کا حکم عام مسلمانوں کے لیے ہے۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے نہیں ہے اور یہ کہ اصولِ قرآن کی توضیح و تشریح صرف سنتِ رسول علیہ السلام ہی سے ہو سکتی ہے۔

(۶) حضورِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ماتحتی میں ایک لشکر شام کی مہم پر

marfat.com

بھیجنے کا حکم فرمایا تھا - کہ آپ کا وصال ہوگیا - اور حالات بدل گئے - قبائل عرب مرتد ہونے لگے جو منافق - تھے وہ سازشوں میں مصروف ہوگئے - اجلہ صحابہ کرام کی رائے یہ ہوئی کہ ایسے نازک اور پرفتن موقع پر مرکز اسلام مدینہ منورہ سے لشکر کو علیحدہ کرنا اور مرکز کو خالی کر دینا قرین مصلحت نہیں ہے - اس وقت تو مدینہ منورہ دار الخلافہ کو ہر طرح مضبوط رکھنے کی ضرورت ہے - جب باہر کے حالات سازگار ہوجائیں تب اس لشکر کی روانگی عمل میں لائی جائے - لیکن سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا - یہ ٹھیک ہے کہ حالات ناسازگار ہیں - مگر ماحول کے پرفتن دباؤ کے باوجود لشکر اسامہ ضرور روانہ ہوگا اور اس لیے روانہ ہوگا کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم ہے : اَنْفِذُوْا جَیْشَ اُسَامَۃَ - حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پرجوش لہجہ میں مزید فرمایا -

بخدا اگر مجھے یہ یقین ہوجائے کہ اس لشکر کے روانہ کر دینے کی بنا پر مرکز کمزور ہوجائے گا اور درندے آکر مجھے کھاجائیں گے - تو بھی حکم نبوی علیہ السلام کی تعمیل ضرور کروں گا -

اِنَّمَا اَنَا مُنْفِذٌ لِاَمْرٍ اُمِرَ بِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (منتخب کنز العمال جلد ۴ ص۱۸۳) — کیونکہ میں اپنا حکم نہیں بلکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا حکم نافذ کر رہا ہوں -

دیکھئے ماحول کا تقاضا تھا کہ لشکر اسلام مرکز کی مضبوطی کے لیے مدینہ میں موجود رہے - اجلہ صحابہ کی رائے بھی یہ ہی تھی - مگر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم نبوی (حدیث) میں ذرا بھی ردوبدل نہ کیا -

غرضیکہ اس نوع کے ایک دو نہیں سینکڑوں واقعات ہیں - جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ خلفاء اربعہ اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ اجمعین نے ہر موقع اور ہر محل پر سنت نبوی کو مشعل راہ بنایا اور ہر حادثہ و ہر معاملہ میں سنت رسول سے ہدایت حاصل کی - بلکہ سنت رسول کے مطابق کاروبار خلافت انجام دینے کی شرط پر بیعت تک کی - جب سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت ہوئی تو صحابہ کرام نے بایں لفظ بیعت کی -

نُبَایِعُکَ عَلٰی کِتَابِ اللّٰہِ وَسُنَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَسُنَّۃِ الْخَلِیْفَتَیْنِ - — ہم آپ کے ہاتھ پر اس شرط پر بیعت کرتے ہیں کہ آپ کتاب اللہ، سنت رسول اور دونوں سابق خلیفوں کے طریقہ پر عمل کریں گے -

قرآن حکیم نے انہیں صحابہ کرام کے رستہ پر چلنے کا حکم دیا اور فرمایا :-

مَنْ یَّتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِہٖ جَہَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا — جو مومنین (صحابہ کرام) کے راستہ سے الگ راستہ اختیار کرے تو ہم اس کو اسی راستے پر چلنے دیں گے اور انجام کار اس کو جہنم میں داخل کریں گے جو برا ٹھکانہ ہے -

اس آیت میں مومنین سے مراد یقیناً صحابہ کرام ہیں - انہیں کے راستہ پر چلنے کی قرآن کریم تاکید کر رہا ہے اور ان کے خلاف چلنے والے کو جہنمی قرار دے رہا ہے اور سبیل صحابہ یہ ہی تھی کہ وہ سنت رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو دین جانتے تھے دین و دنیا کے ہر مسئلہ اور ہر حادثہ میں سنت نبوی کا اتباع کرتے تھے -

marfat.com

قرآن اور صاحبِ قرآن

قرآن اللہ تعالیٰ کی آخری وحی ہے جو اس نے اپنے آخری رسول حضور سرورِ عالم نورِ مجسّم احمدِ مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء پر نازل فرمائی۔ قرآن کیا ہے؟ کیوں نازل ہوا۔ کس شان سے اس کا نزول ہوا۔ کس کا سینہ اس وحیِ الٰہی کا گنجینہ بنا؟ اور اس سلسلہ کے تمام امُور کی نشاندہی خود قرآن نے فرمائی ہے۔

١۔ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ (الحاقہ)

اس نے اُتارا جو سارے جہان کا رب ہے

٢۔ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ (حٰم السجدہ)

حکمت وستائش کے مالک کی طرف سے اُترا

وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ (المائدہ ۴)

ہم نے آپ پر کتاب حق کے ساتھ اُتاری

لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ (فصلت حٰم سجدہ)

باطل کو اس کی طرف راہ نہیں نہ اس کے آگے سے اس کے پیچھے سے

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا (دہر)

بے شک ہم نے تم پر قرآن بتدریج اُتارا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ (کہف)

سب خوبیاں اللہ کو جس نے اپنے بندے پر کتاب یعنی قرآن اُتارا

كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ (شوریٰ)

یونہی وحی فرماتا ہے تمہاری طرف

marfat.com

نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ (آل عمران)

اللہ تعالیٰ نے حق کے ساتھ آپ پر (کتاب) قرآن نازل فرمایا

نزولِ قرآن کی کیفیت

لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر قرآن کا یکبارگی نزول رمضان میں ہوا۔ جبریل امین لوحِ محفوظ سے پورا قرآن اخذ کر کے آسمانِ دنیا پر آئے اور فرشتوں کو املا کرایا اور فرشتوں نے موجودہ ترتیب کے مطابق اپنے صحیفوں میں لکھ کر بیت العزۃ میں رکھ دیا جو آسمانِ دنیا پر ایک مقام ہے۔ پھر یہاں سے حسبِ حکمتِ الٰہی حضرت جبریل جتنا جتنا منظورِ الٰہی ہوا بحضورِ نبوی لاتے رہے۔ علماء نے فرمایا صحفِ ابراہیم رمضان کی یکم کو توریت ۶ کو انجیل ۱۳ کو زبور اور قرآن ۲۷ رمضان المبارک کو نازل ہوا۔ جتنا قرآن نازل ہوتا۔ ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک حضور حضرت جبرئیل کے ساتھ اس کا دَور فرماتے۔ جس سال حضور کا وصال ہوا اس سال دوبار دَور فرمایا (بخاری)

رمضان کے مبارک مہینہ میں قرآن نازل ہوا

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ

رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اُترا لوگوں کے لیے ہدایت اور رہنمائی اور فیصلہ کی روشن باتیں۔

اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ

بے شک ہم نے اسے (قرآن کو) برکت والی رات میں اُتارا

نزولِ قرآن کی مدّت ۲۳ سال

عامہ مفسّرین کے نزدیک اس شب سے شبِ قدر مراد ہے

marfat.com

جو رمضان کے آخری عشرہ کی ایک طاق رات ہے۔ شب قدر میں قرآن پاک بتمامہ لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا کی طرف اُتارا گیا۔ پھر وہاں سے حضرت جبرئیل تئیس سال کے عرصہ میں تھوڑا تھوڑا لے کر نازل ہوئے۔ سب سے پہلے وحی سورہ اقراء کی پانچ آیتیں ہیں۔ تکمیلِ قرآن کی کل مدت ۲۳ سال ہے۔

قرآن حضور علیہ السلام پر نازل ہوا۔ حضور اللہ کے رسول ہیں اور آپ کا نامِ نامی اسمِ گرامی **محمد** صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔

۱۔ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ

بے شک آپ رسولوں میں سے ہیں

۲۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں

پھر یہ وحی بڑی عظمت والی تھی۔ کلامِ الٰہی تھا۔ اس کے جلال کا یہ عالم تھا کہ خود قرآن نے اعلان کیا۔

اِنَّا سَنُلْقِىْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا (مزمل)

بے شک عنقریب ہم تم پر ایک بھاری بات ڈالیں گے

وحی الٰہی کا جلال اور عظمت

وحی الٰہی کے جلال و عظمت کا یہ عالم تھا کہ جب وحی نازل ہوتی تو حضور کی جبینِ اقدس پسینہ سے تر اور چہرہ مبارک سُرخ ہو جاتا۔ اونٹنی پر جلوہ فرما ہوتے تو اونٹنی بیٹھ بیٹھ جاتی۔ حضرت زید ابنِ ثابت صحابی کہتے ہیں۔ میری ران حضور کا تکیہ تھی کہ وحی آنے لگی مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میری ران کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے (بخاری)

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا

marfat.com

مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ (الحشر)

یعنی قرآن کا جلال اور اس کی عظمت و شان ایسی ہے کہ پہاڑ کو اگر ادراک ہوتا تو باوجود اتنا سخت و مضبوط ہونے کے پاش پاش ہو جاتا مگر سبحان اللہ حضور کا قلبِ اقدس وحی جیسی پُر عظمت و جلال چیز کا متحمل ہوا۔

فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (بقرہ) نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ۙ عَلٰى قَلْبِكَ (شعراء ۱۴)

تو اس (جبرئیل) نے تمہارے دل پر اللہ کے حکم سے یہ قرآن اُتارا۔ اسے روح الامین لے کر اُترا۔

اللہ عزّ و جل کی آخری وحی (قرآن) کا مورد و مہبط، حضور کا پاک و منزّہ قلب اور اس کی جلوہ گاہ آپ کا سینۂ اقدس تھا اور وحی لانے والے حضرت جبریل علیہ السّلام ہیں جن کو الرُّوح الامین (امانت دار روح) فرمایا گیا۔ حضرت جبرئیل امین کو بحضورِ نبوی تقریباً چوبیس ہزار مرتبہ باریابی کا شرف حاصل ہوا۔ حرا کے مقدس غار میں حضور مراقبۂ حق میں تھے کہ حضرت جبرئیل امین حاضر ہوئے۔ عرض کی اِقْرَا (پڑھیے)۔

سب سے پہلی وحی اور اس کی کیفیت

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۚ پڑھو اپنے رب کے پیارے نام کے ساتھ جس نے تمہیں پیدا کیا۔

حضور علیہ السّلام جبریلِ امین کے وحی پہنچا کر فارغ ہونے سے قبل یاد فرمانے کی سعی فرماتے تھے۔ جلد جلد پڑھتے۔ زبانِ اقدس کو حرکت دیتے۔ اس پر اللہ تعالےٰ نے یہ ہدایت دی کہ آپ جلدی نہ کیجئے۔ قرآن کا آپ کی زبان پر جاری کرنا آپ کے سینہ میں محفوظ کرنا۔ آپ کو یاد کرانا اور قرآن کے معنی و مفہوم اور اس کی

marfat.com

باریکیوں کا آپ پر ظاہر فرمانا ہمارے ذمہ کرم پر ہے۔

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ؕ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۚ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۚ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ؕ (قیمہ)

تم یاد کرنے کی جلدی میں قرآن کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دو۔ بیشک اس کا محفوظ کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمہ ہے تو جب ہم اسے پڑھ چکیں۔ اس وقت اس پڑھے ہوئے کی اتباع کرو۔ پھر بے شک اس کی باریکیوں کا تم پر ظاہر فرمانا ہمارے ذمہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضور کی مشقت گوارا نہ فرمائی۔ قرآنِ پاک کا سینۂ نبوی میں محفوظ کرنا اپنے ذمہ کرم پر لے لیا۔ اس آیت کے نزول کے بعد حضور علیہ السلام وحی کو باطمینان سُنتے اور جب تمام ہو جاتی تب پڑھتے۔

حضور کا علم نسیان سے پاک ہے

پھر اللہ تعالےٰ نے اپنے کرم سے حضور کو قرآنِ پاک یاد کرایا اور اس شان سے کہ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰىٓ ہم تمہیں پڑھائیں کہ تم بھولو گے نہیں

اس آیت میں حضور کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بشارت ہے کہ آپ کو حفظِ قرآن کی نعمتِ بے محنت عطا فرمائی اور اتنی بڑی عظیم کتاب بغیر محنت و مشقت اور بغیر تکرار و درد کے آپ کو حفظ ہو گئی اور اس شان سے ہوئی جو بھول چوک اور نسیان سے پاک اور منزہ ہے۔

اللہ نے حضور کو قرآن پڑھایا اور اسکے اسرار کی تعلیم دی

وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ

marfat.com

فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا ○ (نساء)

اور اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت اُتاری اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔

اَلرَّحْمٰنُ ○ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ○ عَلَّمَهُ الْبَیَانَ ○

رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا، انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا اور ان کو قرآن کا بیان سکھایا۔

واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو قرآن پڑھایا۔ نہ صرف پڑھایا بلکہ اس کے اسرار و رموز کی تعلیم سے بھی حضور کو نوازا اور جو چیز بھی حضور کے علم میں نہ تھی سب سکھا دی اور قرآن کی پوری تفسیر حضور کو عطا فرمادی۔

قرآن حضور کا معجزہ کامل ہے

قرآنِ کریم، اسلام کی صداقت و حقانیت کا نشان ہے۔ معجزہ ہے زندہ معجزہ حسی و معنوی معجزہ حضور کو پیش گاہ الٰہی سے جو معجزات عطا ہوئے۔ ان سب سے بڑا سب سے افضل و اکرم اور سب سے اعظم معجزہ قرآنِ مجید ہے۔ کفار نے جب معجزہ طلب کیا تو ان سے کہا گیا کہ قرآن ہی سب سے بڑا معجزہ ہے۔

اَوَلَمْ یَکْفِهِمْ اَنَّا اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ یُتْلٰی عَلَیْهِمْ (عنکبوت)

دیگر انبیاء کرام کے معجزات وقتی و عارضی تھے۔ اب صرف ان کا ذکر باقی ہے لیکن حضور کا معجزہ، قرآن دائمی ابدی معجزہ ہے اور اس کے اثرات و برکات بھی قیامت تک لوگوں کو کھینچتے رہیں گے۔

قرآن حضور کا لازوال معجزہ ہے

دیگر انبیاء کرام کے معجزات وقت پر عارضی طور پر ظاہر ہوئے لیکن حضور سرورِ عالم صلی اللہ

علیہ وسلم کا معجزہ قرآنِ مجید قیامت تک دنیا میں قائم رہے گا۔ قرآن چونکہ حضور کا دائمی لازوال معجزہ ہے۔ اس لیے اس کا اثر بھی ہمیشہ قیامت تک باقی رہے گا۔ جس قدر انبیاء کرام کو معجزات ملے کسی پر اللہ تعالےٰ نے چیلنج نہیں دیا لیکن قرآن حضور کا ایک ایسا معجزہ ہے جس کی اللہ تعالےٰ نے تحدی کی ہے۔

فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ (بقرۃ)

تو قرآن جیسی ایک ہی سورۃ لاؤ

پھر اللہ تعالےٰ نے خود ہی پیش گوئی فرمادی کہ اگر جن و انسان مل کر بھی چاہیں کہ قرآن جیسا بنا لائیں

لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا (بنی اسرائیل)

تو نہیں لا سکتے اگرچہ وہ ایک دوسرے کی مدد پر کیوں نہ ہوں

قرآن کی مثل لانا ناممکن و محال ہے

قرآن کے وجوہِ اعجاز کے بیان کے لیے دفتر درکار ہے۔ نظمِ قرآن کی فصاحت و بلاغت، کلام کی شیرینی، نمکینی تاثیر اور تسخیر اسلوب کا اندازِ جدید، دلوں کی باتوں کا اظہار، پیش گوئیاں جو انسانی قوت سے باہر ہیں۔ اوّل سے آخر تک نظم قرآن کا ایک ہی نوعیت کا ہونا، حضور سیّدِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم جو اُمّی ہیں۔ ان کی زبانِ اقدس سے ایسے کلامِ بلاغت نظام کا ظاہر ہونا۔ اس کی غیر معمولی تاثیر اور قلوبِ انسانی کی تسخیر، قرآن کے احکامات، تعلیمات اور ارشادات اس کی یکسانیت عدمِ اختلاف دعویٰ مستحکم، بات مدلّل ایسی کہ جسے توڑا نہ جا سکے۔ یہ سب قرآنِ مجید کے معجزہ کامل ہونے کی وجوہات ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس صوتِ سرمدی کے سامنے زبان اور شعراء آتش بیان خطباء، قادر الکلام ادباء عرب و عجم کے فصحاء، بلغاء اور حکماء کی زبانیں گنگ ہو گئیں۔

marfat.com

قرآن نے حاسدوں، دشمنوں، معاندوں اور روئے زمین کے جنوں اور انسانوں کو چیلنج کیا اور اپنے مقدس رسول سے فرمایا کہ تم اعلان کردو۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ (بنی اسرائیل)

تم فرماؤ اگر آدمی اور جنّ سب اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن کی مانند لے آئیں تو اس کی مثل نہ لاسکیں گے۔

فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖۤ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ؕ (طور ۲)

اس جیسی ایک بات تو لے آئیں اگر سچے ہیں۔

قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ (یونس)

تم فرماؤ تو اس جیسی ایک سورہ لے آؤ

قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ (ہود)

تم فرماؤ تو ایسی بنائی ہوئی دس سورتیں لے آو

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ (بقرہ ۳)

اور اگر تمہیں کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے خاص بندے پر اُتارا تو اس جیسی ایک سورہ تو لے آؤ

اللہ اکبر فصحاء و بلغا کو چیلنج ہے کہ پورے قرآن کی بجائے دس سورتوں کا ہی جواب لاؤ۔ شاعروں اور ادیبوں کو للکارا جا رہا ہے کہ دس کی بجائے ایک ہی سورہ کی مثل لے آؤ۔ دشمنوں، معترضوں اور معاندوں کی بھیڑ سے مطالبہ ہے کہ اس جیسی ایک ہی بات پیش کرو اور اگر اکیلے جواب دینے کی طاقت نہیں ہے تو تمام جن و انس کو جمع کر کے اس چیلنج کا جواب دو۔

marfat.com

وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (بقرہ)

اور خدا کے سوا تمام گواہوں کو بُلا لو اگر تم سچے ہو۔

مگر سب اپنی اپنی جگہ انگشت بدنداں حیران و پریشاں ہیں۔ کفر نے مجتمع ہو کر جب سے لے کر اب تک لاکھ جتن کیے مگر قرآن کی مثل لانے میں ناکام رہے اور ناکام رہیں گے۔ قرآن نے کفر کی ناکامی کا اعلان بھی پہلے ہی کر دیا۔

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ (بقرہ)

پس اگر نہ لا سکو اور ہم فرمائے دیتے ہیں کہ ہرگز نہ لا سکو گے تو ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔

الغرض یہ ہے قرآن کا اعجاز اور اس کی شان۔ یہ مقدس کتاب اللہ کی حفاظت میں ہے اور اس کی مثل لانا محال اور ناممکن ہے اور یہی قرآن کے منجانب اللہ ہونے اور اسلام کی صداقت کی بہت بڑی دلیل ہے۔

قرآن ایک محفوظ کتاب

قرآنِ مجید ایک ایسی محفوظ کتاب ہے جس کی مثال ناممکن ہے۔ توریت، زبور، انجیل اور دیگر کتبِ سماویہ تحریف زیادتی اور نقصان سے محفوظ نہ رہ سکیں صرف اور صرف قرآن ہی ایک ایسی کتاب ہے جس کی حفاظت اللہ تعالےٰ نے اپنے ذمہ لی۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (نحل)

بے شک ہم ہی نے اس ذکر کو نازل کیا اور ہم ہی اسکی حفاظت کرنیوالے ہیں

اس آیت میں اور دوسری آیت میں سب سے پہلے اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ قرآنِ مجید منزّل من اللہ ہے اور بار بار اس امر کی نشاندہی کی گئی کہ قرآن اللہ تعالےٰ کی نازل کردہ کتاب ہے۔

marfat.com

وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبَارَكٌ اَنْزَلْنٰهُ (انبیاء)

یہ ذکر مبارک ہے جسے ہم ہی نے نازل کیا

جس سے یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور کلام اس کی صفت ہے۔ اس میں زیادۃ و نقصان ناممکن اور محال ہے۔ اس لیے اس کی حفاظت مخلوق کے ضعیف کندھوں پر نہیں ڈالی جاسکتی۔ اس لیے تاکید کے ساتھ فرمایا وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ قرآن ہمارا کلام ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں اور حق یہ ہے کہ قرآنِ مجید کا ہر قسم کی زیادتی و نقصان سے محفوظ رہنا قرآن و اسلام کی حقانیت و صداقت کی کھلی ہوئی شہادت ہے۔ آپ غور کیجیے دنیا میں آسمانی کتابیں تغیر و تبدل اور تحریف سے بچ نہیں سکیں لیکن پوری کائنات میں قرآن ہی ایسی کتاب ہے جو آج تک اس داغ سے پاک و منزّہ ہے۔ دنیا میں واقعہ کی شہادت ایک زبردست شہادت سمجھی جاتی ہے اور یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ قرآنِ مجید میں آج تک کوئی ترمیم اور تحریف نہیں ہوئی تو یہ بات اس کی حفاظت کی ایک مستقل اور بدیہی دلیل ہے۔ یہ ہی دیکھ کر سر ولیم کو کہنا پڑا۔

" جہاں تک ہمارے معلومات ہیں۔ دنیا بھر میں ایک بھی ایسی کتاب نہیں جو اس کی طرح (قرآن کی طرح) بارہ صدیوں تک ہر قسم کی تحریف سے پاک رہی ہو۔"

(دیباچہ لائف آف محمد)

لہ قرطبی متوفی ۶۷۱ ابوبکر انباری سے ناقل ہیں کہ جو شخص قرآن کریم میں زیادت و نقصان کا قائل ہو وہ کافر ہے کیونکہ آیت اس بات کی کھلی ہوئی شہادت ہے کہ قرآنِ کریم زیادت و نقصان سے پاک ہے لہٰذا جو شخص تحریف قرآن کا عقیدہ رکھے وہ بلاشبہ اس آیت کا منکر اور کافر ہے۔
(مقدمہ تفسیر حقانی)

marfat.com

قرآن میں کوئی طاقت تبدیلی نہیں کر سکتی

جو کتاب اس طرح محفوظ رہے کہ دُنیا کی کوئی طاقت اس میں کمی بیشی نہ پیدا کر سکے ۔ وہ یقیناً خود اس امر کی روشن دلیل ہے کہ وہ کتاب اللہ کی نازل کردہ ہے اور بلاکسی تردّد کے پوری کائنات کو یہ چیلنج کیا جا سکتا ہے کہ روئے زمین پر کوئی کتاب ایسی محفوظ دکھلاؤ جس میں خدائی کتاب ہونے کے دعوے کے باوجود کسی تحریف و تبدیلی کو راہ نہ ملی ہو ۔ ظاہر ہے کہ اس شان کی کتاب سوائے قرآن کے اور کوئی نہیں دکھائی جا سکتی ۔

قرآن اللہ کی حفاظت میں ہے

آیاتِ بالا سے واضح ہوا کہ قرآنِ مجید جس مقام سے متحرک ہوا وہ ایک لوح محفوظ تھی جس راہ سے گذرا وہ ایسی محفوظ تھی کہ باطل نہ آگے سے آسکے اور نہ پیچھے سے جس کی معرفت آیا وہ ایک امین رُوح اور معصوم شخصیّت تھی جس کی دیانت وامانت میں باطل کی آمیزش محال و ناممکن اور جس ہستی مقدس پر نازل ہوا وہ ایک معصوم نوری پیکر ۔ اللہ کی ذات وصفات کا مظہرِ اتم تھا جس کی حفاظت ونگرانی اللہ تعالےٰ نے اپنے ذمّہ کرم پر لی ۔

وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ (مائدہ ۱۲۷)

اور اللہ تمہاری نگہبانی کرے گا لوگوں سے

اِنَّ رَبَّکَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ (اسراء)

سب لوگ تمہارے رب کے قابو میں ہیں (کہ آپ پر دسترس پائیں)

وَاصْبِرْ لِحُکْمِ رَبِّکَ فَاِنَّکَ بِاَعْیُنِنَا (طور ص۲)

اے محبوب تم اپنے رب کے حکم پر ٹھہرے رہو بے شک تم ہماری نگہداشت میں ہو ۔

marfat.com

کتاب وصاحبِ کتاب دونوں کی حفاظت اللہ تعالےٰ نے اپنے ذمہ لی۔ جس رسولِ مکرم کو خاتم النبیین بنا کر مبعوث فرمایا۔ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ کا اعلان فرما کر اس کی ذات اقدس کو قدرت نے اپنی حفاظت میں لے لیا اور جس کتاب کو آخری کتاب بنایا۔ اِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ سے اس کی ابدی حفاظت ونگرانی کا اعلان فرمادیا۔ اب نہ خاتم النبیین کو کوئی گزند پہنچا سکتا ہے اور نہ ان پر نازل کردہ کتاب، قرآن میں کسی قسم کی زیادتی ونقصان تحریف و تبدیل راہ پاسکتی ہے۔

قرآن میں زیادت ونقصان ناممکن ہے

امام قرطبی نے حفاظتِ قرآن پر استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اللہ کا ارشاد لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ الخ اس امر پر دال ہے کہ قرآنِ کریم انسانی طاقت سے باہر ہے اور جب قرآن میں زیادت ونقصان ممکن ہوا تو یہ مقدورِ بشری قرار پائے گا۔ پھر معجزہ کہاں رہیگا۔ لہٰذا جو شخص قرآنِ مجید میں تحریف کا قائل ہوگا۔ وہ درحقیقت اس کے معجزہ ہونے کا منکر ہے۔ آیت الٓرٰ کِتٰبٌ اُحْکِمَتْ اٰیٰتُہٗ میں آیاتِ قرآنیہ کے محکم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ انسانی دسترس سے بالاتر ہیں۔ نہ کوئی اس میں کمی بیشی ہوسکتی ہے اور نہ اس کا مثل بنایا جاسکتا ہے۔ لہٰذا جو قرآن کے محرف ہونے کا قائل ہوگا وہ اس آیت کا بھی منکر قرار پائیگا۔

حفاظتِ نبوی

ابتدا میں جب حضور مدینہ تشریف لائے تو صحابہؓ کرام راتوں کو پہرہ دیا کرتے تھے۔ ایک رات صحابہؓ آپ کے خیمہ کے گرد پہرہ دے رہے تھے کہ آیت وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ الخ نازل ہوئی تو آپ نے پہرہ والوں سے فرمایا۔ واپس ہوجاؤ۔ خدا نے میری حفاظت کا

marfat.com

کا فرض اپنے ذمہ لے لیا ہے (ترمذی) چنانچہ یہ وعدۂ حفاظت ہزار ہا مشکلات و خطرات کے باوجود پُورا ہوتا رہا اور یہ بات ایک مستقل معجزہ ہے کہ ہنگاموں، فتنوں، سازشوں اور بے پناہ مشکلات کے عالم میں حضور نے اپنے فرضِ نبوّت کو باحسنِ وجوہ انجام تک پہنچایا۔

اللہ تعالےٰ نے قرآن کی حفاظت فرمائی ایسے ہی حضور کے جسمِ اطہر اور آپ کے اسوہ کی حفاظت بھی فرمائی ہے۔ اس موقعے پر ایک بات جو خصوصی طور پر مجھے کہنی ہے وہ یہ ہے کہ مذکورہ بالا آیات، جن میں حضور کی حفاظت کا ذکر ہے یہ حفاظت صرف حضور کے ظاہری جسمِ اقدس کے ساتھ خاص نہ سمجھی جائے بلکہ اس کا تعلق ظاہری جسم کے ساتھ ساتھ اس پیکرِ حُسن کے خصائص، برکات، فضائل، اقوال و افعال، کردار، صورت و سیرت سے بھی ہے اور مذکورہ بالا آیات سے بطریقِ اشارۃ النص یہ واضح ہے کہ جیسے اللہ نے حضور کے ظاہری جسم کی ہر نازک سے نازک موقع پر حفاظت فرمائی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ حضور کے خصائص و برکات، سیرت و کردار کی بھی حفاظت فرمائی ہے۔ ظاہر ہے کہ جب اللہ تعالےٰ نے حضور کی ذات کو اپنی حفاظت میں لے لیا تو حضور کی صفات بھی اللہ کی حفاظت میں آگئیں کیونکہ صفات ذات سے علیحدہ نہیں یہ ہی وجہ ہے کہ حضور کی زندگی کا پُورا نقشہ اور آپ کی سیرتِ طیبہ کا ہر گوشہ محفوظ طریقہ سے امت تک پہنچا ہے۔ روزِ قیامت تک حضور کی سیرت محفوظ رہے گی۔ اسی لیے قرآن نے اعلان کیا۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِىْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

تمہارے لیے رسولِ کریم میں بہترین نمونہ ہیں

حضور کی ذاتِ پاک قیامت تک انسانوں کے لیے ابدی نمونہ جب ہی ہو سکتی ہے جب کہ حضور کی سیرت و صورت، اقوال و اعمال محفوظ شکل میں دنیا کے سامنے

marfat.com

ہوں اور یہ حفاظتِ خداوندی کا نتیجہ ہے کہ آج عیسٰی و موسیٰ ایسے جلیل القدر انبیاء دیگر مذہبی شخصیتوں کی سیرت وصورت پر پردے پڑے ہوئے ہیں مگر کائنات میں صرف ایک ہی وجودِ نوری ہے کہ جس کی زندگی کا ہر گوشہ محفوظ ہے اور پوری دنیا کے لیے روشنی کا مینار ہے۔ کیوں؟ صرف اس لیے حضور کا وجود قدس اللہ کی نگرانی میں ہے۔ فَاِنَّکَ بِاَعْیُنِنَا۔

علومِ قرآن قرآنِ مجید تمام علوم کا جامع ہے۔ حدیث میں ہے کہ قرآن میں اوّلین و آخرین کی خبریں ہیں۔

مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتَابِ مِنْ شَیْءٍ

ہم نے کتاب (قرآن) میں کوئی چیز چھوڑ نہیں دی

وَنَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتَابَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ

ہم نے تم پر کتاب اُتاری جس میں ہر شَے کا بیان ہے

لفظ "کل شیء" اور "من شیء" بتا رہا ہے کہ قرآن میں ہر شَے کا مفصّل روشن اور واضح بیان ہے۔ شے ہر موجود کو کہتے ہیں۔ لوحِ محفوظ بھی ایک شے ہے۔ اس لیے قرآنِ مجید میں لوحِ محفوظ کے تمام مکتوبات بھی ہیں۔ رہی یہ بات کہ لوحِ محفوظ میں کیا ہے؟ تو اس کا جواب بھی قرآن ہی سے لیجیے۔

کُلُّ صَغِیْرٍ وَّکَبِیْرٍ مُّسْتَطَرٌ

لوحِ محفوظ میں ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے

کُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰہُ فِیْ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ

ہر چیز ہم نے ایک روشن پیشوا میں جمع فرما دی

وَلَا حَبَّۃٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتَابٍ مُّبِیْنٍ

marfat.com

زمین کی اندھیریوں میں کوئی دانہ تر و خشک نہیں جو ہم نے ایک روشن کتاب
میں نہ لکھ دیا ہو۔

مفسّرین کی اکثریت نے کتابِ مبین اور امامِ مبین سے لوحِ محفوظ کو مُراد لیا ہے
اور اگر کوئی صاحب اس سے اختلاف کریں تو لامحالہ کتابِ مبین اور امامِ مبین سے
قرآن ہی کو مراد لینا ہوگا لیکن یہ بات ازروئے قرآن غلط اور واقع کے خلاف ہوگی
کیونکہ قرآن کے لوحِ محفوظ میں محفوظ و مسطور ہونے کی تصریح خود قرآن نے کی ہے۔

بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ (بروج)

بلکہ وہ کمال و شرف والا قرآن ہے۔ لوحِ محفوظ میں

قرآن میں ہر چیز کا روشن بیان ہے

نکرہ جب حیّزِ نفی میں ہو عموم کا فائدہ دیتا ہے اور
لفظ کل تو ایسا عام ہے کہ کبھی خاص ہو کر مستعمل نہیں ہوتا۔ نیز عام استغراق کا
فائدہ دینے میں قطعی ہے۔ قرآن کی نصوص ہمیشہ اپنے ظاہری معنیٰ پر محمول ہوا
کرتی ہے۔ ظاہری معنیٰ میں تخصیص و تاویل کی بلا دلیل شرعی اجازت نہیں ہے۔
حتّٰی کہ حدیثِ احاد خواہ کیسی ہی اعلیٰ درجہ کی صحیح ہو قرآن کے عموم کی تخصیص نہیں
کر سکتی۔ بہرحال امامِ مبین اور کتابِ مبین سے خواہ لوحِ محفوظ مراد لیجئے یا قرآن،
ہر طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن علم و معرفت کا خزینہ حقائق و معارف کا گنجینہ،
علومِ اولین و آخرین کا مخزن، واقعاتِ ماضیہ و آئندہ کا معدن ہے۔ غرضکہ ہر
چیز اور ہر شے کا قرآن میں روشن، واضح اور مفصّل بیان ہے۔ کائناتِ ارضی و
سماوی میں جو کچھ ہوا ہوگا، ہر بات قرآنِ مجید میں مندرج ہے۔

حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں فرمایا جو چاہو مجھ
سے پوچھو میں تمہیں کتاب اللہ سے اس کی خبر دوں گا۔ ابن سراقہ نے کتاب الاعجاز

marfat.com

میں ابوبکر ابنِ مجاہد سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے ایک روز فرمایا کہ جہان میں کوئی چیز ایسی نہیں جو کتاب اللہ میں نہ ہو۔ اس پر ان سے کہا گیا۔ سراؤں کا ذکر کہاں ہے فرمایا۔ اس آیت میں ۔ لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ مَسْکُوْنَۃٍ فِیْھَا مَتَاعٌ لَّکُمْ ۔ اس آیت میں غَیْرَ مَسْکُوْنَۃٍ کے معنٰی سرائے کے ہیں۔

توریت ضخامت میں اتنی بڑی ہے کہ سوائے پیغمبروں کے اور کسی کو یاد نہیں لیکن قرآن باوجود اختصار کے سب آسمانی کتابوں سے اعظم و اکمل و افضل و اجمل ہے۔

حضور ہی قرآنی علوم و معارف کے عالم ہیں

ان تمام مذکورہ بالا آیات سے واضح ہوا کہ قرآن وحی الٰہی ہے ۔ ہدایت و موعظت کا مجموعہ ۔ حقیقت و معرفت کا خزینہ ۔ علومِ اولین و آخرین اور لوحِ محفوظ کے مکتوبات کا گنجینہ ہے ۔ قرآن میں ہر چیز کا روشن بیان ہے خواہ اس کا تعلق آسمان کے طبقات سے ہو یا زمین کی گہرائیوں سے ۔ حالاتِ ماضیہ سے ہو یا واقعاتِ موجودہ و آئندہ سے ، عالمِ امر سے ہو یا عالمِ شہادت سے غرضکہ ہر چیز ہر شے کا قرآن میں بیان ہے ——— اور یہی گنجینۂ علم و معرفت اللہ تعالےٰ نے حضور سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا ۔ آپ کا قلبِ مطہر و سینۂ اقدس اس عظیم و جلیل وحی (قرآن) کا مخزن بنا ۔ اللہ تعالےٰ نے حضور کو قرآن یاد کرایا ، سکھایا ، پڑھایا ۔ قرآن کے الفاظ اور اس کے معنٰی و مفہوم و اسرار و رموز کی آپ کو تعلیم دی ۔ قرآن کے حقائق و معارف احکام و مسائل اور اس کے اصول و جزئیات کی شرح و تفسیر کا علم آپ کو عطا فرمایا۔

اس لیے پوری کائنات میں حضور سے زیادہ کوئی عالم نہیں ۔ حضور کے علم کی

marfat.com

کوئی حد و غایت نہیں۔ غیب و شہادت سب کے حضور عالم ہیں۔ کیوں؟ اس لیے کہ قرآن حضور کے سینہ میں ہے پڑھانے والا رب العالمین ہے ؎

خدا نے کیا ان کو آگاہ سب سے
دو عالم میں جو کچھ خفی و جلی ہے

قرآن کی تفسیر و توضیح کا حق صرف حضور کو ہے

مذکورہ بالا آیات سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جب قرآن کے اسرار و رموز اللہ تعالیٰ نے صرف حضور کو تعلیم[1] فرمائے تو قرآن کی تفسیر و توضیح کا حق صرف اور صرف حضور ہی کو حاصل ہے۔ حضور کے علاوہ کسی کو یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی طرف سے قرآن کے اجمال کی تبیین اور احکامِ قرآنیہ کی توضیح کرے۔ قرآن کے ساتھ حضور کو نازل کرنے میں حکمتِ الٰہی اور مرضی الٰہی یہ ہے کہ لوگ اپنے طور پر نہیں، اپنی رائے اور اپنے قیاس سے نہیں بلکہ رسول کے بیان و شرح کی روشنی میں قرآن کو سمجھیں اور اس پر عمل کریں۔ خود قرآنِ مجید نے قرآن کے ساتھ رسولِ کریم کے اس تعلق کو بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے:۔

---

[1] یعنی علوم خمسہ علم ماکان وما یکون۔ سب ظاہر و باطن خشک و تر، صغیر و کبیر غیب و شہادت سب لوحِ محفوظ میں مندرج ہے اور لوحِ محفوظ کے تمام علوم قرآنِ مجید میں ہیں اور قرآنِ مجید حضور خاتم النبیین علیہ السلام کے سینہ اقدس میں ہے جس سے واضح ہوا۔ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہر شے اور ہر چیز کے عالم ہیں۔ اسی لیے علامہ بوصیری علیہ الرحمہ نے حضور کو مخاطب بنا کر عرض کی۔

وَمِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ — لوح و قلم کا علم آپ کے علم کا ایک ٹکڑا ہے

پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے

marfat.com

وَاَنْزَلْنَا اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ

ہم نے قرآن آپ پر اسلیے نازل کیا تاکہ آپ خوب کھول کر بیان کردیں جو ان کی طرف نازل کیا گیا۔

اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَیْنَ النَّاسِ بِمَا اَرٰىكَ اللّٰهُ (نساء)

اے محبوب بیشک ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اُتاری کہ تم لوگوں میں فیصلہ کرو جس طرح اللہ تمہیں دکھائے۔

اپنے اسی منصب کو بیان کرتے ہوئے حضور سیدِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ قَالَ فِی الْقُرْاٰنِ بِغَیْرِ عِلْمٍ فَلْیَتَبَوَّءْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ

جو شخص قرآن کی تفسیر بغیر علم کے کرے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے

اَلْمِرَاءُ فِی الْقُرْاٰنِ كُفْرٌ (احمد)

قرآن میں جھگڑنا کفر ہے

مَنْ قَالَ فِیْ كِتَابِ اللّٰهِ بِرَأْیِهٖ فَاَصَابَ فَقَدْ اَخْطَاءَ (ابوداود)

جس نے اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کی اور ٹھیک کی اس نے غلطی کی۔

سید المتقین امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے آیہ وَ فَاكِهَةً وَّاَبًّا کی تفسیر پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا۔

اَیُّ سَمَاءٍ تُظِلُّنِیْ وَاَیُّ اَرْضٍ تُقِلُّنِیْ اِذَا قُلْتُ فِیْ كِتَابِ اللّٰهِ بِغَیْرِ عِلْمٍ (خازن ج ۱ ص۵)

کونسا آسمان سایہ فگن ہوگا اور کونسی زمین مجھے پناہ دے گی۔ اگر میں اللہ کی کتاب کی بغیر علم کے تفسیر کروں۔

الغرض ان آیاتِ بینات نے بتا دیا کہ دین اسلام کا مرکز و محور حضور کی ذات

marfat.com

پاک ہے۔ قرآن کی تشریح، توضیح، تفسیر اور ترجمانی کا حق صرف حضور کو ہے۔ محض اپنی رائے سے تفسیر کرنا حرام ہے، گمراہی ہے اور یہ کہ حضور سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآنِ پاک کی اپنے عمل و کردار، اقوال و عمل سے جو تفسیر فرمائی وہ اللہ کی نگرانی و نگہبانی میں فرمائی ہے۔ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا یعنی قرآن حفاظتِ الٰہی میں ہے۔ ایسے ہی قرآن کی جو تفسیر حضور نے فرمائی اس کی حفاظت بھی اللہ تعالےٰ ہی فرما رہا ہے۔

چنانچہ صحابہ کرام کا طریقہ یہی تھا کہ وہ قرآنِ مجید کی ایک ایک آیت اور حضور کے ایک ایک ارشاد پر خوب غور و تدبّر کرتے تھے۔ ابو عبدالرحمٰن سلمی سے مروی ہے کہ صحابہ حضور سے دس آیتیں سیکھتے تھے۔ تو جب تک ان کی علمی و عملی حقیقت کو نہیں جان لیتے تھے آگے نہیں بڑھتے تھے۔ اسی بنا پر جناب انس فرماتے ہیں کہ ہم میں سے جب کوئی سورہ بقرہ اور آلِ عمران پڑھ لیتا تھا تو ہماری نگاہوں میں بڑا ہو جاتا تھا۔ (مسندِ احمد)

خصائصِ مصطفےٰ

اس کتاب میں حضور سید المرسلین خاتم النبیین سیدِ عالم، نورِ مجسم، احمدِ مجتبےٰ محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کا حلیہ مبارک، سیرت و صورت، سرِ اقدس سے لے کر قدمِ پاک تک کے خصائص، فضائل، برکات و حسنات، حضور کا حسین و جمیل سراپا مقدس، معتبر روایات و احادیث کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے اور حضور کے اعضاء کریمہ کے اوصافِ حمیدہ و معجزاتِ جمیلہ کی تصویر کھینچ دی گئی ہے۔ یہ کتاب و اعظوں کے لیے سرمایہ عاشقوں کے لیے سکونِ قلب ہے۔ ایک ایسی حسین و جمیل تالیف ہے۔ جسے بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے اور جس کے مطالعہ سے ایمان تازہ اور حضور علیہ السلام کے جلال و جمال کی تصویر سامنے آجاتی ہے۔ قیمت =/ ۱۸ روپیے

marfat.com

میلادُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اگر حضور اکرم شفیعِ اعظم، فخرِ آدم و بنی آدم حضرت احمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت و بعثت پر محبت و عقیدت سے غور کیا جائے جو پروردگارِ عالم کا سب سے بڑا فضل و اکرام ہے جس کے صدقہ اس کی ساری خدائی ظہور میں آئی اور اپنی اس عظیم الشان نعمت و رحمت کے طفیل اس نے اپنے بندوں کو بے شمار احسانات، اکرامات اور انعامات سے نوازا تو اس نعمت سراپا برکت کے ذکر و بیان کے لیے مجلس و محفل کی معقولیت اور اس کا محمود و پسندیدہ ہونا نہایت واضح طور پر معلوم ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ اگر بعض آیاتِ قرآنی پر بھی غور و خوض کیا جائے تو میلاد شریف کے لیے ہر مناسب اہتمام کا جائز بلکہ مستحب ہونا آفتاب سے بھی کہیں زیادہ روشن معلوم ہوگا۔

اس حقیقت سے ہر شخص باخبر ہے کہ خدا کا سب سے بڑا فضل اور اس کی سب سے بڑی نعمت رسولِ اکرم نورِ مجسّم صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ مبارکہ اور بعثتِ طیبہ ہے اور آپ کی ولادت اور بعثت پر مسرت و شادمانی کے اظہار کا نام عید میلاد النبی ہے جو حقیقت میں مومنوں کی حقیقی عید ہے۔ کیونکہ دنیا و آخرت کی تمام عیدیں اسی صبحِ عید کی مرہونِ منّت ہیں۔ قرآنِ مجید میں فرمایا۔

و وَ ذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ

انہیں خدا کے دنوں کی یاد دلاؤ

(۱) اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ

اپنے رب کی نعمت کو بیان کرو

marfat.com

(۲) قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا (یونس)

اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر خوشی کا اظہار کرو

(۳) وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ

اللہ نے تم پر جو انعام کیا ہے اس کا ذکر کرو

قرآنِ حکیم اور میلاد

قرآنِ حکیم کا مطالعہ کرنے والوں پر مخفی نہیں ہے کہ اللہ عزوجل نے قرآن میں متعدد انبیاء کے حالاتِ زندگی، ان کی ولادت، ان کی سیرت وصورت، ان کے کارنامے، ان کے فضائل ومناقب کا ذکر فرمایا ہے۔

۱- حضرت آدم کا پیدا ہونا، ان کا جنت میں قیام، دانہ گندم کھانا، فرشتوں کا ان کو سجدہ کرنا، فرشتوں کا ان کی پیدائش پر سوال کرنا، پھر ان کا زمین پر آنا۔

۲- حضرت نوح علیہ السّلام کے مصائب، ان کی تبلیغی سرگرمیاں، ان کے کارنامے، پھر ان پر کتنے افراد ایمان لائے، ان کا دعا کرنا، طوفان کا آنا، کشتی بنانا وغیرہ۔

۳- حضرت سلیمان و داؤد علیہم السلام کی حکومت وسلطنت، ان کا جاہ وجلال، ہوا پر حکومت، جنّوں کا تابع ہونا، پہاڑوں اور پرندوں کا ان کے لیے مسخر ہونا، لوہے کا نرم ہونا۔

۴- حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حالاتِ زندگی، نمرود سے مقابلہ، آپ کا پرندوں کو زندہ کرنا، کعبہ بنانا، خواب دیکھنا، سیّدنا اسمٰعیل کو خدا کی راہ میں قربان کرنا اور حضور اکرم کی بعثت کے لیے دُعا کرنا۔

۵- حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش، ان کی شیر خوارگی کے حالات، ان کی پرورش، ان کا بکریاں چرانا، نکاح کرنا، نبوت ملنا، فرعون سے مقابلہ، کوہ طور پر جانا، اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہونا۔

marfat.com

غرضکہ قرآن میں انبیاء کرام کے حالات، سیرت وکردار اور ان کی ولادت کا ذکر موجود ہے۔ اسی طرح حضور نبی کریم علیہ السلام کی تشریف آوری اور آپ کے فضائل ومناقب اور مرتبہ ومقام کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ جس سے یہ بات نکھر کر سامنے آ جاتی ہے کہ حضور علیہ السلام کی ولادت اور ان کی سیرت وصورت کا ذکر کرنا اللہ تعالیٰ کی سُنّت ہے۔

تمام انبیاء کرام حضور کے میلاد خواں ہیں

قرآن وحدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ تمام انبیاء کرام نے اپنے اپنے زمانہ میں حضور اکرم کی تشریف آوری کی خوشخبری دی ہے اور تمام انبیاء کرام نے اپنی امتوں کے سامنے حضور کے فضائل ومناقب اور آپ کی صفات کا ذکر فرمایا ہے۔ سیّدنا ابراہیم علیہ السلام جب خانہ کعبہ تعمیر فرما رہے تھے اس وقت آپ نے دُعا مانگی تھی۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا (البقرۃ ۱۲۹)

الٰہی ان میں ایک عظیم الشّان رسول کو مبعوث فرما۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی دُعا قبول فرمائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اَنَا دَعْوَةُ اَبِیْ اِبْرَاهِیْمَ وَكَانَ اٰخِرُ مَنْ بَشَّرَ بِیْ عِیْسٰی ابْنُ مَرْیَمَ (ابن عساکر)

میں اپنے (ظاہری) باپ ابراہیم علیہ السّلام کی دُعا ہوں اور سب سے آخر میں جس نے میری آمد کی بشارت دی وہ عیسٰے ہیں۔ حضرت عیسٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗ اَحْمَدُ (الصف)

marfat.com

میں ایک رسول کی خوشخبری سنانے کے لیے آیا ہوں جس کا نامِ نامی احمد ہے۔

اللہ اکبر! اللہ عزّوجل نے ایک اولوالعزم پیغمبر حضرت عیسٰی کو مبعوث فرمایا اور ان کے فرائضِ نبوت کا ایک فرض یہ رکھا کہ وہ یہ اعلان کردیں کہ میرے بعد خاتم النبیین تشریف لارہے ہیں۔

یہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی بہت بڑی خصوصیت ہے کہ اللہ عزّوجل نے آپ کی تشریف آوری کا مژدہ سنانے کے لیے ایک اولوالعزم پیغمبر حضرت مسیح کلمۃ اللہ کو مبعوث فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام سے حضور پر ایمان لانے کا عہد کیا اور پھر عہد بھی ایسا پختہ اور مضبوط کر فرمایا۔

قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ (آلِ عمران ۸۱)

کیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا۔ (انبیاء کرام) نے عرض کی ہم اقرار کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا تو اب ایک دوسرے پر گواہ ہوجاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔

اس عہدِ ربّانی کے بعد حضرات انبیاء کرام حضور کے ذکرِ جمیل سے رطب اللسان رہتے ہیں اور آپ پر ایمان لانے کا اپنی امتوں سے عہد لیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ قدیم سے اُمتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعائیں کرتی تھیں اور آپ کے توسل سے دشمنوں پر فتح چاہتی تھی۔

وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَی الَّذِیْنَ كَفَرُوْا (البقرہ ۸۹)

(حضور کی پیدائش سے قبل لوگ) حضور کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے

علامہ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ آیت لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ

marfat.com

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام انبیاء کے نبی ہیں اور تمام انبیاء اور ان کی امتیں حضور کی اُمت ہیں۔ اُمتیوں کو جو نسبت انبیآ کرام سے ہوتی ہے وہی نسبت انبیاء کرام کو حضور سید المرسلین سے ہے۔ (خصائص کبریٰ ص۱ ج ۴)

سُبحان اللہ۔ لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور انبیاء کو یہ حکم ہے کہ میرے آخری رسول پر ایمان لاؤ۔ ان کا چرچا کرو۔ انہیں کے گیت گاؤ۔ کیونکہ یہ اصل الاصول اور مقصودِ اصلی ہیں اور تم سب تابع اور طفیلی۔

غرض کہ تمام انبیاء کرام حضور سرورِ کائنات کے میلاد خوان رہے ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ وہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ حضور آنے والے ہیں اور ہم لوگ یہ کہتے ہیں کہ سرکار تشریف لے آئے ہیں۔ ان کا دامن تھام لو۔ انہیں کے ہو رہو۔ خدا تمہارا ہو جائیگا۔ معلوم ہوا کہ میلاد سُنّتِ انبیاء بھی ہے۔

حضور نے خود اپنا میلاد پڑھا

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ ایک دن دربارِ نبوی میں حاضر ہوئے۔ قریش کی طرف سے کوئی ناگوار بات حضور تک پہنچی جس پر حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا:۔

فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی الْمِنْبَرِ فَقَالَ مَنْ اَنَا ط (مشکوٰۃ فضائل النبی، ترمذی)

پھر آپ نے فرمایا:۔ میں محمد ابن عبداللہ ہوں۔ اللہ تعالےٰ نے مجھے بہترین مخلوق میں پیدا کیا۔ پھر اس مخلوق کے دو حصے کیے۔ مجھے بہترین مخلوق میں بنایا۔ پھر عرب کے چند قبیلے کیے۔ مجھے بہترین قبیلہ میں بنایا۔ پھر قریش کے چند خاندان بنائے۔ مجھے سب سے بہتر خاندان بنی ہاشم میں بنایا:۔

marfat.com

فَاَنَا خَیْرُھُمْ نَفْسًا وَّخَیْرُھُمْ بَیْتًا (ترمذی)

تو میں نفس اور بیت کے لحاظ سے سب سے افضل ہوں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

بُعِثْتُ مِنْ خَیْرِ قُرُوْنِ بَنِیْ اٰدَمَ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتّٰی کُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِیْ کُنْتُ مِنْہُ (مشکوٰۃ)

اللہ تعالیٰ نے میری پیدائش بنی آدم کے اس خاندان میں فرمائی جو ہر زمانہ میں بنی آدم کی جماعتوں میں افضل رہے۔

حضور سرور عالم صل اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود اپنی ولادت اور اپنے اوصافِ عالیہ کو منبر پر کھڑے ہو کر بیان فرما رہے ہیں جس سے واضح ہوا کہ میلاد پڑھنا خود حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی بھی سُنّت ہے۔

مجلسِ میلاد کے لیے فرش و منبر کا اہتمام

ذکرِ رسول کی مجالس کے اہتمام و انتظام کے جواز پر نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کے صدیوں کے تعامل اور علمار کرام و مشائخ عظام بلکہ خود رسالت مآب صل اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ اور صحابہ کرام کا عمل ایک دلیلِ واضح ہے۔

عَنْ عَائِشَۃَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَضَعُ لِحَسَّانَ مِنْبَرًا فِی الْمَسْجِدِ یَقُوْمُ عَلَیْہِ قَائِمًا یُفَاخِرُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْ یُنَافِحُ وَیَقُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰے یُؤَیِّدُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ مَا نَافَخَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (مشکوٰۃ شریف ص۴۱۱)

marfat.com

حضرت عائشہ صدیقہ رضی تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسان ابن ثابت کے لیے مسجد میں منبر قائم فرماتے تھے۔ حضرت حسان منبر پر کھڑے ہو کر حضور کی طرف سے مدافعت اور مفاخرت کرتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے۔ بے شک اللہ تعالیٰ حضرت جبریل کے ذریعے ان کی مدد فرماتا ہے۔ جبتک وہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب سے مدافعت اور مفاخرت کرتے ہیں۔

اس حدیث سے حسب ذیل اُمور ثابت ہوتے۔ مثلاً

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکرِ پاک کے لیے آپ کی تعریف و توصیف بیان کریگا۔ اللہ عز وجل اس کی مدد فرمائے گا۔

۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کی مجلس کے لیے منبر رکھنا۔

۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکرِ پاک کی تعظیم و توقیر کے لیے اہتمام کرنا۔

۴۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکرِ پاک کی مجلس میں فرش بچھانا۔

۵۔ اس مجلس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف منبر پر چڑھ کر بیان کرنا۔

۶۔ اس مجلس میں جب تک بیان کرنے والا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکرِ پاک کی یہ مجلس اللہ و رسول کو مقبول کرے گا۔

۷۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکرِ پاک کی یہ مجلس اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مقبول و محبوب ہے۔

لہٰذا اس حدیث سے وہ تمام اُمور ثابت ہو گئے۔ جو اپنی ذات میں جائز ہیں اور محفلِ میلاد مروّجہ میں باعث زینت اور سبب شوکت ہوتے ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ذکرِ مفاخرت و مدافعت کے لیے (جس میں آپ کے فضائل و مناقب اور آپ کی صداقت وحقانیت کا بیان ہوتا تھا۔ جو بلاشبہ میلاد شریف کے ہم معنی

marfat.com

ہے) حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واسطے مسجد میں منبر قائم فرمایا تھا۔ پھر یہ چیز بھی قابلِ غور ہے کہ مسجد جو خود پاک اور صاف ہوتی ہے۔ جس میں فرش اور منبر کی بھی چنداں ضرورت نہیں ہوتی۔ آپ نے منبر قائم فرمایا اور یہ کہ جناب رسول اللہ شافع یومِ جزا صلی اللہ علیہ وسلم خود تو چٹائی یا فرش پر تشریف رکھیں اور حضرت حسان آپ کے خادم اور مرتبے کے لحاظ سے غلام ہونے کے باوجود ان کو حضور منبر پر جگہ عنائت فرمائیں۔

کیا اس سبق آموز حقیقت سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہتماماً اور انتظاماً منبر کو قائم فرمایا تھا۔

روایتِ مذکورہ جہاں صراحۃً منبر کے جواز بلکہ استحباب پر دلالت کرتی ہے، وہاں فرش وغیرہ اور مجالس کی جائز زیبائش کو بھی دلالت النص اور اشارۃ النص سے ثابت کر رہی ہے۔ علاوہ ازیں جب علمائے دیوبند بھی ذکرِ ولادت کو سنت و مستحب کہتے ہیں اور اس کو باعثِ خیر و برکت جانتے ہیں، تو اس کے ذکر کے لیے فرش و روشنی کا جائز ہونا نہایت بدیہی چیز ہے۔

پھر یہ بات بالکل واضح ہے کہ صحابہ کرام کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت تھی۔ ان کی زبانیں ہمیشہ ذکرِ رسول میں مشغول رہتی تھیں۔ وہ حضور اکرم کی ایک ایک حرکت اور سکون کو ذہن میں رکھتے تھے اور اس کی تبلیغ کرتے تھے۔ چنانچہ سیرتِ محمدیہ و احادیث نبویہ کا جو ذخیرہ آج ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ یہ صحابہ کرام ہی کی بدولت ہمیں ملا ہے۔ صحابہ کرام ہی نے ہمیں بتایا کہ حضور کی ولادت سے قبل دنیا کیا تھی اور آپ کی ولادت کے بعد کیا ہو گئی۔ انہیں سے ہمیں حضور کی سیرت و صورت آپ کے افعال و اعمال کی کیفیت و نوعیت کا حال معلوم ہوا۔ جو آج ہمارا دین اور شریعت ہے۔

marfat.com

غور فرمائیے کہ میلاد کیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت وصورت فضائل ومناقب، منصب ومقام کے بیان ہی کا دوسرا نام میلاد ہے۔ اس لحاظ سے اگر آپ دیکھیں گے تو آپ کو ماننا پڑے گا کہ دنیا میں کوئی ساعت ایسی نہیں رہی ہے اور نہ رہ سکتی ہے جس میں حضور اکرم کا ذکر یا دوسرے لفظوں میں آپ کا میلاد نہ پڑھا جاتا ہو۔ حضور کی ولادت سے قبل عالم ارواح میں ملائکہ میں، انبیاء میں آپ کی آمد کا ذکر ہوتا رہا۔ تمام انبیاء کرام حضور کی تشریف آوری کا مژدہ سناتے رہے۔ جب حضور تشریف لائے تو دنیا میں آپ کی آمد کا ڈنکا بج گیا اور اب جب کہ آپ ہماری آنکھوں سے پوشیدہ ہیں تب بھی آپ کا ذکر جاری ہے اور جاری رہیگا۔

خطبات میں کلموں میں اقامت میں اذاں میں
ہے نامِ الٰہی سے ملا نامِ محمّد

اذان کے بعد بھی درود شریف پڑھا جائے پھر دعا کی جائے

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا يَقُوْلُ ثُمَّ صَلُّوْا عَلَىَّ فَاِنَّهٗ مَنْ صَلّٰى عَلَىَّ صَلٰوةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا (مسلم) (مشکوٰۃ شریف باب فضل الاذان)

حضرت عبد اللہ ابن عمرو بن عاص سے روایت ہے۔ حضور رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا۔ جب تم موذّن کی اذان سنو۔ تو تم بھی وہی کلمات کہو جو وہ کہہ رہا ہے پھر مجھ پر درود بھیجو۔ جو مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔

marfat.com

ردائے نبوی

مثنوی مولانا روم علیہ الرحمہ

مصطفےٰ روزے بگورستاں برفت   باجنازہ یارے او باراں برفت

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن اپنے ایک صحابی کے جنازے کے ساتھ قبرستان تشریف لے گئے

چوز گورستاں پیمبر باز گشت   سوئے صدیقہ شد و ہمراز گشت

جب حضور قبرستان سے واپس تشریف لائے تو حضرت عائشہ صدیقہ کی طرف گئے اور راز کی باتیں فرمانے لگے

چشمِ صدیقہ چو بر رویش فتاد   پیش آمد دست بر وے می نہاد

جب حضرت صدیقہ کی آنکھ آپ کے چہرہ مبارک پر پڑی تو وہ سامنے آئیں اور آپ کے چہرہ کو ہاتھ سے چھو کر دیکھنے لگیں

بر عمامہ، روئے او، و موئے او   بر گریبان و بر بازوئے او

آپ کی دستارِ مبارک اور آپ کے چہرہ اور بال اور گریباں اور پہلوؤں اور بازوؤں پر بھی (ہاتھ رکھ کر دیکھا)

گفت پیغمبر چہ می جوئی شتاب   گفت باراں آمد امروز از سحاب

حضور علیہ السلام نے دریافت فرمایا تم (یوں) جلدی جلدی کیا دیکھتی ہو۔ عرض کیا۔ آج بادل سے مینہ برسا ہے

جامہایت مے بجویم در طلب   تو نمے بلینم ز باراں اے عجب

آپ کے کپڑوں کو ٹٹولتی ہوں (مگر) تعجب ہے کہ میں ان کو بارش سے تر نہیں پاتی

گفت چہ بر سر فگندی از ازار   گفت کردم آں ردائے تو خمار

آپ نے دریافت فرمایا تم نے کونسا کپڑا سر پہ اوڑھا تھا۔ عرض کیا آپ کی فلاں چادر بطور اوڑھنی کے رکھی تھی

گفت بہرِ آں نمود اے پاک جیب   چشمِ پاکت را خدا بارانِ غیب

فرمایا اے پاک دل۔ اسی لیے اللہ تعالےٰ نے تمہاری پاک آنکھ کو غیب کی بارش کا نظارہ دکھایا

سبحان اللہ! حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک اوڑھنے سے سیدہ عفیفہ طیبہ طاہرہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر عجائباتِ غیب منکشف ہو گئے۔ غور کرو کہ جس کی چادرِ اقدس کی یہ برکت عظیم ہے۔ اس کے وجودِ مبارک کی عظمتوں، برکتوں، رفعتوں کا کیا کہنا اور اس کے علمِ پاک کی وسعتوں کا کیا ٹھکانا ہے

وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا   کہ کلامِ مجید نے کھائی شہا ترے شہر و کلام و بقا کی قسم

marfat.com

حضور سرورِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب و مقام اور آپ کے مرتبہ و رتبہ کی عظمت و رفعت

ابن عساکر و بزار بسند صحیح حضرت ابوہریرہ سے راوی ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ بہترین اولادِ آدم پانچ ہیں۔ آدم و موسیٰ و عیسیٰ و نوح و محمد علیہم السلام

وَخَیْرُھُمْ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (جواہر البیان ج ۱ صفحہ ۶۱۲)

اور ان سب میں افضل و اعلیٰ محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔

امام بخاری تاریخ میں طبرانی اوسط میں بیہقی و ابونعیم حضرت جابر سے راوی ہیں حضور علیہ السلام نے فرمایا:۔

اَنَا قَائِدُ الْمُرْسَلِیْنَ وَلَا فَخْرَ
اَنَا خَاتَمُ الْمُرْسَلِیْنَ وَلَا فَخْرَ

میں تمام انبیاء و مرسلین کا پیشوا ہوں اور خاتم النبیین ہوں اور کچھ تفاخر نہیں

(جواہر البیان ج صفحہ ۵۲)

امام ترمذی حضرت عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے راوی ہیں۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اَنَا خَیْرُھُمْ نَفْسًا وَّ خَیْرُھُمْ بَیْتًا (ترمذی)

میں تمام مخلوقِ الٰہی سے افضل و اعلےٰ ہوں اور میرا خاندان تمام خاندانوں سے بہتر ہے۔

marfat.com

حاکم و بیہقی حضرت اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے راوی ہیں۔ حضور نے فرمایا :۔

اَنَا سَیِّدُ الْعَالَمِیْنَ (بیہقی) میں ساری کائنات کا سردار ہوں۔

حکیم ترمذی و بیہقی و ابنِ عساکر حضرت ابوہریرہؓ سے راوی ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نجی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل اور مجھے اپنا حبیب بنایا۔ پھر خدا نے مجھ سے فرمایا :۔

وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ لَاُوْثِرَنَّ حَبِیْبِیْ عَلٰی خَلِیْلِیْ وَ نَجِیِّ (بیہقی) کہ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم اپنے حبیب کو خلیل و نجیّ پر فضیلت دوں گا۔

ملک کونین ہیں انبیاء تاج دار

تاجداروں کا آقا ہمارا نبیؐ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَحْنُ اٰخِرُ الْاُمَمِ وَاَوَّلُ مَنْ یُّحَاسَبُ۔ اَیْنَ الْاُمِّیَّۃُ وَنَبِیُّھَا فَنَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ (رواہ ابن ماجہ)

حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہم سب سے آخری امت ہیں اور قیامت میں سب سے پہلے ہمارا حساب ہوگا۔ پکارا جائے گا۔ اُمتِ اُمیہ اور ان کے نبی کہاں ہیں؟ اس لیے گو ہم سب سے آخر میں ہیں مگر (قیامت کے دن) سب سے پہلے ہو جائیں گے۔ (ابن ماجہ)

marfat.com

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قانونی اور تشریعی حیثیت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ ایک شخص نے بحضور نبوی حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہلاک ہو گیا۔ فرمایا کیا ہوا؟ عرض کی۔ رمضان میں اپنی بیوی سے نزدیکی کی (یعنی روزہ توڑ دیا) فرمایا غلام آزاد کر سکتا ہے؟ عرض کی نہیں۔ فرمایا۔ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے؟ عرض کی نہیں ـــــ اتنے میں کھجوریں خدمتِ اقدس میں لائی گئیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جا ان کھجوروں کو خیرات کر دے۔ عرض کی حضور مدینہ میں مجھ سے زیادہ کوئی گھر محتاج نہیں۔

فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ وَقَالَ اِذْهَبْ فَاَطْعِمْهُ اَهْلَكَ

(مسلم، ترمذی، ابوداؤد، ابنِ ماجہ)

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر ہنسے حتیٰ کہ دندانِ مبارک ظاہر ہوئے اور فرمایا۔ جا اپنے گھر والوں کو (یہ کفارہ کی کھجوریں) کھلا دے (صرف تیرے لیے اس امر کی اجازت ہے تیرا کفارہ ادا ہو جائے گا)

دار قطنی میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے۔ حضور نبی کریم علیہ السلام نے اس شخص سے فرمایا:۔

كُلْهُ اَنْتَ وَعِيَالُكَ فَقَدْ كَفَّرَ اللّٰهُ عَنْكَ

تو اور تیرے اہل وعیال یہ خرمے کھا لیں کہ اللہ تعالیٰ نے تیری طرف سے کفارہ ادا کر دیا۔

marfat.com

اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت افزائی کیلئے آپ سے اُمت کے متعلق مشورہ فرمایا

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا:۔

اِنَّ رَبِّیْ اسْتَشَارَنِیْ فِیْ اُمَّتِیْ مَاذَا اَفْعَلُ بِهِمْ فَقُلْتُ مَا شِئْتَ یَا رَبِّ هُمْ خَلْقُكَ وَعِبَادُكَ

بے شک میرے رب نے میری امت کے باب میں مجھ سے مشورہ طلب فرمایا کہ میں ان کے ساتھ کیا کروں۔ میں نے عرض کی کہ اے رب میرے جو تو چاہے کہ وہ تیری مخلوق اور تیرے بندے ہیں۔

پھر اللہ تعالےٰ نے مجھ سے دوبارہ مشورہ فرمایا۔ میں نے اب بھی وہی عرض کی۔ اللہ تعالےٰ نے سہ بار مجھ سے مشورہ فرمایا۔ میں نے پھر وہی عرض کی۔ اس پر رب العزت جل مجدہ نے فرمایا:۔

فَقَالَ تَعَالٰی اِنِّیْ لَنْ اُخْزِیَكَ فِیْ اُمَّتِكَ یَا اَحْمَدُ وَبَشَّرَنِیْ اَنَّ اَوَّلَ مَنْ یَّدْخُلُ الْجَنَّةَ مَعِیَ مِنْ اُمَّتِیْ سَبْعُوْنَ اَلْفًا مَعَ كُلِّ اَلْفٍ سَبْعُوْنَ اَلْفًا لَیْسَ عَلَیْهِمْ حِسَابٌ ثُمَّ اَرْسَلَ اِلَیَّ اُدْعُ تُجَبْ وَسَلْ تُعْطَ (کنز العمال ۹۲ صہ ۱۱۲ خصائص کبریٰ ج ۲ صہ ۲۱۰ مسند احمد امام احمد جلد ۵ صہ ۳۹۳)

اس پر رب العزت نے فرمایا۔ اے احمد بیشک میں ہرگز تجھے تیری امت کے بارے میں رسوا نہیں کروں گا اور مجھے بشارت دی کہ میرے ستر ہزار امتی

marfat.com

سب سے پہلے میرے ساتھ داخلِ بہشت ہوں گے ۔ ان میں ہر ہزار کے ساتھ ستّر ہزار ہوں گے جن سے حساب تک نہ لیا جائیگا ۔

حکمِ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کی تعمیل میں صحابہ کرام حضور کو سجدہ تو نہ کرتے تھے مگر صحابہ کا دل چاہتا تھا کہ حضور کو سجدہ کریں

عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ اَتَيْتُ الْحِيْرَةَ فَرَاَيْتُهُمْ يَسْجُدُوْنَ لِمَرْزُبَانٍ لَّهُمْ فَاَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اِنِّيْ اَتَيْتُ الْحِيْرَةَ فَرَاَيْتُهُمْ يَسْجُدُوْنَ لِمَرْزُبَانٍ لَّهُمْ فَاَنْتَ اَحَقُّ بِاَنْ يُّسْجَدَ لَكَ فَقَالَ لِيْ اَرَاَيْتَ لَوْ مَرَرْتَ بِقَبْرِيْ اَكُنْتَ تَسْجُدُ لَهٗ فَقُلْتُ لَا فَقَالَ لَا تَفْعَلُوْا لَوْ كُنْتُ اٰمِرًا اَحَدًا اَنْ يَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ النِّسَاءَ اَنْ يَّسْجُدْنَ لِاَزْوَاجِهِنَّ لِمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَهُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ حَقٍّ (رواہ ابوداؤد و رواہ احمد عن معاذ بن جبل)

حضرت قیس بن سعد کہتے ہیں میں حیرہ گیا تو دیکھا کہ وہاں کے لوگ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں تو میں نے بحضور نبوی عرض کی میں حیرہ گیا تھا میں نے ان لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں ۔ آپ تو اس کے سب سے زیادہ مستحق ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے ۔ آپ نے فرمایا ۔ بتاؤ اگر تم میری قبر پر گزرتے تو کیا اس کو سجدہ کرتے ؟ میں نے عرض کی نہیں ۔ فرمایا تو پھر اب بھی مت کرو ۔ اگر میں کسی کو یہ حکم دیتا کہ وہ کسی کو سجدہ کرے تو یقیناً عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں کیونکہ شوہروں کا حق اپنی بیبیوں پر زیادہ ہے ۔

پیشِ نظر وہ نو بہار سجدہ کو سر ہے بیقرار ۔ روکئے سر کو روکئے ہاں یہی امتحان ہے

marfat.com

حضور علیہ السلام کی ذاتِ اقدس پر صحابہ کرام کے ایمان و اعتماد کی کیفیت

حارث بن اسامہ بن نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔
حضور سیّد عالم نورِ مجسّم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے گھوڑا خریدا۔ وہ بیچ کر مکر گئے اور گواہ مانگا جو مسلمان آتا اعرابی کو جھڑکتا اور کہتا تیرے لیے خرابی ہو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حق کے سوا کیا فرمائیں گے (مگر گواہی نہیں دیتا کہ کسی کے سامنے کا واقعہ نہ تھا) اتنے میں حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ حاضرِ بارگاہ ہوئے گفتگو سن کر عرض کی ۔

اَنَا اَشْهَدُ اَنَّكَ قَدْ بَايَعْتَهٗ

میں گواہی دیتا ہوں کہ تُو نے حضور کے ہاتھ (یہ گھوڑا) بیچا ہے

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خزیمہ تم تو موقع پر موجود ہی نہ تھے۔ تم نے گواہی کیسے دی۔ عرض کی :۔

اَنَا اُصَدِّقُكَ عَلٰى خَبَرِ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ اَلَا اُصَدِّقُكَ عَلَى الْاَعْرَابِ

یارسول اللہ میں آسمان و زمین کی خبروں پر (جو آپ دیتے ہیں بغیر دیکھے) آپ کی تصدیق کرتا ہوں ۔کیا اس اعرابی کے مقابلے میں تصدیق نہ کروں ؟

حضور علیہ السلام کے استعمال شدہ پارچات بھی باعثِ رحمت و برکت ہیں

حضرت اسمار بنتِ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتی ہیں کہ میرے پاس حضور علیہ السلام کا استعمال شدہ جبہ مبارک ہے۔ اب ہم

marfat.com

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُهَا وَنَحْنُ نَغْسِلُهَا لِلْمَرْضٰى نَسْتَشْفِيْ بِهَا (رواہ مسلم)

اس جبہ مبارک کو مریضوں کے لیے دھوتے ہیں (اور اس کا دھوون پلاتے ہیں) اور اس کے ذریعہ شفاء حاصل کرتے ہیں۔

صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کو بھی دنیاو ما فیہا سے زیادہ محبوب سمجھتے تھے

حضرت محمد بن سیرین تابعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

قُلْتُ لِعُبَيْدَةَ عِنْدَنَا مِنْ شَعْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصَبْنَاهُ مِنْ قِبَلِ اَنَسٍ اَوْ مِنْ قِبَلِ اَهْلِ اَنَسٍ فَقَالَ لِاَنْ تَكُوْنَ عِنْدِيْ شَعْرَةٌ مِّنْهُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا (بخاری ص۲۹)

میں نے عبیدہ سے کہا کہ ہمارے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ بال مبارک ہیں جو ہمیں حضرت انس یا اہلِ انس سے ملے ہیں۔ (یہ سُن) کر حضرت عبیدہ نے کہا کہ میرے پاس ان بالوں میں سے ایک بال کا ہونا میرے نزدیک دنیاو مافیہا سے محبوب تر ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَلَّاقُ يَحْلِقُهٗ وَطَافَ بِهٖ اَصْحَابُهٗ فَمَا يُرِيْدُوْنَ اَنْ تَقَعَ شَعْرَةٌ اِلَّا فِيْ يَدِ رَجُلٍ (مسلم کتاب الفضائل ص۲۵۶ ج۲)

marfat.com

کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حجام آپ کے سرِ مبارک کی حجامت بنا رہا تھا اور آپ کے اصحاب آپ کے گرد حلقہ باندھے ہوئے تھے۔ وہ یہی چاہتے تھے کہ آپ کا جو بال بھی گرے وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ میں ہو۔

حضور علیہ السلام کے موئے مبارک کے متعلق صحابہ کرام کے عقیدہ کی ایک مثال

حاکم و دیگر محدثین کرام روایت کرتے ہیں کہ جنگ یرموک میں حضرت خالد رض کی ٹوپی گم ہو گئی۔ حضرت خالد گھوڑے سے اُتر کر اپنی ٹوپی تلاش کرنے لگے۔ مسلمان فوجیوں نے حضرت خالد رض کی اس حرکت کو پسند نہ کیا اور کہا۔ تیر برس رہے ہیں۔ تلواریں چل رہی ہیں۔ موت و حیات کا سوال ہے اور فوج کا جرنیل اُتر کر اپنی ٹوپی کی تلاش میں مصروف ہے۔ حضرت خالد رض ٹوپی کی تلاش کے بعد ٹوپی کی طرف متوجہ ہوئے کہنے لگے۔ تمہاری حیرانی بجا ہے۔ مگر تمہیں معلوم نہیں کہ میری ٹوپی میں حضور سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک تھے۔ جب حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے عمرہ فرمایا اور اپنے بال کٹوائے تو ہر صحابی آپ کے موئے مبارک حاصل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر آپ کی پیشانی مبارک کے بال حاصل کیے اور اپنی ٹوپی میں رکھ لیے۔ پھر کہا:۔

فَلَمْ اَشْهَدْ قِتَالًا وَهِیَ مَعِیَ اِلَّا رُزِقْتُ النَّصْرَ

(حجۃ اللہ علی العلمین ص ۶۸۶)

ہر معرکہ میں یہ بال میرے ساتھ ہوتے ہیں اور انہیں کی برکت سے مجھے فتح حاصل ہوتی ہے۔

marfat.com

حضور علیہ السلام کے جسمِ اقدس کا سایہ نہ تھا

عَنْ ذَکْوَانَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمْ یَکُنْ لَہٗ ظِلٌّ فِیْ شَمْسٍ وَّلَا قَمَرٍ (اخرج الحکیم الترمذی)

حضرت ذکوان کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا چاند کی چاندنی اور سورج کی روشنی میں سایہ نہیں (دکھائی) دیتا تھا۔ (خصائص کبریٰ ج۱ ص ۶۸)

حضور علیہ السلام کا کفِ دست ریشم و دیبا سے زیادہ نرم تھا

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ

مَا مَسَسْتُ دِیْبَاجَةً وَّلَا حَرِیْرًا اَلْیَنَ مِنْ کَفِّ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَا شَمَمْتُ مِسْکًا وَّلَا عَنْبَرَةً اَطْیَبَ مِنْ رَائِحَةِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (بخاری ص ۲۶۴ ج۱، مشکوٰۃ ص ۵۱۶)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

کہ میں نے کسی ریشم اور دیباج کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کفِ دست سے نرم نہیں پایا۔ اور نہ کسی مُشک وعنبر وغیرہ کی خوشبو کو آپ کی خوشبو سے بڑھ کر پایا۔

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر

marfat.com

حضور علیہ السلام کے روضۂ انور کی زیارت کرنے والے والے کے لیے حضورؐ کی شفاعت ضروری ہوگی

عَنِ ابْنِ عُمَرَ مَرْفُوْعًا مَنْ حَجَّ فَزَارَ قَبْرِیْ بَعْدَ مَوْتِیْ كَانَ كَمَنْ زَارَنِیْ فِیْ حَيَاتِیْ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے۔ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے میری قبر مبارک کی میری وفات کے بعد زیارت کی۔ وہ ایسا ہی ہے جیسا وہ جس نے میری حیات میں زیارت کی۔ خلاصۃ الوفا ص۱۴۱

مَنْ زَارَ قَبْرِیْ حَلَّتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا۔ جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت حلال ہوگئی۔

(خلاصۃ الوفا ص۱۴۱)

فرمائیں تو طلوع ہو مغرب سے آفتاب
چاہیں تو ایک اشارہ سے شقِ قمر کریں

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ انْشَقَّ الْقَمَرُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِرْقَتَيْنِ فِرْقَةً فَوْقَ الْجَبَلِ وَ فِرْقَةً دُوْنَهٗ (بخاری مسلم مشکوٰۃ ص۵۲۴)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارکہ میں چاند دو ٹکڑے ہوگیا۔ ایک ٹکڑا پہاڑ کے اوپر تھا اور دوسرا ٹکڑا اس کے نیچے

marfat.com

حسینانِ عالم میں سب سے حسین

عَنْ بَرَاءِ ابْنِ عَازِبٍ قَالَ

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْسَنَ النَّاسِ وَجْهًا وَّ اَحْسَنَهُمْ خَلْقًا (بخاری شریف، مسلم شریف ص۲۵۸)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-

کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم صورت و سیرت میں تمام لوگوں سے زیادہ حسین و جمیل تھے۔

عَنْ كَعْبِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سُرَّ اِسْتَنَارَ وَجْهُهٗ حَتّٰى كَاَنَّهٗ قِطْعَةٌ مِّنَ الْقَمَرِ (بخاری و مسلم)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم مسرور و شادماں ہوتے تو آپ کا چہرہ ایسا منوّر ہو جاتا کہ چاند کا ٹکڑا معلوم ہوتا۔

حسینوں میں حسیں ایسے کہ محبوبِ خدا ٹھہرے

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ

مَا رَاَيْتُ شَيْئًا اَحْسَنَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِيْ فِيْ وَجْهِهٖ (ترمذی مشکوٰۃ ص۵۱۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-

میں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوبصورت کسی کو نہیں دیکھا۔ یوں معلوم ہوتا کہ آفتاب آپ کے چہرہ میں چل رہا ہے۔

marfat.com

حج عمر میں ایک بار ہی فرض ہے۔ اگر حضور ہاں کہہ دیں تو ہر سال فرض ہو جائے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

لَا وَلَوْ قُلْتُ نَعَمْ لَوَجَبَتْ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

حج ہر سال فرض نہیں اور اگر میں ہاں کہہ دوں تو ہر سال فرض ہو جائے۔

حضور علیہ السلام کی انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہونگے

عَنْ جَابِرٍ قَالَ عَطِشَ النَّاسُ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ فَوَضَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهٗ فِي الرَّكْوَةِ فَجَعَلَ الْمَاءُ يَفُوْرُ مِنْ بَيْنِ اَصَابِعِهٖ كَاَمْثَالِ الْعُيُوْنِ

(خصائص کبریٰ جلد ۲ صہ ۴۰)

امام بخاری و مسلم حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جنگِ حدیبیہ میں پانی نہ رہا۔ لشکر پر پیاس کا غلبہ ہوا۔ صحابہ نے خدمتِ اقدس میں عرض کی۔ سرکار پانی نہیں ہے :۔

حضور علیہ السلام نے اپنا دستِ اقدس چھاگل میں ڈالا تو انگشت ہائے مبارک سے چشموں کی طرح پانی جوش مارنے لگا۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ اگر ایک لاکھ آدمی ہوتے تو وہ بھی اس پانی سے سیراب ہو جاتے۔ مگر ہم پندرہ سو آدمی تھے۔

اُنگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

marfat.com

حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے تبسم سے در و بام روشن و منور ہو جاتے

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَخِيْطُ فِي السِّحْرِ فَسَقَطَتْ مِنِّي الْاِبْرَةُ فَطَلَبْتُهَا فَلَمْ اَقْدِرْ عَلَيْهَا فَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَبَيَّنَتِ الْاِبْرَةُ بِشُعَاعِ نُوْرِ وَجْهِهٖ فَاَخْبَرْتُهٗ (ابنِ عساکر خصائصِ کبریٰ ص ۶۲)

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں :-

سی رہی تھی۔ پس حضور ماہِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے تو آپ کے رُخِ انور کی روشنی سے سارا کمرہ روشن ہو گیا اور سوئی چمکنے لگی تو مجھے اس کا پتہ چل گیا۔

سوزنِ گم گشتہ ملتی ہے تبسم سے ترے
شام کو صبح بناتا ہے اُجالا تیرا

پسینہ مبارک کی بے نظیر خوشبو

عَنْ اَنَسٍ قَالَ

وَلَا شَمِمْتُ مِسْكًا قَطُّ وَلَا عِطْرًا كَانَ اَطْيَبَ مِنْ عَرَقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (شمائلِ ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-

میں نے کبھی کوئی کستوری اور کبھی کوئی عطر ایسا نہیں سونگھا جو نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے پسینۂ مبارک سے زیادہ خوشبودار ہو۔

marfat.com

حضور علیہ السلام کے لیے اندھیرا حجاب نہیں بنتا

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ يَرٰى فِي الظَّلْمَاءِ كَمَا يَرٰى فِي الضَّوْءِ (بیہقی)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ حضور نبی کریم علیہ السلام اندھیرے میں ایسے ہی دیکھتے تھے جیسے اُجالے ہیں۔ (خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۶۱)

حضور علیہ السلام کی آنکھیں سوتی ہیں دل ہمیشہ بیدار رہتا ہے

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ تَنَامُ عَيْنَيَّ وَلَا يَنَامُ قَلْبِيْ (بخاری و مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل بیدار رہتا ہے۔ (خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۶۹)

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم جب خندہ فرماتے تو دیواریں روشن ہو جاتیں

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ

اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ اِذَا ضَحِكَ يَتَلَأْلَؤُ فِي الْجُدُرِ (خصائص الکبریٰ ص ۱ ۶۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:-

کہ جب نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم خندہ فرماتے تو دانتوں سے نور کی شعاعیں نکلتیں جن سے در و دیوار روشن ہو جاتے۔

marfat.com

حضور علیہ السّلام کے لعاب مبارک سے مشک وعنبر کی خوشبو آتی تھی

وَائِلِ بْنِ حَجَرٍ قَالَ

قَالَ اُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِدَلْوٍ مِّنْ مَّآءٍ فَشَرِبَ مِنَ الدَّلْوِ ثُمَّ مَجَّ فِی الْبِئْرِ فَفَاحَ مِنْہُ مِثْلُ رَائِحَۃِ الْمِسْکِ (ابن ماجہ، احمد بیہقی، ابونعیم، خصائص ص ۶۱، زرقانی ص ۹۶/۴)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-

کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ڈول میں پانی لایا گیا۔ آپ نے اس میں سے پیا اور کلی کر کے ایک کنوئیں میں ڈال دیا تو اس میں سے مشک کی سی خوشبو آنے لگی۔

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا حسن وجمال بے مثل وبے مثال

عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحْسَنَ النَّاسِ وَجْھًا وَّ اَنْوَرَھُمْ لَوْنًا لَمْ یَصِفْہُ وَاصِفٌ قَطُّ اِلَّا شَبَّہَ وَجْھَہٗ بِالْقَمَرِ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ وَکَانَ عَرَقُہٗ فِیْ وَجْھِہٖ مِثْلَ اللُّؤْلُؤِ (زرقانی علی المواہب ص ۲۲۵/۴)

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ خوبصورت اور خوش رنگ تھے جس کسی نے آپ کی توصیف کی اس نے آپ کو چودھویں کے چاند سے تشبیہہ دی پسینہ کی بوند آپ کے چہرہ میں یوں معلوم ہوتی تھی جیسے موتی۔

marfat.com

شیطان خواب میں حضور علیہ السلام کی شکل اختیار کر کے نہیں آسکتا

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَسَیَرَانِیْ فِی الْیَقْظَةِ اَوْ کَاَنَّمَا رَاٰنِیْ فِی الْیَقْظَةِ لَا یَتَمَثَّلُ الشَّیْطَانُ بِیْ (متفق علیہ)

حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ عنقریب مجھ کو حالت بیداری میں بھی دیکھ لے گا (اور جس نے میری خواب میں زیارت کی) وہ ایسے ہے جیسے اس نے مجھے بحالت بیداری میں دیکھا۔ شیطان خواب میں میری شکل اختیار کر کے نہیں آسکتا۔ (بخاری ومسلم)

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم جس راستے سے گزرتے وہ خوشبو سے مہک جاتا

عَنْ اَنَسٍ قَالَ

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَرَّ فِیْ طَرِیْقٍ مِّنْ طُرُقِ الْمَدِیْنَةِ وَجَدُوْا مِنْهُ رَائِحَةَ الطِّیْبِ وَقَالُوْا مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ هٰذَا الطَّرِیْقِ (دارمی، بیہقی، ابونعیم، بزار، ابویعلی، دلائل النبوت صہ ۳۸۰، خصائص صہ ۶۷/۱، زرقانی صہ ۲۲۴/۴)

حضرت جابر وحضرت انس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:۔

کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ کی کسی گلی میں سے گزرتے تو لوگ اس گلی سے خوشبو پاکر کہتے کہ اس گلی میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا ہے ؎

عنبر زمیں، عبیر ہوا، مشک تر غبار
ادنیٰ سی یہ شناخت تری رہگزر کی ہے

marfat.com

بلغ العلیٰ بکمالہ

انبیاؑ کی ضرورت

علامہ شوکانی نیل الاوطار میں لکھتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ غایتہ تجرّد اور نہایت تقدس میں ہے یعنی رب العزت جل مجدہ ایسی ہستی ہے جو کمال کے انتہائی درجہ پر ہے اور انسان نقصان کے انتہائی درجہ پر ہے۔ اس لیے انسان میں یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ بغیر کسی واسطہ کے رب العزت جل مجدہ سے فیض حاصل کر سکے۔ لہٰذا اللہ سے فیض حاصل کرنے کے لیے واسطہ کی ضرورت پڑی مگر وہ واسطہ کیسا ہو؟ لکھتے ہیں:۔

لَهٗ وَجْهُ تَجَرُّدٍ وَنَوْعُ تَعَلُّقٍ

جس میں ایک وجہ تجرّد کی اور دوسری وجہ تعلق کی ہو

یعنی تجرّد کی جہت سے وہ خداوند قدوس سے فیض حاصل کرے اور تعلق کی جہت سے وہ فیضِ الٰہی کو انسانوں تک پہنچا دے۔ پس ایسا واسطہ انبیاء کرام ہیں اور ان میں سب سے بڑا اور سب سے ارفع مرتبہ حضور نبی کریم علیہ السلام کا ہے۔ علامہ شوکانی کے اصل الفاظ یہ ہیں:۔

وَهٰذَا الْوَاسِطَةُ هُمُ الْاَنْبِيَاءُ وَاَعْظَمُهُمْ رُتْبَةً وَاَرْفَعُهُمْ مَنْزِلَةً نَبِيُّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یہ واسطہ انبیاء کرام ہیں اور ان میں سب سے بڑا رتبہ اور سب سے اونچی منزلت ہمارے نبی کریم کی ہے

علامہ شوکانی کی اس تحقیق کے پیشِ نظر یہ بات کھل جاتی ہے کہ انبیاء کرام کی بشریت اور انسانیت عام انسانوں کی طرح نہیں ہوتی۔ وہ اللہ کے بندے ضرور ہوتے

ہیں مگر ان کی بشریت ایسی ہوتی ہے جس کو اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ نے اپنے اس شعر میں بیان فرمایا ہے۔

حُسنِ محمدی اُمّ المومنین محبوبۂ سید المرسلین عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ حضور پُر نور سیّدِ عالم کا حُسن نرالا تھا۔ بدن کا رنگ نُورانی تھا۔

لَمْ یَصِفْهُ وَاصِفٌ قَطُّ اِلَّا شَبَّهَ وَجْهَهٗ بِالْقَمَرِ لَیْلَةَ الْبَدْرِ (خصائص ص۶۷ ج)

جو بھی آپ کا وصف کرتا چودھویں کے چاند سے تشبیہہ دیتا تھا

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور سے زیادہ حسین کسی کو نہ دیکھا۔ جب میں چہرۂ اقدس دیکھتا ہوں تو یہ معلوم ہوتا ہے۔

کَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِیْ فِیْ وَجْهِهٖ (حجۃ اللہ ص۶۷۹)

کہ آفتاب چہرۂ مبارک میں جاری ہے

چودھویں چاند ہے روئے حبیب
اور ہلالِ عید ابروئے حبیب

حضرت ہمدان کہتے ہیں۔ مجھے لوگوں نے کہا حضور کو کسی چیز کے ساتھ تشبیہہ دو تو میں نے کہا۔

کَالْقَمَرِ لَیْلَةَ الْبَدْرِ لَمْ اَرَ قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ (حجۃ اللہ ص۶۷۹)

حضور کا چہرہ چودھویں کا چاند تھا۔ میں نے آپ سا حسین کہیں نہیں دیکھا

حضرت جابر ابن سمرہ فرماتے ہیں کہ چودہوین کا چاند اپنی پوری چمک و دمک کے ساتھ نکلا ہوا تھا اور مدنی تاجدار دو عالم کے سردار سُرخ رنگ کا دھاری دار جبہ تن کیے تشریف فرما تھے تو میں نے مقابلہ کے لیے ایک نظر آسمانی چاند پر ڈالی اور ایک نظر مدنی چاند پر اور موازنہ کیا کہ کون زیادہ خُوبصورت ہے۔

marfat.com

فَاِذَا هُوَ اَحْسَنُ عِنْدِیْ مِنَ الْقَمَرِ

تو مجھے یقین ہو گیا کہ مدنی چاند آسمانی چاند سے زیادہ خوبصورت ہے۔ آسمانی چاند میں میل تھا اور محبوبِ کبریا کا چہرۂ منوّر میل سے پاک تھا۔

رُخ دن ہے یا مہرِ سما یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
شب زُلف یا مُشکِ ختا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

حضرت مولائے کائنات علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم حضور علیہ السلام کے سرِ مبارک سے لے کر پائے اقدس تک کے اعضائے کریمہ کی صفت بیان کرتے ہوئے جب عاجز آ جاتے ہیں تو حضور کو کسی چیز سے تشبیہ نہیں دیتے کیونکہ ؎

چاند سے تشبیہ دینا یہ بھی کوئی انصاف ہے
اس کے منہ پر چھائیاں حضرت کا چہرہ صاف ہے

اس لیے فرماتے ہیں :۔

لَمْ اَرَہٗ قَبْلَہٗ وَلَا بَعْدَہٗ مِثْلَہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

میں نے حضور سے قبل اور آپ کے بعد آپ جیسا حسین نہیں دیکھا

حُسن ہے بے مثل صورت لاجواب
میں فدا تم آپ ہو اپنا جواب

ہستی کا نقشِ اول

؎ نہ شمع جلتی نہ پھول کھلتے نہ دن نکلتا نہ رات ہوتی
جو وہ نہ ہوتے تو کچھ نہ ہوتا وجود کون و مکاں نہ ہوتا

جناب ابوہریرہ سے مروی ہے کہ حضور خاتم النبیین سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا میں پیدائش میں تمام نبیوں سے پہلا ہوں۔

وَاٰخِرُهُمْ فِی الْبَعْثِ

اور بعثت میں ان سے پچھلا ہوں

marfat.com

دہر میں تیری ذات پر ختم ہوئی پیمبری

اللہ عزّوجل نے اپنے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا۔ اے محبوب اگر تم کو پیدا کرنا منظور نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔

لَوْلَاكَ لَمَا اَظْهَرْتُ الرُّبُوْبِيَّةَ (مکتوبات صہ ۲۳۲ ج ۳۰۲)

اگر تمہارا پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا میں اپنا رب ہونا بھی ظاہر نہ فرماتا

جہاں کی تخلیق ہی نہ ہوتی جو حاصلِ دو جہاں نہ ہوتا

نہ عالمِ ہست و بود ہوتا نہ زندگی کا وجود ہوتا،

حضرت ابنِ عباس اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں صحابہ کرام نے بحضور نبوی عرض کی یا رسول اللہ آپ کے لیے نبوّت کب ثابت ہوئی۔ حضور نے فرمایا۔

كُنْتُ نَبِيًّا وَّ آدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ

میں اس وقت نبی تھا جب آدم علیہ السلام جسم اور روح کے درمیان تھے

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو

جان ہے وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

اختیارِ نبوی

حضرت علامہ قسطلانی شارح بخاری فرماتے ہیں کہ حضور اقدس کی کنیت ابوالقاسم ہے۔

لِاَنَّهٗ يُقْسِمُ الْجَنَّةَ بَيْنَ اَهْلِهَا (مواہب لدنیہ ج ا صہ ۱۹۵)

کیونکہ آپ جنتیوں میں جنت تقسیم فرمائیں گے

علامہ تقی الدین سبکی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ آخرت میں بھی نعمتوں کی تقسیم حضور ہی کے دستِ اقدس میں ہے۔ حضور اللہ عزوجل کے خلیفہ و نائب ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم کے خزانے اور اپنی نعمتوں کے خوان سب آپ کے حکم کے مطیع اور ارادے کے

marfat.com

زیرِ فرمان کر دیے۔

يُعْطِي مَنْ يَشَاءُ (الجواہر المنظم صہ ۵۲)

حضور جسے چاہیں عطا فرمائیں

حضور سید المرسلین خاتم النبیین ہر چیز عطا فرماتے ہیں۔ سائلوں کی حاجتیں پوری اور مصیبت زدوں کی مصیبت دفع فرماتے ہیں۔ آپ قیامت کے دن شفاعت فرمائیں گے۔

وَيُدْخِلُ الْجَنَّةَ مَنْ يَشَاءُ (شواہد الحق صہ ۱۵۳)

اور جس کو چاہیں گے جنت میں داخل فرمائیں گے

رب ہے معطی یہ ہیں قاسم

دیتا وہ ہے دلاتے یہ ہیں

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ حضور اشرفِ انبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیارات اور آپ کی حکومت سلیمان علیہ السلام کی حکومت و سلطنت سے برتر و افضل ہے۔

و ملک و ملکوت جن و انس و تمامی عوالم بتقدیر نصرتِ الٰہی عز و علا در حیطۂ قدرت و تصرفِ وے بود (اشعۃ اللمعات ج صہ ۴۶۳)

ملک و ملکوت جن و انسان اور تمام کائنات اللہ عز وجل کی عطا سے آپ کے حکم کے مطیع اور ارادہ کے زیرِ فرمان ہیں۔

مالکِ کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں

دو جہاں کی نعمتیں ہیں انکے خالی ہاتھ میں

بے سایہ رسول

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ عالمِ شہادت میں حضور اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔

marfat.com

چوں لطیف تر از وے صلی اللہ علیہ وسلم در عالم نباشد او را سایہ چہ صورت دارد (مکتوبات مجدد الف ثانی)

کیونکہ ہر شخص کا سایہ لطیف ہوتا ہے اور حضور علیہ السلام سے کوئی چیز لطیف نہ تھی اس لیے آپ کا سایہ کس طرح ہوتا ہے

یہ تم کہتے ہو نہ جب میں محمد آئے بے سایہ
خدا جانے محمد تھے کہ تھا سایہ محمد کا

ولادتِ باسعادت

جناب ابوہریرہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل امین سے پوچھا۔ تمہاری عمر کتنی ہے؟ جناب جبریل نے عرض کیا۔ میں اس کے سوا نہیں جانتا کہ حجابِ رابع میں ایک ستارہ ہر ستر ہزار سال کے بعد ظاہر ہوتا تھا۔ میں نے اس کو بہتر ہزار مرتبہ دیکھا ہے۔ حضور نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا:۔

وَعِزَّةِ رَبِّي اَنَا ذَالِكَ الْكَوْكَبُ (جواہر البحار ص۲۲)

اے جبریل مجھے اپنے رب کی عزت کی قسم وہ ستارہ میں ہی تھا

جناب عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں عرض کرتے ہیں۔

وَاَنْتَ لَمَّا وُلِدْتَ اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ وَضَاءَتْ بِنُوْرِكَ الْاُفُقُ
فَنَحْنُ فِي ذَالِكَ الضِّيَاءِ وَفِي النُّوْرِ وَسُبُلِ الرَّشَادِ نَخْتَرِقُ (خصائص کبریٰ ص۳۹ ج ۱)

اور آپ جب پیدا ہوئے تو زمین روشن ہو گئی اور آپ کے نور سے آفاق منور ہو گئے سو ہم اس ضیاء اور اس نور میں ہدایت کے راستوں کو قطع کر رہے ہیں۔ (نشر الطیب ص۹)

تھی تاریکی جہاں بھر میں ترے بن
ترے جلوے سے روشن ہو گیا دن

marfat.com

طلوعِ اجلال حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے جب برجِ سیدہ عفیفہ طیبہ طاہرہ جنابِ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے طلوعِ اجلال فرمایا تو :-

اِنَّ اُمَّ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَأَتْ حِیْنَ وَضَعَتْہُ نُوْرًا اَضَاءَتْ مِنْہُ قُصُوْرُ الشَّام

آمنہ پاک کو ایسا نور نظر آیا جس کی روشنی میں انھوں نے ملکِ شام کے محلات کو دیکھ لیا۔ (مسندِ امام احمد صـ ۱۲۷ ج ۱)

وہ ماہِ عرب آج کعبہ میں چمکا
وہ مالک ہے سارے عرب اور عجم کا

دعاءِ خلیل وَ اَخْرَجَ ابْنُ عَسَاکِرَ عَنْ عُبَادَۃَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَخْبِرْنَا عَنْ نَفْسِکَ قَالَ نَعَمْ اَنَا دَعْوَۃُ اَبِیْ اِبْرَاھِیْمَ وَکَانَ آخِرُ مَنْ بَشَّرَ بِیْ عِیْسٰی بْنُ مَرْیَمَ عَلَیْہِمَا السَّلَامُ (خصائص کبریٰ صـ ۹ جلد ۱)

حضرت عبادہ بن الصامت سے مروی ہے بحضور نبوی عرض کیا گیا یا رسول اللہ اپنی نبوت کے متعلق کچھ ارشاد فرمایئے۔ آپ نے فرمایا کہ میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں اور میرے ظہور کی آخری بشارت دینے والے عیسیٰ بن مریم ہیں۔

اس حدیث میں حضرت ابراہیم کی اس دعا کی طرف اشارہ ہے جو حضرت ابراہیم نے بناءِ کعبہ کے وقت کی تھی۔ قرآنِ مجید میں دعاءِ ابراہیمی کو یوں بیان فرمایا گیا ہے۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِکَ وَ یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَیُزَکِّیْھِمْ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ

marfat.com

الْحَكِيْمُ (پ البقرہ ۱۲۹)

اے پروردگار ہمارے اور بھیج ان میں ایک رسول انہی میں سے کہ پڑھے ان پر تیری آیتیں اور سکھلا دے ان کو کتاب اور حکمت کی باتیں اور پاک کرے انکو بیشک تو ہی ہے زبردست بڑی حکمت والا۔

حضرت ابوالعالیہ کی طرف سے مروی ہے کہ حق تعالیٰ کی طرف سے جواب آیا۔
قَدِاسْتُجِيْبَ لَكَ هُوَكَائِنٌ فِىْ آخِرِالزَّمَانِ (خصائص کبریٰ ص جلد)
اے ابراہیم تمہاری دُعا قبول ہوئی وہ نبی اخیر زمانہ میں ظاہر ہوں گے
چنانچہ توریت اور انجیل اور زبور میں خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سراپا نور و سرور کی بشارتیں اب بھی موجود ہیں۔
ظہور رحمۃ اللعلمین کی خوشخبری سُنانے کے لیے ہی اللہ تعالےٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور ان کے فرائضِ نبوت میں ایک فرض یہ رکھا وہ اس بات کا اعلان فرمائیں حضور خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا۔ چنانچہ حضرت عیسےٰ نے مژدہ سُنایا۔
مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّأْتِىْ مِنْ بَعْدِى اسْمُهٗ اَحْمَدُ (قرآن مجید)
میں اس مقدس رسول کی بشارت سُنانے آیا ہوں جس کا نام نامی اسم گرامی احمد ہے۔(پ۲۸ الصف ۶)

ہوئے پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دُعائے خلیل اور نویدِ مسیحا

سُبحان اللہ! صحائفِ الٰہیہ کی پیشگوئیاں اور انبیاء و مرسلین کی بشارتوں کے بعد آسمانِ نبوت کے اس نیرّ اعظم نے طلوعِ اجلال فرمایا جس کے ظہور سے خزاں نصیب دنیا میں بہار آگئی۔ تاریکیوں کے بادل چھٹ گئے اور نیکیوں کے لیے فضا سازگار ہوگئی

marfat.com

حضور کی شانِ علمی

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بچپن میں جو کلام فرمایا۔ اس سے بھی حضور کی شانِ علمی کا اظہار ہوتا ہے۔

قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا (قرآن حکیم)

میں اللہ کا بندہ ہوں، اللہ نے مجھے کتاب (انجیل) دی اور مجھے غیب کی خبریں بتانے والا بنایا۔ (پ ۱۶ مریم ۳۰)

حضرت حسن کا قول ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی بطنِ مادر میں تھے کہ آپ کو انجیل الہام فرمادی گئی اور پالنے میں تھے کہ آپ کو نبوت عطا فرمادی گئی۔ جب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی یہ کیفیت ہے تو غور کیجئے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا مرتبہ ہوگا جو دعائے خلیل و نویدِ مسیحا اور سید المرسلین ہیں۔ حق یہ ہے کہ ہمارے نبی کریم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کا عالم بنا کر مبعوث فرمایا تھا۔ یعنی نزولِ جبرئیلِ امین سے قبل بھی حضور قرآن کے عالم تھے۔ اسی لیے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں شبِ معراج جب میں حریم خلوت گاہِ قدس میں پہنچا تو اس وقت اللہ عزوجل نے مجھ سے سوال فرمایا۔ میں جواب نہ دے سکا تو اللہ تعالیٰ نے اپنا یدِ قدرت میرے شانوں کے درمیان رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینہ میں محسوس کی۔

فَاَوْرَثَنِیْ عِلْمَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ وَعَلَّمَنِیْ عُلُوْمًا شَتّٰی فَعِلْمٌ اَخَذَ عَلَیَّ کِتْمَانَہٗ اِذْ عِلْمٌ لَا یَقْدِرُ عَلٰی حَمْلِہٖ اَحَدٌ غَیْرِیْ وَعِلْمٌ خَیَّرَنِیْ وَعَلَّمَنِیَ الْقُرْاٰنَ فَکَانَ جِبْرِیْلُ یُذَکِّرُنِیْ

(مواھب لدنیہ ج ۲ ص ۲۹)

تو اللہ نے مجھے علوم اولین و آخرین کا وارث بنادیا اور مجھے مختلف علوم تعلیم فرمائے ان میں سے ایک علم ایسا تھا جس کے چھپانے کا مجھ سے عہد لیا۔ کیونکہ وہ ازل سے جانتا تھا کہ اس علم کے اٹھانے کی طاقت میرے سوا کسی اور میں نہیں ہے اور ایک وہ

marfat.com

علم تھا جس کا مجھے اختیار دیا گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے قرآن تعلیم فرمایا اور جبریل تو یاد دلانے کے لیے آتے تھے۔

شاہد و شہید رسول

حضور سید عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم شاہد بھی ہیں اور شہید بھی۔ کتابِ مجید میں ان دونوں صفتوں کا ذکر آیا ہے۔

یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا

(پ ۲۲ الاحزاب ۴۵)

اے غیب کی خبریں دینے والے نبی ہم نے آپ کو شاہد اور مبشر اور نذیر بنا کر مبعوث کیا ہے۔

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ وَ یَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْكُمْ شَهِیْدًا کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔

و باشد رسولِ شما گواہ۔ زیرا کہ او مطلع است بنورِ نبوت بر رتبہ ہر متدین بدینِ خود کدام درجہ از دینِ من رسیدہ و حقیقتِ ایمانِ او چیست و حجابے کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است کدام است پس او مے شناسد گناہانِ شمارا و درجاتِ ایمانِ شمارا و اعمالِ نیک و بدِ شمارا و اخلاص و نفاقِ شمارا۔ لہٰذا شہادتِ او در دُنیا و دین بحکمِ شرع در حقِ اُمت مقبول و واجب العمل است (تفسیر عزیزی ص ۶۷۶)

تمہارے رسول دن قیامت میں تم پر گواہ ہوں گے۔ کیونکہ وہ اپنی نبوت کے نور کے ساتھ اپنے دین پر چلنے والے کے رتبہ سے واقف ہیں کہ وہ میرے دین میں کس درجہ پر پہنچا اور اس کے ایمان کی کیا حقیقت ہے اور جس حجاب کے سبب وہ ترقی سے رک گیا وہ کونسا حجاب ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر اُمتی کے گناہوں کو پہچانتے اور تم سب کے ایمان کے درجوں کو جانتے ہیں اور تمہارے سب نیک و بد اعمال سے واقف

marfat.com

ہیں اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حاصل کیا۔ آپ نے جو کچھ تھا سب اپنے مقدس رسول پر نثار کر دیا اور اپنی جگر گوشہ حضرت عائشہ کو نذرانہ میں بحضور نبوی پیش کر دیا۔

پروانہ کو چراغ عنادل کو پھول بس
صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس

حضور کا علم وسیع

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام سورج ڈھلے جلوہ فرما ہوئے اور ظہر کی نماز پڑھائی پھر منبر پر قیام فرمایا اور قیامت کے ذکر کے دوران فرمایا:-

قَالَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ یَّسْئَلَ عَنْ شَیْءٍ اِلَّا اَخْبَرْتُکُمْ مَا دُمْتُ فِیْ مَقَامِیْ ھٰذَا فَاَکْثَرَ النَّاسُ فِی الْبُکَآءِ وَاَکْثَرَ اَنْ یَّقُوْلَ سَلُوْنِیْ فَقَامَ عَبْدُاللّٰہِ بْنُ حُذَافَۃَ السَّھْمِیُّ فَقَالَ مَنْ اَبِیْ قَالَ اَبُوْکَ حُذَافَۃُ ثُمَّ اَکْثَرَ اَنْ یَّقُوْلَ سَلُوْنِیْ فَبَرَکَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَلٰی رُکْبَتَیْہِ فَقَالَ رَضِیْنَا بِاللّٰہِ رَبًّا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا فَسَکَتَ ثُمَّ قَالَ عُرِضَتْ عَلَیَّ الْجَنَّۃُ وَالنَّارُ اٰنِفًا فِیْ عَرْضِ ھٰذَا الْحَائِطِ فَلَمْ اَرَ کَالْخَیْرِ وَالشَّرِّ

جس کو جو پوچھنا ہو پوچھ لے جب تک میں اس جگہ قیام فرما ہوں۔ تم جو بات پوچھو گے بتاؤں گا۔ یہ سن کر صحابہ رونے لگے تو عبداللہ بن حذافہ سہمی کھڑے ہوئے۔ عرض کی میرا باپ کون ہے؟

آپ نے فرمایا حذافہ! پھر آپ بار بار یہی فرمانے لگے۔ پوچھو، پوچھو!

بالآخر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ دو زانو ہو کر بیٹھے اور عرض کی۔ ہم اللہ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رسولِ برحق ہونے

marfat.com

پر راضی ہوئے (بخاری)

اس پر حضور خاموش ہوئے۔ پھر فرمایا۔ ابھی جنت و دوزخ میرے سامنے اس دیوار کے عرض میں پیش کی گئی تو میں نے (جنت جیسی) عمدہ اور دوزخ جیسی بری چیز نہیں دیکھی (بخاری)

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ منافقین بطور امتحان آپ سے سوالات کرنا چاہتے ہیں۔ اس پر آپ منبر پر جلوہ فرما ہوئے اور اعلان کیا۔ مجھ سے جو پوچھو جواب دوں گا۔

حضرت عبداللہ بن حذافہ کو لوگ کسی اور کا بیٹا قرار دیتے تھے۔ اس لیے انہوں نے اپنے والد کے متعلق سوال کیا کہ کون تھا۔ آپ نے فرمایا۔ تیرا باپ حذافہ ہے۔ یہ منظر دیکھ کر لوگ رونے لگے کہ کہیں عذاب نہ نازل ہو جائے۔ منافقین اللہ کے نبی کا امتحان لینا چاہتے ہیں۔ سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ دیکھا کہ حضور بار بار فرما رہے ہیں کہ پوچھو پوچھو تو مذکورہ بالا کلمات عرض کیے۔ تب جا کر حضور کو سکون ہوا۔

اس حدیث سے بلا کسی کھینچ تان کے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ پاک کے متعلق کلام کرنا اور یہ خیال کرنا کہ فلاں بات کا علم حضور کو نہیں ہے علامتِ نفاق ہے۔ حضور علیہ السلام نے بھی عن شیٔ فرمایا۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ جس چیز کے متعلق سوال کرنا ہے کرلو میں جواب دوں گا۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ حضور ہر چیز کے عالم ہیں۔ ورنہ اس عموم کے ساتھ اعلان نہ فرماتے۔

حضرت علامہ بدر محمود عینی شارح بخاری نے روح پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضور علیہ السلام کا مرتبہ و مقام بہت بلند ہے:۔

هُوَ حَبِيْبُ اللّٰهِ وَ سَيِّدُ خَلْقِهٖ اَنْ يَّكُوْنَ غَيْرَ عَالِمٍ بِالرُّوْحِ وَ

marfat.com

كَيْفَ وَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ بِقَوْلِهٖ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا (عینی جلد ۱ ص ۶۱۲)

وہ حبیب اللہ ہیں، مخلوقِ الٰہی کے سردار ہیں تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ رُوح کے عالم نہ ہوں جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر احسان فرمایا (اور قرآنِ حکیم میں آپ کے متعلق فرمایا) ہم نے آپ کو سکھا دیا جو آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر تو اللہ کا فضلِ عظیم ہے۔

دیکھئے علامہ عینی نے یہ آیہ مبارکہ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ میں مَا کو عموم پر رکھا اور مَا سے یہ استدلال فرمایا کہ اس کے عموم میں رُوح بھی داخل ہے۔ پھر کیسے یہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رُوح کا علم نہ دیا ہو۔ اس کے بعد علامہ عینی لکھتے ہیں۔ آیت يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو رُوح کا علم نہیں دیا یا حضور علیہ السلام روح کی حقیقت نہیں جانتے تھے۔ چنانچہ ان کے اصل الفاظ یہ ہیں۔ وَقَدْ قَالَ اَكْثَرُ الْعُلَمَاءِ لَيْسَ فِي الْاٰيَةِ دَلِيْلٌ عَلٰى اَنَّ الرُّوْحَ لَا يُعْلَمُ وَلَا عَلٰى اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يَعْلَمُهَا (عینی جلد اوّل ص ۶۱۲)

دُودھ کا پیالہ اور اصحابِ صفہ

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ بھوک کے باعث کبھی ایسا ہوتا کہ میں جگر تھام کر زمین پر گر جاتا اور کبھی پیٹ پر پتھر باندھ لیتا۔ ایک دن میں سرِ راہ آ بیٹھا۔ حضرت ابوبکر میرے قریب سے گزرے تو میں نے ان سے قرآن کی چند آیتیں دریافت کیں۔ میرا مقصد یہ تھا کہ شاید وہ مجھے کچھ کھلا دیں گے۔ مگر وہ یونہی تشریف لے گئے۔ پھر فاروقِ اعظم آئے۔ ان سے میں نے ایک آیت کا مطلب پوچھا۔ ان سے بھی غرض وہی تھی۔ مگر وہ چلے گئے۔ اتنے میں حضور علیہ السلام کا گذر ہوا۔ آپ نے مجھے دیکھا اور دیکھ کر تبسم فرمایا۔

marfat.com

یعنی میرے دل کی بات سمجھ گئے اور میرے چہرے کو تاڑ گئے۔ آپ نے فرمایا۔ ابوہریرہ میرے ساتھ چلو۔ میں پیچھے پیچھے ہولیا۔ حضور دولت کدہ پر تشریف لائے اور وہاں ایک دودھ کا پیالہ بھرا ہوا پایا۔ گھر والوں نے حضور کو اس شخص کا نام بتلایا۔ جس نے دودھ کا ہدیہ کیا تھا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا۔ ابوہریرہ جاؤ۔ اہلِ صفہ کو بلاؤ (اہلِ صفہ وہ لوگ ہوتے تھے جن کا کوئی گھر بار نہ تھا۔ جن کو کسی کا سہارا نہ تھا۔ یہ اسلام کے مہمان کہلاتے تھے نبی علیہ السلام کی سیرت یہ تھی کہ جب صدقہ آتا تو سب اہلِ صفہ کو عطا فرما دیتے اور اگر ہدیہ آتا تو ان کو اپنے ساتھ شامل فرما لیتے۔ ابوہریرہ کہتے ہیں۔ میں نے سمجھا کہ اہلِ صفہ میں جو ستر اصحاب ہیں ایک پیالہ دودھ کی کیا حقیقت ہوگی۔ مجھے مل جاتا تو مجھ میں کچھ سکت آجاتی۔ اب دیکھیے اس ایک پیالہ دودھ سے مجھے کچھ ملتا بھی ہے یا نہیں۔ یہ ہی خیالات تھے اور اطاعتِ رسول کے سوا چارہ نہ تھا۔ میں نے سب کو بلایا اور اہلِ صفہ خدمتِ نبوی میں حاضر ہو گئے۔ حضور علیہ السلام نے دودھ کا پیالہ مجھے دیا اور فرمایا ان سب کو پلاؤ۔ میں نے پلانا شروع کیا۔ یکے بعد دیگرے سب سیر ہو گئے اور دودھ کا پیالہ اسی طرح دودھ سے بھرا رہا۔

پھر میں نے یہ پیالہ خدمتِ اقدس میں پیش کیا۔ آپ مسکرائے اور فرمایا۔ اب تو میں رہ گیا ہوں یا تو رہ گیا ہے۔ میں نے عرض کی سرکار سچ ہے۔ فرمایا اب تم پی لو میں بیٹھ گیا اور دودھ پینے لگا۔ میرا پیٹ بھر گیا۔ مگر پیالہ اسی طرح دودھ سے بھرا ہوا تھا۔ فرمایا اور پی لو۔ میں نے پھر پیا۔ حضور یہی فرماتے رہے کہ پیو پیو۔ آخر میں نے عرض کی۔

وَالَّذِیْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ مَا اَجِدُ (بخاری)

مجھے اس ذات کی قسم جس نے حق دے کر آپ کو مبعوث کیا ہے۔ اب تو پیٹ میں بالکل گنجائش نہیں ہے۔

marfat.com

پھر آپ نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ بسم اللہ پڑھی اور بقیہ دودھ نوش فرمالیا۔

یہ حدیث تو ایک ہے لیکن علامات و آیاتِ نبوت کی جامع ہے۔ دودھ کی نہریں بہہ رہی ہیں۔ اخلاقِ محمدی دیکھیے کہ کاشانۂ نبوت میں ایک پیالہ دودھ آتا ہے کتنا بڑا، ابوہریرہ کہتے ہیں کہ صرف ایک آدمی کے پی لینے کا۔ مگر نبی علیہ السلام اتنی سی خوراک پر ان سب کو بُلا لیتے ہیں جو اسلام کے لیے گھر بار کو تج کر، جو اہل وعیال کو چھوڑ کر مال و منال سے مُنہ موڑ کر دربارِ نبوت میں پہنچ گئے تھے۔

ہر ایک شخص نے خُوب سیر ہو کر دودھ پیا۔ ابوہریرہ نے تو اتنا پیا کہ قسم کھانا پڑی کہ گنجائش نہیں ہے۔ مگر مُصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا کا اعجاز دیکھیے کہ آپ نے ایک پیالہ دُودھ کو دودھ کا سمندر بنا دیا اور ستر اصحابِ صفہ اس ایک پیالہ دُودھ سے سیر ہو گئے اور پیالہ بھرا کا بھرا رہ گیا۔

کیا کوئی سمجھ سکتا ہے کہ اس پیالہ کو کوئی بڑی سے بڑی تعداد ختم کر سکتی تھی۔ ہرگز نہیں۔ لاکھ ہوتے تو کیا اور کروڑ ہوتے تو کیا۔ سب کے لیے کافی تھا۔ اس پیالہ کو ختم کر دینے کی طاقت بھی اسی میں تھی جس کی برکت سے اس پیالہ دودھ سے نہریں جاری ہو گئی تھیں۔

حنینِ جذع

سیدنا امام شافعی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ عزوجل نے جو معجزات عطا فرمائے وہ کسی نبی کو نہیں ملے۔ کسی نے پوچھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزہ احیاءِ اموات کے مقابل حضور کو کیا عطا ہوا تو آپ نے فرمایا۔

حَنِیْنُ الْجِذْعِ فَهٰذَا اَكْبَرُ مِنْ ذَالِكَ (کتاب مناقب الشافی لابن ابی حاتم)

حنینِ جذع کا معجزہ جو احیائے اموات سے اکبر ہے

حنین لُغت میں مشتاق کی اس آواز کو کہتے ہیں جو فراقِ محبوب میں اس کے مُنہ

سے نکلتی ہے ۔ جذع کھجور کا کٹا ہوا خشک تنا ۔ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب پہلی بار جمعہ کے دن منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور وہ کھجور کا تنا حضور کے تکیہ لگانے کے شرف سے محروم ہو گیا تو اس سے رونے کی آواز آنے لگی ۔

صَاحَتِ النَّخْلَةُ صِيَاحَ الصَّبِيِّ

وہ کھجور کا تنا بچوں کی طرح رونے لگا (بخاری)

حضرت جابر بن عبداللہ کہتے ہیں :-

سَمِعْنَا لِلْجِذْعِ صَوْتًا كَصَوْتِ الْعِشَارِ (خصائصِ کبریٰ ج۲ ص۷۶)

کھجور کے اس تنے سے حاملہ اُونٹنی کی آواز کی طرح آواز ہم نے سُنی

حاضرینِ مجلس حیران ہوئے ۔ کھجور کی ایک خشک لکڑی سے رونے کی آواز آرہی ہے ۔ مگر یہ بات کسے معلوم تھی کہ اس خشک لکڑی کو کس حُسن والے کی جُدائی رُلا رہی ہے ۔

اور بخاری شریف میں سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام

كَانَ جِذْعٌ يَقُوْمُ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا وُضِعَ لَهُ الْمِنْبَرُ سَمِعْنَا لِلْجِذْعِ مِثْلَ اَصْوَاتِ الْعِشَارِ حَتّٰى نَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَضَعَ يَدَهٗ عَلَيْهِ (بخاری)

جمعہ کے دن کھجور کے ایک تنے سے تکیہ لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے ۔ پھر جب آپ کے لیے منبر بن گیا تو اس سے رونے کی آواز آنے لگی ۔ جیسے گابھن اُونٹنی کی آواز ہوتی ہے ۔ حتیٰ کہ حضور علیہ السلام منبر سے اُترے اور اس پر اپنا ہاتھ رکھا ۔ تب جا کر وہ خاموش ہوا ۔

حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ عیسوی سے متعدد وجوہ سے اکبر و اعظم ہے

marfat.com

چوبِ خشک جس میں انسانی جسم کی طرح نہ عادتاً کبھی حیات تھی اور نہ آسکتی ہے زندہ ہونا اور حزن و ملال جیسی انسانی صفات کا اس میں پیدا ہو جانا بہت ہی عجیب و غریب ہے ؎

جو بات لبِ حضرتِ عیسٰی نے دکھائی
وہ کام یہاں جنبشِ داماں سے نکالا

النبی الامی نبی امی ہونا حضور کے اعظم خصائص میں سے ہے۔ قرآن نے بھی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس وصف کا بار بار ذکر فرمایا ہے۔

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ ۹ الاعراف ۱۵۷

مومن وہ ہیں جو رسولِ امی کا اتباع کرتے ہیں

حضور حضیرۂ قدس کے متعلم ہیں۔ آپ کو اگر شاگردی کا شرف حاصل ہے تو صرف رب العلمین سے اور کسی سے نہیں۔ کیا تم نے نہیں دیکھا نبی امی کے دربار میں عظیم و جلیل فصحاء، بلغا، علماء اور فلاسفروں کی جماعتوں کو یہی عرض کرنا پڑتا تھا کہ سرکار ہمارا علم اور آپ کا عرفان قطرہ و قلزم کی مثال بھی نہیں رکھتا ؎

ترے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحا عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زباں نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

سبحان اللہ! وہ شخصِ کریم جس نے کسی سے تعلیم نہیں حاصل کی، جو ایک ان پڑھ اور جاہل قوم میں مبعوث ہوئے۔ جن کے لیے تعلیم و تعلّم کے تمام دنیاوی اسباب مفقود تھے۔ وہ ساری کائنات کے استاد اور دونوں عالم کے دقیقہ داں ہیں۔ دماغ کو روشن، ضمیر کو ہموار، قلب کو متجلّی، روح کو منور کر دینے والی تعلیم سے نواز رہے ہیں۔ تہذیبِ اخلاق، تدبیرِ منزل، اقتصادیات و عمرانیات کے سبق پڑھا رہے ہیں ؎

marfat.com

اُمّی و دقیقہ دانِ عالم
بے سایہ و سائبانِ عالم

الغرض نبی اُمّی ہونا ہمارے رسول کا بہت بڑا معجزہ ہے اور تاریخ میں اس بات کا کہیں پتہ نہیں ہے کہ کوئی شخص ایک آن اور ایک لمحہ کے لیے بھی آپ کا معلّم و اُستاد بنا ہو۔ صحابہ کرام میں صدیقِ اکبر کا درجہ سب سے بڑا ہے اور افضل الخلائق بعد الانبیاء ہونے کا شرف آپ کو ہی حاصل ہے۔ آپ نے جب آفتابِ رسالت و مہتابِ نبوّت کے علم و فضل کا مشاہدہ کیا تو دربارِ نبوی میں عرض کی۔ یا رسول اللہ میں دیکھتا ہوں کہ آپ مختلف ممالک کے وفود سے انہیں کی زبان میں گفتگو فرماتے ہیں تو آپ کو کس نے تعلیم دی ہے۔ حضور نے فرمایا:۔

اَدَّبَنِیْ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَادِیْبِیْ

مجھے میرے رب نے تعلیم دی اور بہترین تعلیم دی

اللہ اکبر! پڑھنے والے رحمۃ للعالمین ہیں اور پڑھانے والا رب العلمین ہے رحمٰن نے اپنے عبدِ خاص کو کیا پڑھایا۔ کتنے علوم سینۂ نبوی میں ودیعت رکھ دیئے۔ یہ کون بتا سکتا ہے اور کون ہے جو آپ کے علمِ ناپیدا کنار کا ادراک کر سکتا ہے ؎

ایسا اُمّی کس لیے منّت کشِ اُستاد ہو
کیا کفایت اس کو اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَم نہیں

٭ حضور خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم احد پہاڑ پر جلوہ فرما ہوئے۔ حضور کے ہمراہ جناب صدیقِ اکبر، فاروقِ اعظم اور عثمان غنی بھی تھے۔ اُحد پہاڑ ہلنے لگا۔ اس پر حضور نے فرمایا۔ اے اُحد پہاڑ ٹھہر جا۔ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَّصِدِّيْقٌ وَّشَهِيْدَانِ (بخاری) اس وقت تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

---

marfat.com

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اے غیب کی خبریں دینے والے

آپ نے کتاب جامع الصفات میں یاایہاالنبی کا ترجمہ غیب کی خبریں دینے والا کیا ہے اور آیت فَبِھُدٰا ھُمُ اقتدہ کا مطلب و مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ حضور سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم تمام انبیاءِ سابقین کے معجزات و کمالات کے جامع ہیں۔ ہمارے شہر کے ایک جیّد عالمِ دین کا اعتراض یہ ہے۔ آیاتِ مذکورہ کا یہ ترجمہ و مفہوم عقلاً و نقلاً درست نہیں۔ غیب اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے اور قرآن نے حضرت عیسٰے کا معجزہ مُردے زندہ کرنا بتایا ہے۔ نبی علیہ السلام نے اگر تمام انبیاءِ کرام کے معجزات و کمالات کے جامع ہیں تو آپ نے کتنے مُردے زندہ کیے۔ نیز کسی مفسّر نے آیاتِ بالا کا یہ مفہوم لیا ہے تو تفسیر کا حوالہ دیا جائے۔

الجواب تفسیر رُوح البیان و تفسیر روح المعانی اور دیگر تفاسیر میں آیاتِ بالا کا وہی مفہوم بیان کیا گیا ہے جو میں نے کتاب جامع الصفات میں درج کیا ہے آپ کے جیّد عالم صاحب جس ذہن کے ہیں میرے خیال میں تفسیری حوالوں سے زیادہ انہیں ان کے اکابر کی تصریحات زیادہ سکون مہیا کر سکتی ہیں۔ چنانچہ میں دعوٰے سے کہتا ہوں کہ اگر مولوی قاسم نانوتوی آبحیات میں حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات النبی نہ فرما دیتے تو آج اس مکتبہٗ فکر کے لوگ بھی اہلحدیث فرقہ کی طرح حضور کی حیاتِ جسمانی کے مُنکر ہی ہوتے۔

یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ بعض اوقات ان کی زبان و قلم سے ایسی باتیں ظاہر ہو جاتی ہیں۔ جو ان کے مسلک و عقیدہ کے بہر حال خلاف جاتی ہیں مگر زہ سے نکلا ہوا تیر واپس کب آتا ہے۔ دیوبندی مکتبہ فکر کے شیخ الاسلام مولانا محمد یوسف صاحب بنوری

marfat.com

نے اپنے رسالے بینات میں وہی کچھ لکھا ہے جو میں نے جامع الصفات میں آج سے بتیس سال قبل تحریر کیا تھا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:۔

حافظ ابن تیمیہ نے کتاب النبوت میں جو فرق بیان کیا وہ ہمیں سب سے بہتر معلوم ہوتا ہے۔ جس کا خلاصہ صرف اتنا ہے۔ "کہ جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے صرف غیب کی خبروں سے قوم کو اطلاع دیتا ہو، ان کو نصیحت کرتا ہو۔ ان کی اصلاح کرتا ہو اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کو وحی ہوتی ہو وہ نبی کہلاتا ہے۔ اگر ان اوصاف کے ساتھ وہ کفار کی طرف اور نافرمان قوم کو تبلیغ پر مامور بھی کیا جائے تو وہ رسول بھی ہوگا۔"

اب ہم قرآنِ کریم کی روشنی میں انبیاء و رسل کے خواص و لوازم پیش کرتے ہیں۔ لیکن اتنا معلوم رہے کہ انبیاء و رسل کے عام خصائص بحیثیت نبوت و رسالت سب مشترک ہیں۔ قرآنِ کریم نے جتنے کمالات و اوصاف انبیاء و رسل کے بیان کر دیئے ہیں۔ وہ سب حضرت خاتم الانبیاء رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں بوجہ کمال موجود ہیں۔ کیونکہ آپ سب انبیاء و رسل سے افضل ہیں۔ آپ سید الانبیاء ہیں۔ خاتم الانبیاء ہیں۔ یہ نصوصِ قطعیہ کا مفاد ہے اور اُمّت مرحومہ کا عقیدہ" ہے اور تاریخِ عالم کی "حقیقتِ ثابتہ" ہے اور اسلامی دور کے حیرت انگیز کارنامے اس کے شاہدِ عادل ہیں۔ قرآنِ کریم نے بہت سے انبیاء و رسل کے خصائص و کمالات بیان کرنے کے بعد آپ کو حکم دیا اور فرمایا۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ (الانعام) یعنی یہ حضرات ہیں جن کو اللہ تعالےٰ نے ہدایت کی ہے۔ آپ بھی انہیں کے طریقے پر چلیئے۔ اس سے یہ صاف معلوم ہوا کہ انبیاء کے جتنے علمی و عملی کمالات تھے آپ ان سے مالامال تھے (ہفتہ وار خدام الدین لاہور۔ بنوری نمبر ص ۳۹۴) دیکھئے

بنوری صاحب نے نبی کے معنیٰ (غیب کی خبریں دینے والے) کے کیے ہیں اور یہ تصریح بھی کی ہے کہ حضور علیہ السلام تمام انبیاء کرام کے معجزات و کمالات کے جامع ہیں اور یہ کہ حضور کا جامعِ جمیع کمالاتِ انبیاء ہونا۔

نصوص قطعیہ کا مفاد ہے۔ اُمت کا اجماعی عقیدہ اور تاریخِ عالم کی حقیقتِ ثابت ہے۔ رہا مُردے زندہ کرنا تو

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ سے کسی نے سوال کیا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ یہ تھا کہ انھوں نے مُردہ زندہ کیے۔ اس کے مقابل حضور علیہ السلام کا معجزہ کیا ہے۔ آپ نے جواب دیا:-

حنین الجذع ھذا اکبر من ذالک

حنینِ جذعہ کا واقعہ جو عیسیٰ علیہ السلام کے احیائے اموات سے بڑھ کر ہے حنین یعنی وہ کھجور کا تنہ جس سے تکیہ لگا کر حضور خُطبہ دیا کرتے تھے۔ جب وہ اس اعزاز سے محروم ہوا اور حضور علیہ السلام نے منبر پر جلوہ فرما ہو کر خطبہ دیا تو اس کھجور کے تنہ سے رونے کی آواز آنے لگی۔ حضور کا یہ معجزہ حضرت عیسیٰ کے معجزہ سے برتر و افضل ہے۔

○

سرور کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے
باغِ خلیل کا گلِ زیبا کہوں تجھے
لیکن رضا نے ختمِ سخن اس پہ کر دیا
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

○

marfat.com

وہ خدا کا آستانہ۔ یہ نبی کا آستانہ

وہاں خیر و شر کی پرسش — یہاں عفو کا بہانہ
وہاں خوف سے لرزنا — یہاں ناز سے مچلنا
وہ خدا کا آستانہ — یہ نبی کا آستانہ

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ زَیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ اِبْرَاھِیْمَ حَرَّمَ مَکَّۃَ وَدَعَا لَھَا وَحَرَّمْتُ الْمَدِیْنَۃَ کَمَا حَرَّمَ اِبْرَاھِیْمُ مَکَّۃَ وَدَعَوْتُ لَھَا فِیْ مُدِّھَا وَصَاعِھَا مِثْلَ مَا دَعَا اِبْرَاھِیْمُ عَلَیْہِ السَّلَامُ لِمَکَّۃَ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن زید انصاری سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جناب ابراہیم خلیل نے مکہ کو حرم بنانے کی دعا فرمائی اور میں مدینہ کو حرم بناتا ہوں جیسے حضرت ابراہیم نے مکہ کو حرم بنایا اور میں نے مدینہ کے صاع اور مد کے لیے برکت کی دعا کی جیسے جناب ابراہیم نے مکہ کے لیے دعا برکت کی۔

وحرمت المدینۃ کما حرم ابراہیم مکۃ کے الفاظ سے محمد بن ذہیب، زہری، امام شافعی، مالک، احمد و اسحاق رضی اللہ عنہم نے یہ استدلال فرمایا ہے۔ حرم مدینہ کے بھی وہی احکام ہیں جو حرم مکہ کے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگرچہ حرم مدینہ کے درخت یا گھاس کاٹنی حرام ہے مگر ایسا فعل کرنے والے پر فدیہ نہیں ہے۔ ابن ذہیب کی رائے یہ ہے کہ فدیہ بھی واجب ہے اور حضرت ابن مسعود حضرت عائشہ اور سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ حرم مدینہ کا

marfat.com

احترام تو واجب ہے مگر وہاں شکار کرنا، گھاس کاٹنا، نہ تو ممنوع ہے اور نہ اس فعل پر فدیہ لازم ہے ــــ مسئلہ اگرچہ خالص فروعی ہے۔ تاہم مسلکِ حنفیہ متعدد وجوہ سے قوی ہے۔ اوّل تو تمام صحابہ اس امر پر متفق ہیں کہ حرمِ مدینہ کے درخت کاٹنے یا گھاس اُکھیڑنے یا شکار کرنے پر فدیہ واجب نہیں ہے تو اگر حرمِ مدینہ کا حکم حرمِ مکہ کی طرح ہوتا تو فدیہ کے وجوب کا قول کرنا چاہیئے تھا۔ کیونکہ حرمِ مکہ کے درخت کاٹنے پر سب کے نزدیک فدیہ لازم ہے۔ اسی طرح حرمِ مکہ میں واجب القتل مجرم سے قصاص لینا حرام ہے۔ مگر تمام ائمہ اس پر متفق ہیں۔ حرمِ مدینہ میں اگر مستحقِ قتل مجرم داخل ہو جائے تو اس سے قصاص لیا جائیگا۔ تو اگر دونوں کا حکم ایک ہوتا تو حرمِ مدینہ میں داخل ہونے والے مجرم سے بھی قصاص نہ لینے کا قول کرنا چاہتے تھے۔

ثانیاً تعاملِ صحابہ، بلکہ خود سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حرمِ مدینہ کے درخت وغیرہ کاٹے ہیں۔ حضور نے مسجدِ نبوی کی تعمیر کے وقت وہاں کے کھجور کے درخت کاٹے اور قبورِ مشرکین کو مسمار فرمایا۔ حضرت سلمہ سے حضور نے فرمایا تم عقیق میں شکار کھیلو تو ہم تمہاری مدد کریں گے۔ (ابن ابی شیبہ طبرانی)

حضرتِ انس سے حضور نے فرمایا۔ تم اُحد پہاڑ پر جاؤ اور وہاں کے درخت یا کچھ گھاس کھالو۔ ظاہر ہے کہ کھانا بغیر کاٹنے یا اُکھیڑنے کے ناممکن ہے۔ (طبرانی)

حدیثِ مسلم ولا تخبط فیہا شجرۃ الا لعلف۔ مدینہ کے درخت نہ کاٹے جائیں مگر چارہ کے لیے۔ حضور نے چارہ کے لیے کاٹنے کی اجازت فرمائی۔ اگر حرمِ مدینہ کے درخت کاٹنے حرام ہوتے تو چارے کے لیے کاٹنے کی اجازت نہ دی جاتی، حالانکہ حرمِ مکہ کے درخت چارہ کے لیے کاٹنے بھی حرام ہیں۔ علاوہ ازیں حدیثِ زیرِ بحث اور وہ تمام احادیث جن میں مدینہ منورہ کے حرم ہونے کا ذکر ہے۔ سب ظنی ہیں اور ضابطہ یہ ہے کہ کراہتِ تحریمی ثابت کرنے کے لیے دلیلِ قطعی کی ضرورت ہے۔ یعنی کسی

marfat.com

چیز کی کراہتِ تحریمہ کے ثبوت کے لیے قطعی الدلالت ظنی الثبوت دلیل کی ضرورت ہے۔ جیسے خبرِ احاد کہ مفہوم ان کا قطعی ہو ــــ خبر احاد کہ مفہوم ان کا ظنی ہوئے کسی چیز کا سنّت یا مستحب ہونا ثابت ہو سکتا ہے مگر کراہتِ تحریمی ثابت نہیں ہو سکتی اور حدیث زیرِ بحث اور دیگر وہ احادیث جن میں مدینہ کے حرم ہونے کا ذکر ہے۔ قطعی الدلالت نہیں ہیں ــــ اگر قطعی الدلالت ہوتیں، تو صحابہ کا عمل اور خود حضور کا عمل اس کے خلاف نہ ہوتا۔ خلاصہ یہ ہے کہ حدودِ مدینہ کا حرم ہونا بمعنی احترام ہے تحریم نہیں اور اس باب میں امام اعظم علیہ الرحمہ کا موقف بہت قوی ہے۔

مکہ معظمہ کی عظمت و برکت

۱- حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ جو مکہ معظمہ کا رمضان پائے اور وہاں روزہ و تراویح کی پابندی کرے۔ وہ ایک لاکھ رمضانوں، اور ہر دن رات ایک ایک غلام آزاد کرنے کا اور ایک ایک غازی کو میدانِ جنگ میں بھیجنے کا ثواب پائے گا۔ (ابن ماجہ) (۲) مکہ مکرمہ میں ایک نیکی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہے اور ایک گناہ بھی ایک لاکھ گناہوں کے برابر۔

مکہ کے حرم ہونے کا مطلب

مکہ کے حرم ہونے مطلب یہ ہے کہ یہاں بلا احرام داخل ہونا حدودِ حرم مکہ میں شکار تو درکنار اس کی طرف اشارہ کرنا، اسے ستانا اٹھانا، ممنوع و حرام ہے۔ اگر مجرم حرم میں آجائے تو اسے قتل کرنا بھی ممنوع ہے۔ حدود و قصاص حدودِ حرم مکہ میں جاری نہیں ہوتے۔ ایسے حالات پیدا کیے جائیں گے کہ مجرم حدودِ حرم سے باہر آجائے۔ قرآنِ مجید نے فرمایا۔ من دخلہ کان آمنا۔ اور اگر وہاں مذکورہ بالا کام ممنوع کام کرلیے تو کفارہ واجب ہے۔ اکثر شوافع مکہ معظمہ کی مٹی یا پتھر مکہ سے باہر لے جانا ممنوع قرار دیتے ہیں۔ البتہ بطور تبرک آبِ زمزم مکہ سے باہر لے جانا سنّت ہے۔ حدیبیہ کے سال حضور

marfat.com

نے آبِ زمزم کے دو مشکیزے سہیل بن عمرو کے ہاتھ مدینہ میں منگوائے۔ حج کے موقع پر حضور نے آبِ زمزم اپنے ساتھ لیا اور عرصہ تک یہ پانی مدینہ میں بیماروں کو پلایا۔ جناب عائشہ صدیقہ سے بسندِ صحیح مروی ہے کہ حضور نے متعدد بار آبِ زمزم مکہ سے باہر بھیجا۔ (مرقات)

مکہ معظّمہ کی حُرمت و عظمت اَبدی ہے

حضورِ سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔

اِنَّ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللّٰهُ وَلَمْ يُحَرِّمْهَا النَّاسُ (بخاری)

مکہ کو اللہ تعالےٰ نے حرم بنایا ہے کسی شخص نے اپنی رائے سے حرم نہیں بنایا

اِنَّ هٰذَا الْبَلَدَ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ (بخاری و مسلم)

بے شک اس شہر (مکہ) کو اللہ تعالیٰ نے اسی دن حرم بنا دیا جس دن آسمان و زمین پیدا کیے تو یہ اللہ کے حرام بنانے سے قیامت تک حرم ہے۔

ان دونوں حدیثوں سے واضح ہوا کہ مکہ معظمہ کو اللہ تعالیٰ نے ابتداء ہی سے حرم بنایا اور یہ جگہ صرف اسلام ہی میں نہیں بلکہ ہر دین میں محترم و مقدس تھی۔ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ کے لفظ سے معلوم ہوا کہ مکہ معظمہ کی حُرمت ہمیشہ کے لیے ہے۔ کبھی منسوخ نہ ہوگی۔

سوال پیدا ہوتا ہے دیگر متعدد حدیثوں میں حضور نے یہ بھی فرمایا ہے کہ مکہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حرم بنایا۔ ان ابراہیم حرم مکۃ (مسلم) اس حدیث میں مکہ کو حرم بنانے کی نسبت حضرت ابراہیم کی طرف ہے۔ جواب یہ ہے حضرت ابراہیم کی ذات کی طرف مکہ کو حرم بنانے کی نسبت مجازی ہے۔ طوفانِ نوح کے موقع پر جب بیت المعمور آسمانوں پر اٹھایا گیا، تو لوگ مکہ کی عظمت و حُرمت کو بھول گئے

marfat.com

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کی۔

۱۔ اِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرَاتِ (بقرہ)

الٰہی اس شہر کو امان والا کر دے اور اس کے رہنے والوں کو طرح طرح کے پھل دے

۲۔ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْ اِلَيْهِمْ

الٰہی لوگوں کے دل مکہ معظمہ کی طرف مائل کر دے

تو مکہ تو ابتداء ہی سے محترم تھا۔ مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کی حرمت وعظمت کا اعلان فرمایا اور اللہ تعالےٰ سے دعا کی۔ اس بناء پر مکہ کو حرم بنانے کی نسبت حضرت ابراہیم کی ذات کی طرف مجازی طور پر کی گئی ہے۔

یہ ایسے ہی ہے کہ کعبہ کے معمارِ اوّل حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ سب سے پہلے کعبہ کی بنیاد آپ ہی نے رکھی۔ لیکن طوفانِ نوح کے بعد دوسری بار اسی سابقہ بنیادوں پر کعبہ کی تعمیر کا شرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حاصل ہوا، یہ تعمیر خاص حضرتِ ابراہیم کے مقدس ہاتھوں سے ہوئی۔ اس لیے حضرت ابراہیم کو بھی معمارِ کعبہ کہتے ہیں ورنہ اوّلیت تو حضرت آدم ہی کو حاصل ہے۔

حضور نے مدینہ کو حرم بنایا

غور کیجیے حضرت ابراہیم کی ذات کی طرف مکہ کو حرم بنانے کی نسبت مجازی ہے۔ کیونکہ حضور نے تصریح فرما دی، مکہ کو تو اللہ نے ابتداء ہی سے حرم بنایا ہے۔ مگر ہر دین و ملّت میں محترم رہا ہے۔ مگر مدینہ کی یہ کیفیت نہ تھی۔ مدینہ شروع ہی سے معظم نہ تھا۔ لوگ مدینہ سے کتراتے تھے۔ وہاں وباؤں کا ہجوم تھا۔ حتیٰ کہ مدینہ کا نام بھی یثرب (وباؤں کا گھر) تھا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

اِنِّيْ حَرَّمْتُ الْمَدِيْنَةَ حَرَامًا مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا (بخاری ومسلم)

marfat.com

میں مدینہ کو حرم بناتا ہوں ۔ میں مدینہ کے گوشوں کے درمیان حرم بناتا ہوں۔
یہاں مدینہ کو حرم بنانے کی نسبت حضور نے اپنی ذاتِ اقدس کی طرف کی ہے ۔ یہ نسبت حقیقی ہے ۔ معلوم ہوا حضور اللہ کی طرف سے مختارِ کائنات ہیں۔ جس چیز کو چاہیں محترم و معظم بنا دیں۔

یہی وجہ ہے جب حضور نے صحابہ سے فرمایا کہ مکہ مکرمہ کو اللہ تعالیٰ نے حرم بنایا ہے ۔ یہاں کی گھاس نہ اکھاڑی جائے ۔ تو حضرتِ عباس کھڑے عرض کی حضور اذخر گھاس کو اُکھاڑنے کی اجازت دے دیجئے ، کیونکہ یہ ہمارے مکانوں کے کام آتی ہے ۔ حضور نے فرمایا ہاں اجازت ہے (بخاری)

معلوم ہوا کہ حضور کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے کہ جس حکم سے چاہیں کسی کو اس سے مستثنیٰ فرما دیں۔ جبھی تو حضور نے اذخر گھاس کے کاٹنے کی اجازت فرما دی۔

خلیل و حبیب میں فرق

اسی سے خلیل اللہ اور حبیب اللہ کے مقام و درجہ پر روشنی پڑتی ہے ۔ خلیل کی ذات کی طرف مکہ کو حرم بنانے کی نسبت مجازی ہے اور حضور کی ذاتِ اقدس کی طرف مدینہ کو حرم بنایا جو معظم و مقدس نہ تھی ۔ جس کا نام ہی یثرب (بلاؤں کا گھر) تھا۔

واضح ہو

حضور نے جو یہ فرمایا ہے کہ مدینہ کو مکہ کی طرح حرام قرار دیتا ہوں، تو حرمِ مدینہ کو حرمِ مکہ کے ساتھ تشبیہ بعض وجوہ سے ہے ۔ یعنی احترام و تعظیم کے لحاظ سے تشبیہ دی گئی ہے ۔ جیسے آیت اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ میں حضرت عیسیٰ کو آدم علیہ السلام سے تشبیہ دینا بعض وجوہ سے ہے ۔ لہٰذا حرمتِ حرمِ مکہ بمعنی تحریم ہے اور حرمتِ حرمِ مدینہ بمعنی احترام و تعظیم ہے۔

حرمِ مدینہ کا احترام و اجلال

مدینہ منورہ کی عظمت و احترام حضور کے وجودِ مطہر کی وجہ سے

ہے۔ مدینہ کی سرزمین کا ادب واحترام لازم وواجب ہے۔ مکہ میں کعبہ ہے مگر مدینہ میں کعبہ کا قبلہ جلوہ فرما ہے ؎

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے، کعبہ کا کعبہ دیکھو

مکہ میں ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ کے برابر ہے اور ایک گناہ بھی ایک لاکھ گناہ کے برابر اور مدینہ منورہ میں ایک نیکی پچاس ہزار نیکیوں کے برابر ہے، مگر ایک گناہ، ایک ہی گناہ ہے کیوں؟ اس لیے کہ ؎

وہاں خیر وشر کی پرسش یہاں عفو کا بہانہ
وہ خدا کا آستانہ یہ نبی کا آستانہ

حضور علیہ السلام نے فرمایا:۔

وَاللّٰهِ اِنَّكَ لَخَيْرُ اَرْضِ اللّٰهِ وَاَحَبُّ اَرْضِ اللّٰهِ اِلَيْهِ (ابن ماجہ و ترمذی)

بخدا مکہ کی زمین اللہ کی بنائی ہوئی ساری زمین سے بہتر ہے اور تمام زمینوں میں خدا کو زیادہ پیاری ہے۔

جمہور علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال فرمایا کہ مکہ معظمہ کی بستی مدینہ منورہ کی بستی سے افضل ہے۔ جمہور کا یہ استدلال سر آنکھوں پر مگر ؎

طیبہ نہ سہی افضل، مکہ ہی بڑا زاہد
ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

اتنی بات یاد رہے یہ اختلاف مدینہ کی بستی افضل ہے یا مکہ کی، تک محدود ہے۔ ورنہ تمام علماء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ مدینہ کا احترام مکہ معظمہ کے احترام کی طرح ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ اور مدینہ منورہ کی زمین کا وہ حصہ جہاں آج حضور جلوہ فرما ہیں وہ تو مکہ معظمہ بلکہ عرش وکرسی سے بھی افضل ہے (مرقات)

marfat.com

حضور علیہ السلام نے فرمایا :۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِيْ مِكْيَالِهِمْ وَبَارِكْ لَهُمْ فِيْ صَاعِهِمْ وَمُدِّهِمْ يَعْنِيْ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ (بخاری)

حضرت انس ابن مالک سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے اللہ انہیں ان کے پیمانوں میں برکت عطا فرما۔ الٰہی ان کے صاع و مد میں برکت عطا فرما۔ حضور کی مراد اہل مدینہ سے تھی۔

فوائد و مسائل

۱۔ اس حدیث کو امام بخاری نے اعتصام وکفارات میں اور مسلم ونسائی نے مناسک میں ذکر کیا۔

۲۔ حضور نے جو مدینہ کے صاع و مد میں برکت کی دُعا فرمائی۔ تو یہ دینی و دنیوی دونوں قسم کی برکت کو شامل ہے۔ مدینہ منورہ حضور سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوہ گاہ ہے حضور نے مدینہ کو عزّت و احترام کی نگاہ سے دیکھنے کی تاکید فرمائی ہے۔

فضائل مدینہ

آپ نے فرمایا۔ میری اُمت جب تک مدینہ منورہ کی حُرمت و عزّت پر قائم رہے گی بھلائی پر رہے گی اور جب اس کی حُرمت و عزّت سے کنارہ کش ہوجائے گی تو برباد ہوجائے گی (ابن ماجہ)

اُمّت کا اس پر اتفاق ہے کہ حدودِ مدینہ کا ادب و احترام مکہ معظمہ کی حدود کی طرح ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ مدینہ شریف کی عظمت و عزّت سے متعلق حضور کے چند ارشادات کا خلاصہ یہ ہے :۔

۱۔ حضور علیہ السّلام نے بارگاہِ الٰہی میں دُعا فرمائی :۔

اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ اِلَيْنَا الْمَدِيْنَةَ كَحُبِّنَا مَكَّةَ اَوْ اَشَدَّهٗ (بخاری ومسلم)

الٰہی ہمیں مدینہ ایسا پیارا کردے۔ جیسا کہ مکہ پیارا تھا۔ بلکہ مکہ سے زیادہ مدینہ

marfat.com

کو پیارا و محبوب بنا دے۔

مدینہ میں بخار کا مرض عام تھا۔ حضور نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی۔ الٰہی یہاں کے بخار کو جحفہ منتقل کر دے (بخاری و مسلم)

یہ حضور کی دعا کا اثر ہے کہ مدینہ منوّرہ کی آب و ہوا بہت صحت بخش ہے۔ موسم معتدل ہے۔ وہاں کی خاک خاکِ شفا ہے۔ وہاں روزی میں برکت ہے اور جحفہ جو حرمین طیبین کے درمیان ایک چھوٹی بستی ہے جہاں اس زمانہ میں یہود رہتے تھے۔ آج بھی وہاں کی آب و ہوا میں بخار کے جراثیم ہیں، وہاں رُکنے اور جانے والے عموماً بخار میں مُبتلا ہو جاتے ہیں۔

۳۔ حضور نے فرمایا شام فتح ہوگا۔ عراق فتح ہوگا اور ایک قوم خوشی سے دوڑتی ہوئی آئے گی اور اپنے خدام اور بال بچوں کو وہاں لے جائے گی۔

وَالْمَدِيْنَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ

حالانکہ مدینہ ان کے لیے بہتر ہے

سیّدنا امام مالک علیہ الرحمہ حدیث کے خط کشیدہ جملوں کا ترجمہ یوں کرتے ہیں کہ مدینہ تمام جگہ سے افضل ہے اور اس میں مکہ بھی داخل ہے۔ اس بنا پر امام مالک فرماتے ہیں۔ مدینہ مکہ سے افضل ہے (مرقات) بات یہی دُرست ہے۔ بیت المقدس اگرچہ ابتدا ہی سے مسلمانوں کا قبلہ رہا ہے۔ وہاں ہزارہا انبیا کرام کے مزارات ہیں۔ یہ متبرک مقام ہیں۔ قرآن نے کہا۔ اَلَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ۔ لیکن مدینہ پھر بھی افضل ہے۔ کیونکہ اس لیے سارے تارے وہاں ہیں مگر نبوّت کا آفتاب مدینہ میں ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا:۔

اِنَّ اللّٰهَ سَمّٰى الْمَدِيْنَةَ طَابَةَ (مسلم)

اللہ تعالیٰ نے مدینہ شریف کا نام طابہ رکھا

marfat.com

مدینہ شریف کے سو سے زیادہ نام ہیں۔ طیبہ، لبطحا، مدینہ، ابطلح وغیرہ۔ ہجرت سے قبل اس کا نام یثرب تھا۔ کہتے ہیں کہ مدینہ میں قوم عمالقہ کا جو پہلا شخص آیا اس کا نام یثرب تھا۔ یثرب ثرب سے مشتق ہے۔ جس کے معنیٰ سزا، سرزنش، مصیبت و بلا کے ہیں۔

قرآنِ مجید میں ہے لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ لیکن اب مدینہ کو یثرب کہنا ممنوع ہے شاعر اشعار میں یثرب کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ ان کا فرض ہے کہ اس کو بدل دیں۔ یثرب کی جگہ طیبہ کا لفظ لانے میں وزنِ شعری میں کوئی سقم بھی پیدا نہیں ہوتا۔

سیّدنا احمد فرماتے ہیں۔ جو مدینہ کو یثرب کہے وہ توبہ کرے۔ امام بخاری تاریخ میں فرماتے ہیں جو مدینہ منورہ کو ایک بار یثرب کہے، وہ بطورِ کفارہ دس بار اِس ارضِ مقدس کو مدینہ کہے۔

معجزہ شق القمر کا ہے مدینہ سے عیاں
مہ نے شق ہو کر لیا ہے دین کو آغوش میں

طابہ کا ترجمہ بعض شارحین نے یہ کیا ہے کہ لوح محفوظ میں مدینہ کا نام طابہ یا طیبہ ہے۔

يَقُوْلُوْنَ يَثْرِبَ وَهِيَ الْمَدِيْنَةُ (بخاری)

حضورؐ نے فرمایا لوگ اسے یثرب کہیں گے حالانکہ وہ مدینہ ہے

خود حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ سے ایسی محبّت تھی کہ جب سفر سے واپسی پر مدینہ نظر آتا تو اپنی سواری کو تیز فرما دیتے (بخاری)

مدینہ کے شرقی جانب تقریباً تین میل کے فاصلے پر اُحد پہاڑ ہے۔ مدینہ شہر خصوصاً جنّت البقیع سے یہ مقدس پہاڑ صاف نظر آتا ہے۔ جب یہ پہاڑ حضور کو نظر آیا تو فرمایا:۔

هٰذَا جَبَلٌ يُّحِبُّنَا وَنُحِبُّهٗ

marfat.com

یہ پہاڑ ہے ہم سے محبت کرتا ہے ۔ ہم اس سے محبت کرتے ہیں

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی حدیث میں مکہ معظمہ میں قیام پر اتنا زور نہیں دیا جتنا مدینہ منورہ میں قیام پر دیا ہے ۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ۔

مَنِ اسْتَطَاعَ اَنْ یَّمُوْتَ بِالْمَدِیْنَۃِ فَلْیَمُتْ بِھَا فَاِنِّیْ اُشْفَعُ لِمَنْ یَّمُوْتُ بِھَا (احمد و ترمذی)

جو مدینہ میں مر سکے وہاں ہی مرے ۔ میں مدینہ میں مرنے والوں کی شفاعت کرونگا ۔

سیّدنا امام فاروقِ اعظم خلیفہ رسول دُعا فرماتے تھے کہ الٰہی مجھے اپنے محبوب کے شہر مدینہ میں شہادت کی موت دے ۔ جنابِ عمر فاروق کی یہ دُعا قبول ہوئی ۔ نمازِ فجر کے وقت مسجدِ نبوی، مصلّٰی نبوی، محرابِ نبوی میں شہادت پائی ۔

سیّدنا امام مالک علیہ الرحمہ اس خوف سے کہ کہیں مدینہ منورہ سے باہر موت واقع نہ ہو جائے ۔ پوری زندگی میں کبھی مدینہ سے باہر نہیں گئے ۔ صرف حج فرض کی ادائیگی کے لیے ایک بار مکّہ معظمہ میں حاضری دی ۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا :

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ بِالْمَدِیْنَۃِ ضِعْفَیْ مَا جَعَلْتَ بِمَکَّۃَ مِنَ الْبَرَکَۃِ (بخاری)

الٰہی جو برکتیں تو نے مکہ معظمہ کو دی ہیں اس سے دگنی برکتیں مدینہ منورہ کو عطا فرما

مکہ معظمہ میں لوگوں کو تکلیف پہنچانے کی نیت سے ذخیرہ اندوزی بھی سخت گناہ ہے ۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ۔ حرمِ مکہ میں احتکار ایسے ہے جیسے اس مقدس شہر میں الحاد و بے دینی کو پھیلانا ۔

ویسے بھی مکہ معظمہ میں گناہ کرنا ہزار گناہ کے برابر ہے ۔ سیّدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ صرف ارادۂ گناہ پر کسی جگہ بھی اللہ کے ہاں پکڑ نہیں ہے مگر مکہ معظمہ میں گناہ پر بھی پکڑ ہے ۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی ومن یرد فیہ بالحاد الخ اسی بنا پر بعض صحابہ کرام نے مکہ معظمہ کی سکونت ترک کر دی ۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ طائف میں جا بسے ۔

---

marfat.com